سلسلة فقه الحديث

طہارت کے جدید وقدیم مسائل

کتاب الطهارة

فقه الطهارة بازالة النجاسة ورفع الحدث

مصنف

دکتور حافظ ارشد بشیر عمری مدنی وفقه الله

Volume 3/5

جلد سوم

AskIslamPedia
GATEWAY FOR ISLAMIC INFORMATION
Free Online Islamic Encyclopedia

نظرِ ثانی

شیخ رضاء اللہ عبدالکریم المدنی حفظہ اللہ
خادم الحدیث والافتاء جامعہ سید نذیر حسین محدث دہلوی (پھاٹک حبش خان دہلی)

رفعِ حدث

Volume 3/5 جلد سوم

اس کتاب کو تیار کرنے کے لئے 6 سال کیوں لگے ؟

اسکے جواب کا اندازہ اسی وقت ہو گا جب 5 جلدوں کی اس ضخیم کتاب کو گہرائی کے ساتھ پڑھا جائیگا، ان شاء اللہ، کئی ماہ تو دن کے ساتھ مکمل راتیں بھی لگ گئیں الحمدللہ، چار مسالک کے فقہی اقوال جمع کرکے اردو میں ترجمہ کرنا مقارنہ اور ترجیح تک پہنچنے کے لئے سارے جدید اور قدیم مصادر وکتب کا مطالعہ کرنا یہ کافی محنت طلب کام ہے، اللہ ہی کا فضل کہ یہ اس کی توفیق سے ممکن ہو سکا۔﴿ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ﴾

اس کی ایک اور وجہ یہ ہے کہ اس کام کے ساتھ ساتھ دیگر آسک اسلام پیڈیا کے پراجکٹس پر بھی کام جاری ہے اور اس کے علاوہ تفسیر کے پراجکٹس اور فقہ کے پرجکٹس پر بھی کام جاری ہے لہذا الگ الگ پراجکٹس کے لئے بھی وقت کو تقسیم کرنا پڑتا ہے، تاخیر کے لیے میں معذرت خواہ ہوں ان حضرات سے جو کتاب الطہارۃ کے منتظر تھے۔ شکریہ

دکتور حافظ ارشد بشیر عمری مدنی وفقہ اللہ

سلسلة فقه الحديث

كتاب الطهارة

فقه الطهارة بإزالة النجاسة ورفع الحدث

مصنف دکتور حافظ ارشد بشیر عمری مدنی وفقہ اللہ

رفعِ حدث

نظرِ ثانی
شیخ رضاء اللہ عبدالکریم المدنی حفظہ اللہ
خادم الحدیث والافتاء جامعہ سید نذیر حسین محدث دہلوی (پھاٹک حبش خان دہلی)

Volume 3/5 جلد سوم

SHAIKH Dr. ARSHAD BASHEER UMARI MADANI waffaqahullah
Hafiz and Aalim, Fazil (Madina University, K.S.A), M.B.A
Founder & Director of AskIslamPedia.com
Chairman: Ocean the ABM School, Hyderabad, TS,INDIA
+91 92906 21633 (WhatsApp only)
www.abmqurannotes.com| www.askislampedia.com| www.askmadanicom



بسم الله الرحمن الرحيم

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

الطهور شطر الإيمان

سلسلة فقه الحدیث
كتاب الطهارة
ازالہ نجاست جلد سوم
فقه الطهارة ازالة النجاسة و رفع الحدث

فِھرَسْ

مقدمہ

الباب الثانی (رفعِ حدث)

الفصل الاول

الفصل الثانی

(1)وضوء سے پہلے

الفصل الثالث (2) وضوء کے دوران

وضوء کی ترتیب - نمبر 1

وضوء کی ترتیب - نمبر 2

وضوء کی ترتیب - نمبر 3

وضوء کی ترتیب - نمبر 4:

وضوء کی ترتیب - نمبر 5: سر کا مسح کرنا

وضوء کی ترتیب - نمبر 6: دونوں قدم ٹخنہ سمیت دھونا

(3)وضوء کے بعد



بسم اللہ الرحمن الرحیم

مُقَدّمة

إنّ الحَمْدَ للهِ، نَحْمَدُهُ، وَنَسْتَعِينُهُ، وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوذُ بِاللهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا، وَسَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِهِ اللهُ فَلاَ مُضِلّ لَهُ، وَمَنْ يُضْلِلْ فَلاَ هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلاّ اللهُ وَحْدَهُ لاَ شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنّ مُحَمّداً عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، صَلّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ، وَمَنْ تَبِعَهُمْ بِإِحْسَانٍ إِلَى يَوْمِ الدِّينِ، وَسَلّمَ تَسْلِيمَاً كَثِيرَاً، أَمّا بَعْدُ:

طہارت (پاکیزگی) کی اہمیت اسلام میں بنیادی حیثیت رکھتی ہے، اور نماز (صلوۃ) کے قبول ہونے کے لیے ایک لازمی شرط ہے۔ حدیث میں آیا ہے:

((عَنْ ابْنَ عُمَرَ قَالَ: إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: " لَا تُقْبَلُ صَلَاةٌ بِغَيْرِ طُهُورٍ، وَلَا صَدَقَةٌ مِنْ غُلُولٍ))

"سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اللہ تعالیٰ کوئی بھی نماز بغیر پاکی (وضو) کے اور کوئی بھی صدقہ چوری کے مال سے قبول نہیں کرتا"۔

(تخریج الحدیث: « صحیح مسلم / الطہارۃ 2 (224)، سنن الترمذی / الطہارۃ 1 (1)، (تحفۃ الاشراف: 7457)، وقد اخرجہ: مسند احمد (2/20، 39، 51، 57، 73) (صحیح) »)

فقہ اسلامی میں طہارت کے باب میں ازالۂ نجاست اور رفعِ حدث کے مسائل انتہائی اہمیت کے حامل ہیں کیونکہ یہ عبادات کی صحت اور قبولیت سے جڑے ہوئے ہیں، ایک مسلمان کے جسم، لباس اور جگہ پر کسی بھی قسم کی نجاست (ناپاکی) اور حدث (نجاست یا ناپاکی کی حالت) کا پایا جانا مسلمان کی طہارت (پاکیزگی) میں خلل پیدا کر سکتا ہے اور اس کی وجہ سے اس کی نماز، روزہ، اور دیگر عبادات متاثر ہو سکتے

ہیں اسلام میں طہارت کی بڑی اہمیت ہے اور یہ بنیادی شرط ہے نماز کی ادائیگی کے لئے، قرآن مجید میں اللہ سبحانہ وتعالی ارشاد فرماتے ہیں:

﴿إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ﴾

(سورۃ البقرۃ، سورۃ نمبر 2، آیت نمبر:222)

"اللہ توبہ کرنے والوں کو اور پاک رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے"۔

اور ایک حدیث میں ہے سیدنا ابومالک الاشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((الطُّهُورُ شَطْرُ الإِيمَانِ))

"پاکیزگی ایمان کا حصہ ہے"

(صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، بَابُ فَضْلِ الْوُضُوءِ: وضو کی فضیلت کا بیان، حدیث نمبر:223[534])

لغوی اعتبار سے نجاست کا معنی گندگی ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے (تنجس الشیٔ) یعنی کہ چیز ناپاک ہوگئی، گندی ہوگئی، ازالۂ نجاست سے مراد ناپاکی یا نجاست کو دور کرنا ہے یعنی کسی بھی جگہ یا جسم پر جو بھی ناپاکی لگی ہوئی ہو جیسا کہ پیشاب پاخانہ وغیرہ یا دیگر ناپاک چیزیں لگی ہوئی ہوں تو انہیں دور کرنا ضروری ہے تاکہ ایک مسلمان عبادات میں شامل ہونے کے قابل ہو جائے چنانچہ قرآن اور حدیث میں طہارت کو بڑی اہمیت دی گئی ہے، اس لیے ازالہ نجاست ایک بنیادی عمل ہے جو عبادت سے قبل کی حالت ہے۔

رفع حدث سے مراد وہ عمل ہے جس سے انسان کے جسم سے حکمی ناپاکی یا نجاست دور ہو جائے اور وہ عبادت کے قابل بن سکے۔

حدث وہ حالت ہوتی ہے جو شرعی اعتبار سے رکاوٹ ہو نماز جیسی عبادت ادا کرنے کے لئے، جیسے پیشاب یا پاخانہ کرنا، حیض یا نفاس کا آنا وغیرہ۔ حدث اصغر کی وجہ سے وضو کرنا ضروری ہوتا ہے تاکہ وہ نماز جیسی عبادات کے لیے تیار ہو سکے اور حدثِ اکبر کی وجہ سے غسل کرنا ضروری ہوتا ہے تاکہ وہ نماز جیسی عبادات کے لیے تیار ہو سکے، وضو، غسل دونوں سے شرعی عذر کی بنیاد پر عاجز ہونے کی وجہ سے

اسکا بدیل بتایا گیا ہے تیمم اور تیمم وہ طریقے ہیں جس کے ذریعہ رفع حدث کیا جا سکتا ہے۔

قرآن و حدیث میں وضو اور غسل کے اصول واضح طور پر بیان کیے گئے ہیں جیسا کہ اللہ تعالی قرآنِ مجید میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا﴾

(سورۃ المائدۃ، سورۃ نمبر 5، آیت نمبر: 6)

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم نماز کے لیے اٹھو تو اپنے منہ اور اپنے ہاتھ کہنیوں تک دھو لو اور اپنے سروں کا مسح کرو اور اپنے پاؤں ٹخنوں تک (دھو لو) اور اگر جنبی ہو تو غسل کر لو"۔

ازالہ نجاست اور رفع حدث کی بڑی اہمیت ہے، اسلام میں، طہارت اور پاکیزگی لازم ہے۔

زیرِ نظر کتاب کی خصوصیات

"سلسلہ فقہ الحدیث، کتاب الطہارۃ، فقہ الطہارۃ بازالۃ النجاسۃ ورفع الحدث"

یہ کتاب پانچ جلدوں پر مشتمل ہے پہلی اور دوسری جلد "ازالۂ نجاست" پر مشتمل ہے، تیسری، چوتھی اور پانچویں جلد "رفعِ حدث" پر مشتمل ہے اور کتاب کبار علماء کے راجح فقہی فیصلوں کا ڈاکیومنٹ ہے:

1) فقہ مقارن اور الفقہ الراجح بالدلیل کے نقولات۔

2) مبتدئین طلبۂ فقہ کو فقہ کی چاشنی کا ذائقہ چکھنے کا سنہرا موقع۔

3) مبتدئین طلبۂ حدیث کو تخریج وعلم الرواۃ کے علم کی تشویق کی ایک پہل۔

4) بعض مقامات پر اہم فقہی مباحث میں المغنی، المجموع للنووی، بدائع الصنائع، بدایۃ المجتہد "الفقہ علی المذاهب الأربعة" للشیخ عبد الرحمن بن محمد عوض الجزیری مصری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی: 1360ھ) کے دور سے پہلے کی کتابوں سے مذاہب اربعہ کے معتبر فقہاء کے کتب سے اقتباسات نقل کر کے اسکا ترجمہ

پیش کیا گیا ہے، کیونکہ اہل علم نے ہمیں درس میں بتایا کے علامہ الجزیری رحمۃ اللہ علیہ نے "الفقه على المذاهب الأربعة" کتاب میں اقوال ائمہ کی نسبت میں چوک کی ہے لہذا وہ غیر معتمد ہے حوالوں میں، لہذا میں نے اصل مصادر سے اقوال کی نسبت نقل کر کے ان اقتباسات کے ترجمہ کئے ہیں جس کے لئے کئی مہینے لگ گئے اور کمر توڑ محنت لگی اور مشینی ترجمہ سے اطمئنان حاصل نہیں ہوتا ﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ﴾۔

5) امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کے کتب کا مراجعہ، فقہ حنفی کی نسبت کے لئے، امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ کی شرح السنۃ، امام ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ کی کتب، وسنن الترمذی، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اورامام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال وغیرہ جو پانچویں صدی سے پہلے کے کتب ہیں ان کے حوالوں کا اہتمام شامل ہے۔

6) جدید وقدیم مسائل وفتاوی کے لئے کبار علماء کے تحقیقی مقالات کا اندراج۔

ازالہ نجاست اور رفع حدث کے موضوعات کا جامع احاطہ:

زیرِ نظر کتاب میں ازالۂ نجاست اور رفع حدث کے تمام ضروری مسائل کا جامع احاطہ کیا گیا ہے مثلاً: وضو، غسل، تیمم، حیض ونفاس اور استحاضہ کی حالت میں طہارت اور ناپاکی کی مختلف اقسام اور اس بابت پائے جانے والے مختلف فقہی آراء اور اس کی وضاحت شامل کی گئی ہیں تاکہ قارئین کو اس سے متعلق مختلف فیہ مسائل سمجھنے اور ارجح جاننے میں آسانی ہو۔

مختلف فقہی آراء کی اہمیت اور افادیت:

زیر نظر کتاب میں فقہائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کے درمیان پائے جانے والے مختلف اقوال کو بھی نقل کیا گیا ہے جیسے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور امام داود ظاہری رحمۃ اللہ علیہ کی آراء کا موازنہ کیا گیا ہے تاکہ قارئین مختلف مکاتب فکر کو سمجھ سکیں اور ان کے سبب الخلاف کو جانے (إذا عُرف السبب بطل العجب) اور ترجیح بالدلیل کا مزاج اپنائے، اس

بارے میں قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس کی روشنی میں مختلف آراء پیش کی گئی ہیں۔

اس کتاب کو تیار کرنے کے لئے 6 سال کیوں لگے ؟

اسکے جواب کا اندازہ اسی وقت ہو گا جب 5 جلدوں کی اس ضخیم کتاب کو گہرائی کے ساتھ پڑھا جائیگا ان شاء اللہ، کئی ماہ تو دن کے ساتھ مکمل راتیں بھی لگ گئیں الحمد للہ، چار مسالک کے فقہی أقوال جمع کر کے اردو میں ترجمہ کرنا مقارنہ اور ترجیح تک پہنچنے کے لئے، سارے جدید اور قدیم مصادر و کتب کا مطالعہ کرنا یہ کافی وقت طلب کام ہے، اللہ ہی کا فضل کہ یہ اسکی توفیق سے ممکن ہو سکا-﴿ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ﴾۔

اس کتاب کا اجمالی تعارف مندرجہ ذیل ہے

عصر حاضر میں طہارت کے مسائل:

یہ کتاب عصر حاضر کے حالات میں طہارت کے مسائل پر بھی روشنی ڈالتی ہے، جیسے جدید طبی مسائل، طبی طریقہ کار، اور انسانی جسم کی صفائی سے متعلق مسائل، جو ازالۂ نجاست اور رفع حدث میں اہمیت رکھتے ہیں۔

طہارت عبادات کی صحت اور قبولیت کا اولین ذریعہ:

ازالۂ نجاست اور رفع حدث کے قدیم وجدید مسائل اور فتوے:

کتاب میں قدیم وجدید مسائل اور ان کے حل کے لیے فتویٰ بھی شامل کیے گئے ہیں۔

مستدل روایات، تحقیق اور تخریج:

ہر ایک مسئلہ میں مستدل روایات پیش کی گئی ہیں نیز روایات میں پائے جانے والے صحیح اور ضعیف کی نشاندہی بھی کر دی گئی ہے احادیث پر خصوصیت کے ساتھ محدث العصر الشیخ محمد ناصر الدین

البانی رحمۃ اللہ علیہ کی تحکیم لگائی گئی ہے اور دیگر علمائے کرام کی تحقیقات بھی نقل کی گئی ہیں اور حسبِ ضرورت رواۃ کا مختصر تعارف بھی پیش کیا گیاہے تاکہ حدیث سے متعلق علمائے کرام کی تحقیقات کو سمجھنے میں آسانی ہو۔

مصادر اور مراجع:

مصادر اور مراجع کا خاص اہتمام کیا گیاہے تاکہ اگر کوئی شخص حوالوں کو کراس چک کرناچاہے تو آسانی کے ساتھ کراس چک کرسکے نیز کتب اور ابوابِ کتب کا حوالہ اور ناشر کا نام بھی درج کر دیا گیاہے تاکہ تمام حوالجات مکمل رہیں۔

مضامین کی گہرائی اور زبان کی سادگی کا امتزاج:

اس کتاب میں فنی و علمی مواد کو نہایت سادہ اور سمجھنے کے لیے آسان اردو زبان میں پیش کیا گیاہے، اور اصل عربی متن بھی نقل کیا گیاہے اس کتاب کے مضامین کی گہرائی اور زبان کی سادگی دونوں کا امتزاج قارئین کے لیے فائدہ مند ثابت ہو گا ان شاء اللہ۔

نظرِ ثانی:

اس کتاب کی چار جلدوں (1 تا 4) پر فضیلۃ الشیخ رضاء اللہ عبد الکریم المدنی رحمۃ اللہ علیہ نے نظرِ ثانی فرمائی ہے پانچویں جلد زیر ترتیب ہے ان شاء اللہ۔

ہدیہ تشکر:

آخر میں تمام احباب کا دل کی گہرائیوں سے شکر گزار ہوں جنہوں نے دامے درمے سخنے ہمارے معاون ومددگار رہے خصوصاً فضیلۃ الشیخ رضاء اللہ عبد الکریم المدنی رحمۃ اللہ علیہ کا شکر گزار ہوں جنہوں نے اس کتاب کی تمام جلدوں پر نظرِ ثانی فرمائی اور ان تمام حضرات کا بھی میں شکر گزار ہوں جن کی ہمیں اس

کام کی تکمیل میں فنی معاونت(کمپوزنگ ، پروف ریڈنگ وغیرہ) حاصل رہی جیسے جناب علی اویس صاحب اور شیخ عبد الواسع عمری جزاهم الله خیرا، تمام حضرات کا میں دل کی گہرائیوں سے شکر گزار ہوں اور اللہ سبحانہ وتعالی سے دعا گو ہوں کہ اللہ سبحانہ وتعالی ہم سب کی اس چھوٹی سی کوشش کو قبول فرمائے،میرے لیے اور تمام معاونین کے لیے آخرت کا توشہ بنائے، آمین۔

الحمد لله رب العالمين، وصلى الله وسلم وبارك على عبده ورسوله نبينا محمد وعلى آله وأصحابه أجمعين

والسّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

دکتورارشد بشیر عمری مدنی وفقہ اللہ

تاریخ:26/مارچ/2025ء

مطابق:25/رمضان/1446ھ



الباب الثانی

(رفعِ حدث)

وضو کے فضائل

1) وضو کے ذریعے قیامت کے دن چمک حاصل ہو گی۔

(صحیح بخاری:136)

2) وضو آدھا ایمان ہے۔

(سنن ترمذی:3517، صحیح)

3) وضو کرنے والے کے پچھلے (صغیرہ) گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔

(صحیح مسلم:229)

4) وضو کرنے سے جسم کے سارے (صغیرہ) گناہ جھڑ جاتے ہیں۔

(صحیح مسلم:244)

5) جو مسلمان اچھی طرح وضو کرے اور کھڑا ہو کر دو رکعات نماز پڑھے تو اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے۔

(صحیح مسلم:234)

6) روزِ قیامت مومن کا زیور ان اعضاء تک رہے گا جن اعضاء تک وضو کا اثر پہنچے گا۔

(صحیح مسلم:250)

7) سردی اور تکلیف میں وضو کامل طور پر کرنے سے (صغیرہ) گناہ دُھل جاتے ہیں اور اس سے درجات بلند ہوتے ہیں۔

(صحیح مسلم:251)

8) وضو کرنے والوں میں روز قیامت ایسے آثار نمایاں ہوں گے جن کے ذریعے پہچان لیا جائے گا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی امت کے لوگ ہیں۔

(صحیح مسلم:249)

9) ایک مومن ہی وضو کا کثرت سے اہتمام کرتا ہے۔

(سنن ابن ماجہ:277)

نوٹ:اس کتاب میں طہارت کے تفصیلی مسائل داخل نہیں کیے گئے کیونکہ اس کے لیے ہماری ایک تفصیلی کتاب آرہی ہے اِن شآءاللہ۔

نماز کے فضائل

1) نماز اسلام کا توحید کے بعد دوسرا اہم رکن ہے۔

(صحیح بخاری:8، صحیح مسلم:16)

2) روزانہ باقاعدگی سے پانچ نمازیں ادا کرنے سے تمام صغیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

(صحیح بخاری:528، صحیح مسلم:667)

3) نماز گناہوں کی آگ کو ٹھنڈا کرتی ہے۔

(صحیح الترغیب:358)

4) پانچوں نمازیں باقاعدگی سے ادا کرنے والا قیامت کے دن صِدّیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔

(صحیح الترغیب:361)

5) رات کی تاریکی میں مسجد میں آنے والے نمازیوں کے لیے قیامت کے دن مکمل نور کی خوش خبری ہے۔

(سنن ابی داود:561)

6) مسجد میں آنے والے نمازی اللہ کے ملاقاتی ہیں جن کو اللہ تعالی یقیناعزت بخشتا ہے۔

(صحیح الترغیب:320)

7) نماز رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

(صحیح نسائی:3680)

8) نماز نور ہے۔

(صحیح مسلم:223)

نوٹ:اس کتاب میں نماز کے تفصیلی مسائل داخل نہیں کیے گئے کیونکہ اس کے لیے ہماری ایک

تفصیلی کتاب آرہی ہے اِن شآء اللہ۔

سوال[1]

نماز کے صحیح ہونے کے لیے کیا شرائط ہیں؟

جواب کا متن

اصولی علمائے کرام کے پاس شرط کا مطلب ہے کہ: جس کے عدم سے عدم لازم آئے لیکن وجود سے وجود لازم نہ آئے۔ [یعنی: جس چیز کی عدم موجودگی سے متعلقہ فعل کالعدم قرار پائے لیکن اس کے پائے جانے سے متعلقہ فعل کا پایا جانا لازم نہ ہو۔ مترجم]، تو نماز کے صحیح ہونے کی شرائط سے مراد ایسی چیزیں ہیں جن کے پائے جانے پر نماز صحیح ہو گی، یعنی اگر ان شرائط میں سے کوئی ایک شرط بھی معدوم ہو تو نماز صحیح نہیں ہو گی، یہ شرائط درج ذیل ہیں:

پہلی شرط :

نماز کا وقت شروع ہو جائے، یہ نماز کی اہم ترین شرط ہے بلاعذر وقت شروع ہونے سے قبل نماز ادا کرنے پر نماز نہیں ہو گی، اس پر تمام علمائے کرام کا اجماع ہے، کیونکہ فرمانِ باری تعالی ہے:

إِنَّ الصَّلاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَاباً مَوْقُوتاً

ترجمہ: یقیناً نماز مومنوں پر وقت مقررہ پر فرض ہے۔ [النساء:103]

اللہ تعالی نے نمازوں کے اوقات مجمل طور پر قرآن کریم میں ذکر کیے ہیں، چنانچہ فرمانِ باری تعالی ہے:

أَقِمِ الصَّلاةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ إِلَى غَسَقِ اللَّيْلِ وَقُرْآنَ الْفَجْرِ إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوداً

ترجمہ: آپ زوال آفتاب سے لے کر رات کے اندھیرے تک نماز قائم کریں، اور فجر کے

---

[1] https://islamqa.info/ur/answers/107701/%D9%86%D9%85%D8%A7%D8%B2-%DA%A9%DB%92-%D8%B5%D8%AD%DB%8C%D8%AD-%DB%81%D9%88%D9%86%DB%92-%DA%A9%DB%8C-%D8%B4%D8%B1%D8%A7%D9%89%D8%B7

وقت قرآن (پڑھنے کا التزام کیجئے) کیونکہ فجر کے وقت قرآن پڑھنے پر فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔[بنی اسرائیل:78]

تو اس آیت کریمہ میں زوال شمس سے لے کر رات کے اندھیرے تک یعنی آدھے دن سے لے کر آدھی رات تک کا ذکر ہے جس میں چار نمازیں ظہر، عصر، مغرب اور عشا آتی ہیں، پھر ان نمازوں کے اوقات رسول اللہ ﷺ نے سنت مبارکہ میں تفصیل سے بیان کیے ہیں

دوسری شرط :

ستر ڈھانپنا، چنانچہ اگر کوئی شخص بلاعذر ستر کھولے نماز پڑھے تو اس کی نماز صحیح نہیں ہوگی؛ کیونکہ فرمانِ باری تعالی ہے:

يَا بَنِي آدَمَ خُذُواْ زِينَتَكُمْ عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ

ترجمہ: اے بنی آدم! تم ہر نماز کے وقت اپنی زینت اپناؤ۔[الاعراف:31]

امام ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ کا قول

"اہل علم کا اجماع ہے کہ جس شخص کے پاس لباس بھی ہو اور لباس پہننے کی قدرت بھی رکھتا ہو لیکن وہ لباس چھوڑ کر برہنہ حالت میں نماز پڑھ لے تو اس کی نماز فاسدہ ہے۔

تیسری اور چوتھی شرط:

طہارت، یہ دو قسم کی ہوتی ہے: حدث سے پاکیزگی اور نجاست سے پاکیزگی۔

1) حدث اکبر اور اصغر سے پاکیزگی، لہذا اگر کوئی شخص بے وضو حالت میں نماز پڑھے تو اس کی نماز تمام علمائے کرام کے اجماع کے مطابق صحیح نہیں ہوگی؛ کیونکہ صحیح بخاری:(6954) میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ:(اللہ تعالی تم میں سے کسی بے وضو ہونے والے کی نماز اس وقت تک قبول نہیں کرتا جب تک وہ وضو نہ کرلے)

2) نجاست سے طہارت، چنانچہ اگر کوئی شخص ایسی حالت میں نماز ادا کرے کہ اسے نجاست لگی ہوئی ہو اور اسے اس نجاست کا علم بھی ہو تو اس کی نماز صحیح نہیں ہو گی۔

نمازی کو نجاست سے تین جگہوں میں بچنا چاہیے

پہلی جگہ: بدن، لہذا پورے بدن پر کوئی نجاست نہ لگی ہوئی ہو، اس کی دلیل صحیح مسلم:(292) میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ: (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گزرے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان دنوں کو عذاب دیا جا رہا ہے، لیکن انہیں کسی بہت بڑے گناہ میں عذاب نہیں دیا جا رہا، ان میں سے ایک چغلی کیا کرتا تھا، اور دوسرا شخص پیشاب سے نہیں بچتا تھا۔۔۔) الحدیث

دوسری جگہ: لباس، اس کی دلیل صحیح بخاری:(227) میں سیدہ اسماء بنت ابو بکر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، آپ کہتی ہیں: (ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہنے لگی: ہم میں سے کسی کو حیض آجاتا ہے اور وہ کپڑے کو لگ جائے تو کیا کرے؟ آپ نے فرمایا: اسے کھرچ لے، اور پانی سے مل لے اور اس پر پانی بہا لے، اور نماز پڑھ لے۔)

تیسری جگہ: نماز کی جگہ پاک ہو، اس کی دلیل صحیح بخاری میں سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: (ایک بدو شخص نے مسجد میں آکر مسجد کے کونے میں پیشاب کر دیا، تو لوگوں نے اسے روکا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو روکنے سے منع کیا، پھر جب وہ پیشاب سے فارغ ہو گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی سے بھرے ہوئے ایک ڈول کا حکم دیا اور اس پر بہا دیا گیا۔)

پانچویں شرط :

قبلہ رخ ہونا، چنانچہ بلا عذرِ شرعی غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھنے سے نماز نہیں ہوتی کیونکہ فرمانِ باری تعالی ہے:

فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ

ترجمہ: اپنا چہرہ مسجد الحرام کی جانب پھیر لے، اور تم جہاں بھی ہو تو تم اپنے چہروں کو اسی کی طرف پھیر لو۔[البقرۃ:144]

اور اسی طرح نماز میں غلطی کرنے والے کی حدیث میں نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ:(پھر قبلہ رخ ہو جاؤ اور تکبیر کہو۔(بخاری 6667)

چھٹی شرط :

نیت، چنانچہ اگر کوئی شخص بغیر نیت کے نماز پڑھے تو اس کی نماز باطل ہے، جیسے کہ صحیح بخاری:(01) میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:(یقیناً اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے، اور یقیناً ہر شخص کے لیے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی۔) چنانچہ اللہ تعالی کسی بھی عمل کو نیت کے بغیر قبول نہیں فرماتا۔

نوٹ: سابقہ تمام چھ شرائط نماز کے ساتھ خصوصی طور پر منسلک ہیں، یہاں قبولیتِ عبادت کی عمومی شرائط بھی شامل ہوں گی، جو کہ درج ذیل ہیں:

7) اسلام
8) عقل
9) شعور (یا بلوغت)[2]

اس بنا پر نماز کے صحیح ہونے کی کل شرائط 9 ہوئیں۔

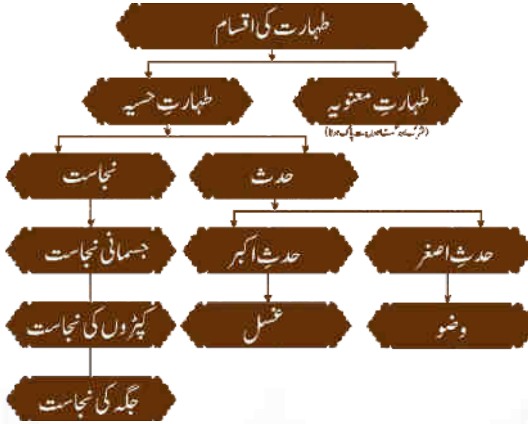
1 اسلام، 2 عقل، 3 شعور (یا بلوغت)، 4 وضو کی نیت، 5 نجاست سے پاکی، 6 حدث سے پاکی، 7 ستر ڈھانپنا، 8 وقت کا شروع ہونا، 9 قبلہ رخ ہونا۔



[2] حنبلی علماء کے نزدیک سن تمییز وشعور ہے نماز کی فرضیت کے لیئے شرط ہے جبکہ جمہور کے نزدیک بلوغت شرط ہے۔

طہارت کی اقسام سے متعلق تمہیدی معلومات

- طہارتِ حقیقیہ: نجاست سے طہارت
- طہارتِ حکمیہ: حدث سے طہارت



حدث کا لغوی معنی اور اصطلاحی مفہوم:

"حَدَث أصغر ":اصطلاح میں حدث اَصغر اس حکمی نجاست کی حالت یا عمل (عدم طہارت کی حالت)کو کہتے ہیں جس سے وضوء ٹوٹ جائے، اس کو فقہی اصطلاح میں محدث ہونا کہا جاتا ہے اور اس حالت میں وضوء لازم ہو جاتا ہے حدث کی بعض مثالیں حسبِ ذیل ہیں:

- " الْغَائِطُ "قضائے حاجت پاخانہ سے فارغ ہونا۔
- " الْبَوْلُ "پیشاب سے فارغ ہونا۔
- "الرِّیحُ "ہوا کا خارج ہونا۔
- " الْوَدْيُ "پیشاب سے پہلے یا پیشاب کے بعد نکلنے والا پانی جو بغیر شہوت کے نکلتا ہے۔
- "الْمَذْيُ "غیر ارادی طور پر پیشاب کی جگہ سے پتلہ پانی نکلنا۔ جو شہوت سے بھی نکلتا ہے۔
- گہری نیند، نشہ یا جنون کا طاری ہو جانا۔

مذکورہ تمام چیزیں حدیثِ اصغر کہلاتی ہیں،(حدثِ اکبر وہ ہے جس کی وجہ سے غسل واجب ہو جاتا ہے

اس کی تفصیل غسل میں بیان کی جائے گی ان شاء اللہ) بالعموم ان وجوہات کی بنیاد پر وضوء واجب ہو جاتا ہے۔

رفع الحدث

- حدثِ اصغر (چھوٹی نجاست) کی حالت کو ختم کرنے کا طریقہ: **وضو**

اسبابِ حدث اَصغر: بول (پیشاب)، براز (پاخانہ)، ہوا خارج ہونا، مذی اور ودی، گہری نیند و عقل کا مغلوب یا ماؤف ہونا وغیرہ۔

- حدثِ اکبر (بڑی نجاست) کی حالت کو ختم کرنے کا طریقہ: **غسل**

اسبابِ حدث اَکبر: جنابت، حیض و نفاس وغیرہ۔



الفصل الاول

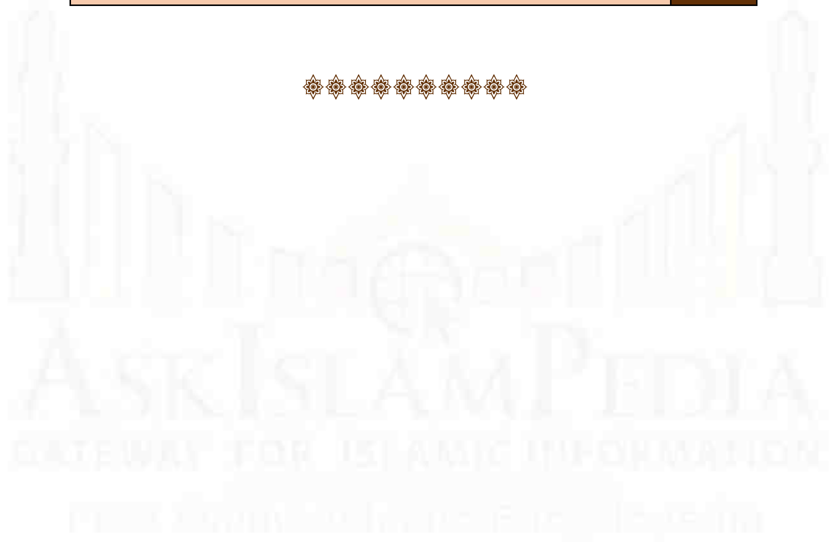
وضوء سے متعلق مختصر معلومات

1۔ وضو سے متعلق (مختصر معلومات)
کھانے والی جن اشیاء پر وضو نہیں اور جس پر وضو ہے اس کا ذکر:
گوشت (اونٹ کے گوشت کے علاوہ)، مچھلی، انڈا کھانے پر وضو نہیں۔
آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے پر وضو کرنا واجب نہیں۔
دودھ پینے پر وضو نہیں البتہ کلی کرنا مستحب ہے۔
اونٹ کا گوشت کھانے پر وضو کرنا واجب ہے۔

(اخطاء الوضوء) وضو میں کی جانے والی عام غلطیاں	
1	یہ سمجھنا کہ ہر نماز کے لیے نیا وضو کرنا فرض ہے۔
2	یہ سمجھنا کہ ہر وضو سے پہلے شرمگاہ کو دھونا فرض ہے۔
3	وضو کی نیت الفاظ کے ساتھ کرنا۔
4	بسم اللہ بھول جانے پر پھر سے وضو کرنا۔
5	ہتھیلیوں کو دھوئے بغیر ہاتھوں کو پہنچوں یا کہنیوں تک دھونے سے شروع کرنا۔
6	یہ سمجھنا کہ اعضائے وضو کو تین تین مرتبہ دھونے سے ہی وضو پورا ہوتا ہے۔
7	وضو کے دوران تنگ انگھوٹی کو حرکت نہ دینا۔
8	کلی اور ناک میں پانی چڑھانے کو ضروری نہ سمجھنا۔
9	کان کی لو تک پہنچے بغیر چہرے کو صرف آگے سے دھونا۔
10	یہ سمجھنا کہ وضو کے دوران بات کرنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔
11	پورے سر کا مسح نہ کرنا۔
12	گردن کا مسح کرنا۔

13	عورتوں کا پالش والے ناخنوں پر مسح کرنا۔
14	یہ سمجھنا کہ اعضائے وضو کو تیل یا چکنائی لگی ہوئی ہے تو وضو ناقص ہے۔
15	سر کے مسح سے پہلے ہاتھوں کو چومنا اور آنکھوں سے مس کرنا۔
16	یہ سمجھنا کہ کان کے مسح کے لیے نیا پانی لینا لازم ہے۔
17	صرف اندرونی کانوں کا مسح کرنا۔
18	وضو کے دوران دعا اور اذکار پڑھنا۔





2۔ وضو کا لغوی اور اصطلاحی معنی

1۔ وُضوء کی لغوی تعریف

وُضوء، وَضاءۃ سے ماخوذ ہے، جس کا معنی "خوبصورتی، رونق اور پاکیزگی" ہیں۔

اور 'وُضوء' واو کے ضمہ کے ساتھ، وضوء کے فعل کو کہتے ہیں اور فتح کے ساتھ: اس پانی کو کہتے ہیں جو وضوء کے لئے تیار کیا جاتا ہے اور " مِیضأَۃ" میم کے کسرہ کے ساتھ، اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں وضوء کیا جاتا ہے۔

(جوھري کی کتاب "الصحاح"(1/81)، ابن منظور کی کتاب "لسان العرب"(1/194)

2۔ وُضوء کی اصطلاحی تعریف

اللہ عزوجل کی عبادت کے لئے مخصوص اعضاء کو مخصوص طریقہ پر دھویا جائے[3]

3 شروطِ وضوء

3۔شروط اور وجوب:

1) **اسلام**۔(احناف کے نزدیک یہ شرط وجوب ہے جبکہ جمہور کے نزدیک شرط وجوب وصحت ہے)

2) **عقل**۔(نہ ہو تو وضوء، نہ واجب ہے اور نہ صحیح ہے)

---

[3] ابن عثیمین فرماتے ہیں:(اگر اس تعریف پر اعتراض کیا جائے کہ یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ وضوء کے اعضاء کو تو دھویا جاتا ہے لیکن سر کو نہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تعریف، وضوء میں غالب و اکثر اعضاء کو دھوئے جانے کے اعتبار سے کی گئی ہے)۔ "الشرح الممتع"(1/183)۔ اور ابن نجیم وضوء کی تعریف میں فرماتے ہیں:(تین اعضاء کو دھویا جائے اور سر کے چوتھائی حصہ پر مسح کیا جائے)۔ ابن نجیم کی کتاب "البحر الرائق"(1/10)۔ اور شرعی اعتبار سے وضوء کی تعریف کرتے ہوئے بھوتي فرماتے ہیں:(چار اعضاء: چہرہ، دونوں ہاتھ، سر اور دونوں قدموں کی پاکی کے لئے پاک پانی کا استعمال، ایک مخصوص طریقہ پر، ترتیب کے ساتھ اور تمام فرائض میں موالات کو ملحوظ رکھتے ہوئے کیا جائے)۔ بھوتي کی کتاب "کشاف القناع"(1/82)۔

3) **بالغ**۔(اگر بالغ نہ ہو تو، وضوء واجب نہیں البتہ اگر نابالغ وضوء کرلے تو اسکا وضوء صحیح ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ سن تمییز کو پہنچ چکا ہو)

4) **پانی کا وجود**۔(حنفیہ وشافعیہ نے کہا پانی کا وجود شرط ہے اور بعض فقہاء نے کہا کہ پاک پانی کا وجود شرط ہے[حنابلہ])

5) **وضوء کے منافی امور سے خالی ہونا شرط ہے**: جیسے حیض ونفاس۔(یہ شرط وجوب وشرط صحت ہے بعض فقہاء نے کہا کہ اگر جنبی وضوء کرنے چاہے تاکہ تخفیف یا تبرد(ٹھنڈک) کا احساس ہو تو مشروع ہے جیسا سونے والا وضوء کرلیتا ہے)

6) **پانی کے استعمال پر قادر ہو**۔(اگر ہاتھ ہی نہ ہو تو اس عضوء پر وضوء کا پانی پہنچانا واجب نہیں)اذا فات الشرط فات المشروط)

7) **پانی پاک ہونا شرط ہے** اور یہ بھی شرط ہے کہ استطاعت ہو اور اس کے استعمال میں عاجز نہ ہو۔

شروط صحت

1) پانی کو پہنچنے سے روکنے والی چیزوں کا ازالہ ضروری ہے(تعمیم الوضوء ہو: اعضاء وضوء تک پانی پہنچانا ضروری ہے، اگر استطاعت ہو اور ممکن ہو کیونکہ بلاعذر اگر کوئی عضو سوکھا رہ جائے تو وضوء صحیح نہ ہو گا۔

2) صحتِ وضوء کے لئے(صفۃ الوضوء) وضوء کا طریقہ جاننا ضروری ہے(جیسے فرض وسنن کی معرفت یا وضوء کا صحیح طریقہ کا جاننا ضروری ہے)

3) نیت۔

وضو کی دل میں نیت کرنا شرط بھی ہے اور رکن بھی(إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ)

سب سے پہلے وضوء کی دل میں نیت کرنی چاہئے(طہارت حاصل کرنا رفع حدث کی نیت سے یا نماز ادا کرنے کی نیت سے)

4) اصحابِ عذر کے لئے شروط صحت کی تفصیلات الگ ہیں جو مفصل ذکر کی جائیں گی ان موضوعات کے ضمن میں ان شاء اللہ

5) یہ شرط نہیں ہے کہ وقت داخل ہو، البتہ بعض فقہاء کہتے ہیں کہ جو دائمی حدث کا شکار ہو اور جن کو پیشاب کی تھیلی لگادی گئی ہو ان کے لئے وقت سے پہلے وضوء کر لینا صحیح نہیں۔

4 فرائض[4] الوضوء[5] (ارکان وضوء)

---

[4] نوٹ: بعض فقہاء نے واجبات، بعض فقہاء نے فروض اور بعض نے ارکان سے تعبیر کیا ہے اللہ تعالیٰ قرآنِ مجید میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ﴾

(سورۃ المائدۃ، سورۃ نمبر 5، آیت نمبر: 6)

"اے ایمان والو! جب تم نماز کے لئے اٹھو تو اپنے منہ کو، اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھولو اپنے سروں کا مسح کرو اور اپنے پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھولو۔"

لہٰذا جو کوئی نماز کا ارادہ کرے تو اس پر فرض ہے کہ وہ نماز سے پہلے وضو کرے تمام علمائے کرام کا اس بات پر اجماع ہے۔

[5] فرائض الوضوء (ارکان)

وضو کے فرائض

شیخ ابن عثیمین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

((والمراد بفروض الوُضُوء هنا أركانُ الوُضُوء وبهذا نعرف أن العُلماء ـ رحمهم الله ـ قد ينوّعون العبارات، ويجعلون الفروضَ أركاناً، والأركان فروضاً))

یعنی کہ وضو کے فرائض سے یہاں پر ارکانِ وضو مراد ہیں، اس سے ہم سمجھ سکتے ہیں کہ علمائے کرام اس کے لئے مختلف عبارات کا استعمال کرتے ہیں لہٰذا وضو کے فرائض کو ارکان سے تعبیر کرتے ہیں اور کبھی ارکان کو فرائض سے تعبیر کرتے ہیں۔

((قوله: فُروضُهُ سِتَّةٌ))

کہ وضو کے چھ (6) فرائض ہیں:

وضو کے فرائض (واجبات)

1) نیت :(طہارت حاصل کرنا(رفع حدث کی نیت) یانمازادا کرنے کی نیت
وضو کی دل میں نیت کرنا شرط بھی ہے اور رکن بھی (شیخ بن باز رحمۃ اللہ علیہ نے نیت اوراستصحابھا سے تعبیر کیا) سب سے پہلے وضوء کی دل میں نیت کرنی چاہیئے (طہارت

---

1) "غسل الوجه"، هذا هو الفرض الأول(چہرہ دھونا)
2)"وغسل اليدين"، هذا هو الفرضُ الثَّاني (دونوں ہاتھ دھونا)
3)"ومسحُ الرَّأس"، هذا هو الفرضُ الثَّالثُ (سر کا مسح کرنا)
4)"وغَسْلُ الرِّجلين"، وهذا هو الفرض الرَّابع (دونوں پیروں کو دھونا)
5)"والتَّرتيبُ"، وهو أن يُطهَّر كلُّ عضو في محلِّه، وهذا هو الفرض الخامس (ترتیب کے ساتھ تمام اعضائے وضو کو دھونا)
6)"والموالاة"، هذا هو الفرض السَّادس (ایک عضوء کے سوکھنے سے پہلے دوسرے عضوء کو دھونا)
(الشرح الممتع على زاد المستقنع لابن العثيمين: 1/ 191-183، الناشر: دار ابن الجوزی)

فرائضِ وضو شیخ بن باز رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی :

شیخ بن باز رحمۃ اللہ علیہ فرائض وضو کے بارے میں کہتے ہیں:

((فإن الله -جل وعلا- شرع لعباده الوضوء عند إرادة الصلاة، قال سبحانه: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ [المائدة:٦] الآية، فهذا يدل على وجوب استعمال الوضوء الشرعي على ضوء ما ذكرته الآية الكريمة، وقد فسر النبي ﷺ ذلك بفعله -عليه الصلاة والسلام-، فدل ذلك على أنه لا بد لمن قام إلى الصلاة من الوضوء الشرعي إذا كان على غير طهارة، وهو كما بينه الله: غسل الوجه، ثم غسل اليدين مع المرفقين، ثم مسح الرأس، ثم غسل الرجلين، وهذا فرض، والمفترض مرةً مرة))

وضو کے ان واجبات کو پورا کرنالازم ہے اگر ان میں سے کوئی ایک بھی چھوٹ جائے تو وضو مکمل نہیں کہلاتا۔

نوٹ: یہاں پر فرائض وضو کے بارے میں مختصر ذکر کیا گیا آگے صفحات میں اس کی تفصیل پیش کی جائے گی ان شاء اللہ۔

حاصل کرنا رفع حدث کی نیت سے یا نماز ادا کرنے کی نیت سے)

2) تسمیہ (بسم اللہ کہنا) اگر یاد رہے کیونکہ "بسم اللہ" کہنا واجب ہے یاد رہنے پر لیکن اگر بھول گئے تو معاف ہے اور وضوء صحیح ہے ثوابِ دعاء سے محرومی ہے

3) کلی کرنا ایک مرتبہ واجب ہے اور ایک سے زیادہ یعنی تین مرتبہ کرنا سنت ہے (تمام المنۃ)

4) اور ناک میں پانی لینا اور صاف کرنا ایک مرتبہ

5) چہرہ کا دھونا۔ ایک مرتبہ

6) داڑھی کا خلال[6]

7) ہاتھ دھونا انگلیوں کے سرے سے کہنیوں تک۔ ۔ ایک مرتبہ

8) ہاتھ کی انگلیوں کا خلال

9) سارے سر کا مسح کرنا اور کانوں کا مسح کرنا۔ ایک مرتبہ

10) دونوں پیر ٹخنوں تک اور ٹخنہ سمیت دھونا۔ ایک مرتبہ

11) قدم (پاوں کی انگلیوں کا خلال)

12) ترتیب ،فرائضِ وضوء میں شامل ہے جمہور کے پاس [لیکن شیخ البانی نے ترجیح دی ہے

---

[6] قال شَيخنا –حفظه الله تعالى– بعد أن ذكر قول الشوكاني في "السيل الجرّار" (١/ ٨١) حول وجوب المضمضة والاستنشاق والاستنثار: "ثمّ ذكر مثل ذلك في تخليل اللحية (تحت رقم ٦)، وهو الصواب، وينبغي أن يُقال ذلك في تخليل الأصابع أيضاً؛ لثبوت الأمر به عنه – صَلّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلّمَ ."–

عن أنس بن مالك –رضي الله عنه–: أنّ رسول الله – صَلّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلّمَ – كان إذا توضّأ؛ أخذ كفّاً من ماء، فأدخله تحت حنكه، فخلّل به لحيته، وقال: "هكذا أمَرني ربي عز وجل أخرجه أبو داود "صحيح سنن أبي داود" (١٣٢)، والبيهقيّ عنه

دوسرے قول کو اور کہا: مسنون[7] ہے واجب یا فرض کی دلیل نہیں]۔

13) موالاۃ: فرائض وضوء میں سے ہے، ایک عضو اور دوسرے عضوء کے دھونے میں اتنا فاصلہ یا دیری نہ ہو کہ عضوء سوکھ جائیں یا عرف میں تاخیر سمجھی جائے۔

5-سنن الوضوء (مسنون اعمال-وضو کی سنتیں)

1) تسمیہ (بسم اللہ کہنا) سنت ہے لیکن بعض علماء کے نزدیک واجب ہے یاد رہنے پر (حنابلہ)

2) -مسواک[8]

---

[7] **دليل :** أُتي رسولُ اللهِ صلَّى اللهُ علَيهِ وسلَّمَ بوَضوءٍ ، فتوضَّأَ ، فغسل كفَّيه ثلاثًا ، ثمَّ غسل وجهَه ثلاثًا ، ثمَّ غسل ذراعَيه ثلاثًا ، ثمَّ مَضمضَ واستنشقَ ثلاثًا ، ومسحَ برأسِه وأُذنَيه ظاهرِهما وباطنِهما ، وغسل رجلَيه ثلاثًا

الراوي : المقدام بن معدي كرب | المحدث : الألباني | المصدر : تمام المنة | الصفحة أو الرقم : ٨٨ | خلاصة حكم المحدث : إسناده صحيح | التخريج : أخرجه أبو داود (١٢١)، وابن ماجه (٤٤٢)، وأحمد (١٧٢٢٧) باختلاف يسير

[8] وضوء کے ساتھ مسواک کرنا۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي أَوْ عَلَى النَّاسِ لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ مَعَ كُلِّ صَلَاةٍ))

"اگر مجھے اپنی امت یا لوگوں کی تکلیف کا خیال نہ ہوتا تو میں ہر نماز کے لیے ان کو مسواک کا حکم دے دیتا۔"

(صحیح البخاری، کتاب الجمعۃ، باب: جمعہ کے دن مسواک کرنا، حدیث نمبر :887۔ و صحیح مسلم:252[589]۔ وسنن ابوداود:46۔ و جامع الترمذی:167۔ و سنن النسائی:7۔ و سنن ابن ماجہ:690)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ سنت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے کسی حصے میں اٹھتے تو مسواک فرماتے، سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

((أَنَّهُ بَاتَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ، فَقَامَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ، فَخَرَجَ فَنَظَرَ فِي السَّمَاءِ، ثُمَّ تَلَا هَذِهِ الآيَةَ فِي آلِ عِمْرَانَ إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالأَرْضِ وَاخْتِلافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ حَتَّى بَلَغَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ

سورة آل عمران آية ۱۹۰ – ۱۹۱، ثُمَّ رَجَعَ إِلَى الْبَيْتِ فَتَسَوَّكَ وَتَوَضَّأَ، ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى))

"کہ وہ ایک رات رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس رہے، تو پچھلی رات کو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اٹھے اور باہر نکلے آسمان کی طرف دیکھا، پھر یہ آیت پڑھی جو سورۂ آل عمران میں ہے ﴿إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ﴾ سے ﴿فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ تک پھر لوٹ کر اندر آئے اور مسواک کی اور وضو کیا اور کھڑے ہو کر نماز ادا فرمائی۔"

(صحیح مسلم: کتاب الطہارۃ، باب مسواک کا بیان، حدیث نمبر:256[598])

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

((وَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَنُّ))

"سیدنا ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے نقل ہے کہ مسواک کرنی چاہیے۔"

(صحیح البخاری، کتاب الجمعۃ، باب: جمعہ کے دن مسواک کرنا)

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

((وَالسِّوَاكُ مُسْتَحَبٌّ فِي عُمُومِ الأَحْوَالِ، وَهُوَ فِي حَالَتَيْنِ أَشَدُّ اسْتِحْبَابًا: عِنْدَ الْقِيَامِ إِلَى الصَّلاةِ، وَعِنْدَ تَغَيُّرِ الْفَمِ بِنَوْمٍ أَوْ أَزْمٍ، أَوْ أَكْلِ شَيْءٍ يُغَيِّرُ الْفَمَ))

مسواک کرنا عام حالات میں استحباب کا باعث ہے اور دو حالتوں میں مسواک کا استحباب اور بھی زیادہ بڑھ جاتا ہے یعنی کہ اگر کوئی رات کو سو کر اٹھے تو مسواک کرے اور کھانا سے رکے رہنے پر مسواک کرے یا کہ کھانا کھانے کے بعد اگر منہ کا مزہ بدل گیا ہو تو مسواک کر لے۔

(شرح السنۃ للبغوی: 1/397، کتاب الطہارۃ، باب السواک، الناشر: المکتب الاسلامی، دمشق، بیروت)

نوٹ: علمائے کرام کہتے ہیں کہ ہر وضوء کے ساتھ مسواک لازم نہیں ہے البتہ ہر وضوء کے ساتھ مسواک کرنا مستحب عمل ہے۔

1) وضوء[9] کے ہر رکن کی ابتداء سیدھی طرف سے کرنا چاہیئے [10] بعض علماء کے نزدیک یہ واجبات میں سے ہے کیونکہ ابدأو بميامنكم میں امر وجوب کی طرف اشارہ کرتا۔

---

[9] وضوء میں اعضائے وضوء کو سیدھے جانب سے شروع کرنا چاہیئے مثلاً جب ہاتھ دھوئیں تو پہلے سیدھا ہاتھ دھونا چاہیئے پھر بایاں ہاتھ دھونا چاہیئے اسی طرح جب پیروں کا موقعہ آئے تو سب سے پہلے سیدھا پیر پھر بایاں پیر دھونا چاہیئے یہ سنت سے ثابت ہے چنانچہ ام المؤمنین سیدہ عائشہ بیان کرتی ہیں:

((كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْجِبُهُ التَّيَمُّنُ فِي تَنَعُّلِهِ وَتَرَجُّلِهِ وَطُهُورِهِ وَفِي شَأْنِهِ كُلِّهِ))

کہ رسول اللہ ﷺ جوتا پہننے، کنگھی کرنے، وضو کرنے اور اپنے ہر کام میں داہنی طرف سے کام کی ابتداء کرنے کو پسند فرمایا کرتے تھے۔

(صحیح البخاری، کتاب الوضوء باب: وضو اور غسل میں داہنی جانب سے ابتداء کرنا ضروری ہے، حدیث نمبر: 168)

سیدنا ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((إِذَا لَبِسْتُمْ وَإِذَا تَوَضَّأْتُمْ فَابْدَءُوا بِأَيَامِنِكُمْ)) (ابو داود کی حدیث کے یہی الفاظ ہیں)

"جب تم کپڑے پہنو اور جب وضو کرو تو اپنے داہنے سے شروع کرو"۔

(سنن ابو داود، کتاب اللباس، باب جوتے پہننے کا بیان، حدیث نمبر: 4141، شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ وجامع الترمذی: 1766۔ وسنن ابن ماجہ: 402)

[10] وضوء کے اعضاء دھونے میں دائیں جانب سے شروع کرنا مستحب ہے:

لیکن اگر کوئی دائیں کے بجائے بائیں سے شروع کرے تو اس کا وضوء درست ہو گا، اس مسئلہ میں اجماع ثابت ہے کہ اس کو دہرانے کی ضرورت نہیں۔ ابن منذر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: (علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ دائیں کے بجائے بائیں سے وضوء شروع کرنے والے کو دوبارہ وضوء کرنے کی ضرورت نہیں)۔ "الإجماع" (ص: 35) امام ابن عبد البر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: (علماء کا اجماع ہے کہ دائیں سے قبل بایاں دھونے والے پر دوبارہ وضوء کرنا ضروری نہیں ہے) لیکن اگر وہ جان بوجھ کر ایسا کرتا ہے سنت کی مخالفت کا مرتکب ہے۔ "الاستذکار" (1/128)۔ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: (اگر طہارت میں دائیں سے پہلے بایاں شروع کر دیا تو وہ پسندیدہ عمل چھوڑنے والا ہو گا، میرے علم کے مطابق، اس کا وضوء بلا اختلاف تمام ائمہ کے نزدیک درست ہو گا" مجموع الفتاوی" (32/209)۔

نوٹ: درست ہونا الگ مسئلہ اور سنت کی مخالفت الگ اور مخالفتِ سنت بہر حال ناپسندیدہ ہے (شیخ رضا)۔

ہے لیکن دوسرے علماء کہتے ہیں مستحب ہے [11],[12]

[11] حكم تقديم اليُسرى على اليُمنى في الوضوء
السؤال:في الوضوء لو قدَّم اليُسرى على اليُمنى؟
الجواب:الصواب أنه لا يجوز، وفيه خلافٌ مشهور: الأكثر يرون أنه من باب الاستحباب، ولكن مواظبة النبي ﷺ على تقديم اليمين في يديه ورجليه -وهو المفسِّر لما أُجمل في القرآن- يقتضي ترجيح قول مَن قال بوجوب التيامن في هذا، وفي حديث أبي هريرة: إذا لبستُم وتوضَّأتُم فابدؤوا بميامنكم.
الحاصل أن الرسول ﷺ فسَّر الآية في قوله جلَّ وعلا: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ [المائدة:٦]، فعمله تفسير لهذا [عليه الصلاة والسلام]، وقد بدأ باليمين في يديه، وبدأ باليمين في رجليه، فالواجب الأخذ بذلك.
[12]السؤال:
سؤاله الأخير يقول: ما حكم بالبدء بالأعضاء الشمال قبل اليمين في الوضوء؟ وهل الصلاة أديت على هذا النحو صحيحة أم تجب إعادتها؟
الجواب:الشيخ: البداءة بالشمال قبل اليمين في الوضوء في غسل اليدين والرجلين خلاف السنة فإن السنة أن يبدأ الإنسان باليمين؛ لقول عائشة رضي الله عنها: «كان النبي صلى الله عليه وسلم يعجبه التيامن في تنعله وترجله وطهوره وفي شأنه كله»، ولقوله عليه الصلاة والسلام: «ألا فيمنوا، ألا فيمنوا، ألا فيمنوا »، فالبداءة باليمين أفضل، ولكن لو بدأ بالشمال فإنه يكون مخالفاً للسنة ووضوءه صحيح؛ لأنه لم يدع شيئاً واجباً في الوضوء، وترك السنن في العبادات لا يوجب فسادها وإنما يوجب نقصها، وكلما كانت العبادة أكمل كان أجرها أعظم، والحاصل أن وضوء هذا الرجل الذي بدأ بشماله قبل يمينه في وضوئه صحيح وصلاته التي صلاها بهذا الوضوء صحيحة. السؤال: حتى لو كان متعمداً لم يكن ناسياً؟
الشيخ: نعم ولو كان متعمداً؛ لأنه كما قلت: سنة وليس بواجب.
نوٹ: درست ہونا الگ مسئلہ اور سنت کی مخالفت الگ اور مخالفتِ سنت بہر حال ناپسندیدہ ہے (شیخ رضا)۔

1. وضوء کے شروع میں انگلیوں، ہتھیلیوں سمیت پہنچوں تک ہاتھ دھونا سنت ہے[13] لیکن نیند سے اٹھ کر ہاتھ دھونا واجب ہے (شیخ بن باز)

---

[13] سنت نبوی ﷺ کے دلائل

((عَنِ حُمْرَانَ مَوْلَى عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ دَعَا بِوَضُوءٍ فَتَوَضَّأَ، فَغَسَلَ كَفَّيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ مَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ۔۔۔ثُمَّ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوئِي هَذَا۔۔۔))

سیدنا حمران رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جو سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے مولیٰ (آزاد کئے ہوئے غلام) تھے، کہ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے وضو کا پانی منگوایا اور وضو کیا، تو پہلے دونوں ہاتھوں کو (پہنچوں تک) تین بار دھویا، پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا۔۔۔ بعد اس کے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اسی طرح جیسے میں نے اب وضو کیا۔(2(3))

(صحیح بخاری / کتاب: وضو کے بیان میں / باب: وضو میں کلی کرنا۔ حدیث نمبر: 164، صحیح مسلم / طہارت کے احکام و مسائل / باب: وضو کی ترکیب اور اس کے پورا کرنے کا بیان۔ حدیث نمبر: 538، حدیث کے الفاظ صحیح مسلم کے ہیں)

اجماع کی دلیل

اس مسئلہ میں امام ابن منذر رحمۃ اللہ علیہ (7) اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ (8) نے إجماع (6) نقل کیا ہے۔

(6)۔ وضوء میں نیند سے بیداری کے موقع پر کئے جانے والے وضوء میں ہاتھوں کے دھونے کے مسنون حکم کو اس اجماع سے مستثنیٰ کیا گیا؛ ابن قدامہ فرماتے ہیں: (نیند سے اٹھنے کے علاوہ موقع پر یہ واجب نہیں ہے اور ہمیں اس سلسلہ میں کسی اختلاف کا علم نہیں، تاہم نیند سے بیداری کے موقع پر ہاتھوں کے دھونے کے وجوب کے سلسلہ میں مختلف روایات ہیں اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے وجوب مروی ہے اور یہی ان کا ظاہری مذہب ہے)۔"المغني "(1/73)۔

(7) امام ابن منذر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: (جن اہل علم سے ہم نے علم حاصل کیا ہے وہ سب اس بات پر متفق ہیں کہ وضوء کی ابتداء میں دونوں ہاتھ دھونا سنت ہے جس پر عمل کرنا مستحب ہے اور وضوء کرنے والے کو اختیار ہے، چاہے انہیں ایک مرتبہ دھوئے اور چاہے تو دو مرتبہ یا تین مرتبہ، ان تینوں میں سے کسی بھی عدد کو اختیار کرے، اور مجھ کو تین مرتبہ دھونا زیادہ پسندیدہ ہے اور اگر وہ ایسا نہ کرے بلکہ انہیں دھونے سے پہلے اپنا ہاتھ وضوء کے برتن میں ڈال دے تو اس کے وضوء پر کوئی اثر نہ پڑے گا، چاہے بھولے سے کرے یا جان بوجھ کر، بشرط یہ کہ وہ دونوں ہاتھ پاک ہوں)۔"الأوسط"(1/374)۔

(8)۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: (۔۔۔یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وضوء کے شروع میں ان کا دھونا سنت ہے اور اس پر بھی علماء کا اتفاق ثابت ہے "نووي کی شرح صحیح مسلم "(3/105)۔

2. أعضاءوضوء کو ایک مرتبہ دھوناواجب ہے، تاہم تین مرتبہ دھونا سنت ہے[14]۔

3. کلی اور ناک میں پانی لیناایک مرتبہ واجب ہے(تمام المنة للالبانی ، السیل الجرار للشوکانی) اور مبالغہ[15] کرنا حلق تک پہنچانا اور غرارہ کرنا سنت ہے(ابن عثیمین وابن

---

[14] : اجماع کی دلیل

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ(1)، امام ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ (2)، امام ابن رشد رحمۃ اللہ علیہ(3 نووی4 وعینی 5)نے اس مسئلہ میں اجماع نقل کیا ہے۔

1(۔ ابن القطان کی کتاب "الإقناع"(204/1)سے نقل کرتے ہوئے امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:(تین مرتبہ کی تعداد کا تعلق فضلیت سے ہے نہ کہ فرضیت سے، اور تمام اہل علم کے مابین اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں)۔

(2)امام ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:(تمام اعضاء تین تین مرتبہ کرنے کا تعلق وضوء کے کمال سے ہے اور تین سے زائد کرنا متعینہ حد سے تجاوز کرنا ہے الا یہ کہ وہ زیادتی ، کسی نقص و کمی کی تکمیل کرتی ہو، اور اس امر میں کوئی اختلاف نہیں)۔"الاستذکار"(122/1)۔

(3)۔ابن رشد فرماتے ہیں:(علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر وضوء اچھی طرح کیا جائے تو اعضاء مغسولہ کی وجوبی طہارت ایک ایک مرتبہ سے حاصل ہو جاتی ہے اور دو دو اور تین تین مرتبہ دھونا مندوب و مستحب ہے)۔"بداية المجتهد" (13/1)۔

(4)امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:(امت مسلمہ کا اجماع ہے کہ اعضاء وضوء کو ایک ایک مرتبہ دھوناواجب ہے اور تین تین مرتبہ دھونا سنت ہے)۔"نووي کی شرح صحیح مسلم"(106/3)۔

(5)علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :(وضوء کے اعضاء مغسولہ کو تین تین مرتبہ دھونا مسنون ہے اور اس پر علماء کا اجماع ہے)۔"عمدة القاري"(201/3)۔ ایک اختلاف نقل کیا گیا ہے کہ تین تین کی تعداد مستحب نہیں اور دوسرا قول عدم وجوب کا ہے؛ جس کے تئیں نووی فرماتے ہیں:(دونوں ہی قول غلط ہیں اور کسی اہل علم سے یہ قول ثابت نہیں)۔"المجموع" (431/1)۔

[15] کلی کرنے اور ناک میں پانی چڑھانے میں مبالغہ کرنا (1) سنت ہے اور اس پر چاروں فقہی مذاہب : حنفيَّة(2)،مالكيَّة(3)،شَافعيَّة(4)اور حنابلة(5)کا اتفاق ہے، اور اس مسئلہ میں اجماع نقل کیا گیا ہے(6)۔

(1) ۔کلی کرنے میں مبالغہ کرنے کا معنی یہ ہے کہ پانی کو سارے منہ میں قوت وطاقت کے ساتھ گھمایا جائے، اور ناک میں پانی چڑھانے میں مبالغہ کرنے کا معنی یہ ہے کہ پانی کو ناک کے بھانسہ و نتھنے تک پہنچایا جائے۔ نووي کی کتاب " المجموع (1/355)، ابن عثیمین رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "الشرح الممتع "(1/171)۔

(2) ۔ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "البحر الرائق" (1/22)، نیز ملاحظہ فرمائیں: کمال ابن الھمام کی کتاب "فتح القدیر" (1/23)۔

(3) ۔ حطاب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "مواهب الجليل" (1/354)، نیز ملاحظہ فرمائیں: نفراوي "الفواكه الدواني" (1/386).

(4) ۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "المجموع"(1/356)، نیز ملاحظہ فرمائیں: ماوردي کی کتاب "الحاوي الكبير" (1/106)۔

(5) ۔ مرداوي کی کتاب "الإنصاف"(1/133)، بھوتي کی کتاب "كشاف القناع"(1/94)۔

(6) علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: (" قاضی خان" کی الجامع الصغیر اور "المحیط" میں ہے کہ: کلی کرنے میں مبالغة کرنا بالاجماع سنت ہے)(1/213)۔

دلائل:

اول: سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی دلیل

((عَنْ لَقِيطِ بْنِ صَبْرَةَ رَضِيَ اللهُ عنه قَالَ:...قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَخْبِرْنِي عَنِ الْوُضُوءِ، قَالَ: أَسْبِغِ الْوُضُوءَ وَخَلِّلْ بَيْنَ الْأَصَابِعِ وَبَالِغْ فِي الِاسْتِنْشَاقِ، إِلَّا أَنْ تَكُونَ صَائِمًا))

سیدنا لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ۔۔۔ پھر میں نے کہا: اللہ کے رسول! مجھے وضو کے بارے میں بتائیے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وضو مکمل کیا کرو، انگلیوں میں خلال کرو، اور ناک میں پانی اچھی طرح پہنچاؤ الا یہ کہ تم روزہ دار ہو"۔

سنن ابی داود / کتاب: طہارت کے مسائل / باب: ناک میں پانی ڈال کر جھاڑنے کا بیان۔ حدیث نمبر: 142، سنن الترمذی/الطهارة 30(38)، (788)، الصوم، ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا۔ صحیح مسلم/69(788)، سنن النسائی/الطهارة 71(87)، 92(114)، سنن ابن ماجہ/44(407)، 54(448)، (تحفة الأشراف:11172)، مسند احمد (4/33)، سنن الدارمی/الطهارة 34(732)، ابن القطان نے "الوهم والإيهام"(5/592) میں، نووي نے

قدامہ رحمۃ اللہ علیہما) ،اور تین مرتبہ کرنا مسنون ہے اس سے اسباغ وضوء کی فضیلت ملتی ہے، سوائے حالتِ روزہ میں مبالغہ منع ہے کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کیا ہے۔[16]

"المجموع"(312/6) میں، ابن حجر نے "الإصابة"(329/3) میں، شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے " صحیح سنن أبي داود"(142) میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا اور ابن باز نے "حاشية بلوغ المرام"(80) میں اس حدیث کی سند کو صحیح قرار دیا۔

حدیث سے استدلال کی صورت:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان " اور ناک میں پانی اچھی طرح پہنچاؤ الا یہ کہ تم روزہ دار ہو" غیر روزہ دار کے لئے ناک میں پانی اچھی طرح پہنچانے کے مسنون ہونے پر دلالت کرتا ہے اور کلی میں مبالغہ کرنے کو بھی اسی پر قیاس کیا جاسکتا ہے۔(9)

(9) امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "شرح عمدة الفقه-کتاب الطھارۃ والحج"(210/1)، شمس الدین ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "الشرح الکبیر"(113/1)۔

دوم: کلی کرنے اور ناک میں پانی چڑھانے میں مبالغہ کرنا، شرعی اعتبار سے ہدایت کردہ مکمل وضوء کرنے کی قبیل سے ہے۔(10)

(10) ۔شمس الدین ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "الشرح الکبیر"(113/1)۔

[16] قال الشيخ ابن عثيمين رحمه الله: " ومن سنن الوضوء المبالغة في المضمضة والاستنشاق، والمبالغة في المضمضة: أن تحرك الماء بقوة وتجعله يصل كل الفم " انتهى من "الشرح الممتع .(١/١٧١)"

قال ابن قدامة رحمه الله:

"وَالْمَضْمَضَةُ: إدَارَةُ الْمَاءِ فِي الْفَمِ.

وَالِاسْتِنْشَاقُ: اجْتِذَابُ الْمَاءِ بِالنَّفَسِ إلَى بَاطِنِ الْأَنْفِ.

وَالِاسْتِنْثَارُ: إخْرَاجُ الْمَاءِ مِنْ أَنْفِهِ. وَلَكِنْ يُعَبَّرُ بِالِاسْتِنْثَارِ عَنْ الِاسْتِنْشَاقِ؛ لِكَوْنِهِ مِنْ لَوَازِمِهِ.

وَلَا يَجِبُ إدَارَةُ الْمَاءِ فِي جَمِيعِ الْفَمِ، وَلَا إيصَالَ الْمَاءِ إلَى جَمِيعِ بَاطِنِ الْأَنْفِ، وَإِنَّمَا ذَلِكَ مُبَالَغَةٌ مُسْتَحَبَّةٌ فِي حَقِّ غَيْرِ الصَّائِمِ " انتهى من "المغنى. (١/٨٩) "

وقال الشيخ ابن عثيمين رحمه الله : "ويكفي في الواجب أن يديرَ الماء في فمه أدنى إدارة " انتهى من "الشرح الممتع(١/١٧٢)"

4. ناک میں پانی لینا واجب ہے اور ناک جھاڑنا [سنت ہے][17] اور بعض کے نزدیک یہ بھی

---

[17] ناک میں پانی لے کر جھاڑنا (1)، وضوء کی سنت ہے اور اس پر چاروں فقہی مذاہب: حنفيَّة(2)، مالكيَّة(3)، شَافعيَّة(4)اور حنابلة(5)کا اتفاق ہے۔

(1) ۔نووي فرماتے ہیں: الاستنثار: ثاء مثلثہ کے ساتھ۔ناک میں پانی چڑھانے کے بعد اس کے پانی اور گندگی کو طاقت کے ساتھ جھاڑنا، اور جمہور اہل حدیث، اہل لغہ اور اہل فقہ کے نزدیک یہی تعریف مشہور ہے)۔"المجموع"(1/353)۔

(2) ۔ابن نجيم کی کتاب "البحر الرائق"(1/22)، نیز ملاحظہ فرمائیں: كمال ابن الهمام کی کتاب "فتح القدير"(1/27)۔

(3) ۔ ابن عبدِ البَرکی کتاب "الكافي"(1/170)، نیز ملاحظہ فرمائیں: ابن جزي کی کتاب "القوانين الفقهية"(ص:20)۔

(4) ۔نووي کی کتاب "المجموع"(1/357)، شربيني کی کتاب "مغني المحتاج"(1/58)۔

(5) ۔حجاوي کی کتاب "الإقناع"(1/26)، بهوتي کی کتاب "كشاف القناع"(1/105)۔

سنت نبوی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے دلائل:

((عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي حَسَنٍ: أَنَّه سَأَلَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ زَيْدٍ، عَنِ وُضُوءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟" فَدَعَا بِتَوْرٍ مِنْ مَاءٍ فَتَوَضَّأَ لَهُمْ، فَكَفَأَ عَلَى يَدَيْهِ فَغَسَلَهُمَا ثَلَاثًاثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَاسْتَنْثَرَ ثَلَاثًا بِثَلَاثِ غَرَفَاتٍ مِنْ مَاءٍ،۔۔۔))

عمرو بن ابو حسن نے سیدنا عبد اللہ بن زید رَضِيَ اللهُ عَنْهُ سے رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے وضو کے بارے میں پوچھا۔ تو سیدنا عبد اللہ بن زید رَضِيَ اللهُ عَنْهُ نے پانی کا ایک طشت منگوایا، پھر ان (لوگوں) کے دکھانے کے لیے وضو (شروع) کیا۔ (پہلے) طشت سے اپنے ہاتھوں پر پانی گرایا۔ پھر انہیں تین بار دھویا پھر اپنا ہاتھ برتن کے اندر ڈالا، پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈال کر ناک صاف کی، تین چلوؤں سے تین دفعہ۔۔۔

(صحیح بخاری/کتاب: وضو کے بیان میں/باب: سر کا مسح ایک بار کرنے کے بیان میں۔حدیث نمبر:192، حدیث کے الفاظ صحیح بخاری کے ہیں، صحیح مسلم:235)

واجب ہے۔

5. داڑھی کا خلال مستحب و سنت ہے [بعض کے نزدیک واجب ہے داڑھی اور انگلیوں کا خلال (شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے دلائل پیش کئے ہیں وجوب کے لئے]

6. اعضائے وضوء کو رگڑنا مستحب ہے، لیکن جن کے بال سخت یا جلد پر پانی نہیں پہنچ پا رہا ہو تو رگڑنا واجب ہے[18] (ابن باز رحمۃ اللہ علیہ)

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:" إِذَا تَوَضَّأَ أَحَدُكُمْ فَلْيَجْعَلْ فِي أَنْفِهِ ثُمَّ لِيَنْثُرْ، ---))

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "جب تم میں سے کوئی وضو کرے تو اسے چاہیے کہ اپنی ناک میں پانی دے پھر (اسے) جھاڑے کرے---

(صحیح بخاری / کتاب: وضوکے بیان میں / باب: طاق عدد (ڈھیلوں) سے استنجاء کرنا چاہیے۔ حدیث نمبر: 162، حدیث متعلقہ ابواب: پانی میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے۔ صحیح مسلم: 237، 278)

ابن جریر فرماتے ہیں: (اگر کوئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے وارد شدہ احادیث "، جن میں ہے تو اسے چاہیے کہ اپنی ناک میں پانی دے پھر (اسے) جھاڑے کرے" سے یہ گمان کرے کہ اس میں ناک جھاڑنے کے وجوب کی دلیل ہے، تو اس کے عدم فرض ہونے کی دلیل اجماع میں موجود ہے جو اس مسئلہ میں مزید گفتگو کی گنجائش باقی نہیں رکھتی اور واجب کہنے کی صورت میں اس شخص پر وہ تمام نمازیں دہرانی واجب ہوں گی جو اس نے قبل ازیں استنثار چھوڑتے ہوئے ادا کی ہیں)" جامع البیان "(10/45)۔

(صحیح بخاری / کتاب: وضوکے بیان میں / باب: طاق عدد (ڈھیلوں) سے استنجاء کرنا چاہیے۔ حدیث نمبر: 162، حدیث متعلقہ ابواب: پانی میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے۔ صحیح مسلم:)237، 278)

[18] الدَّلْكُ: ہاتھ کو عضو پر پھیرنا، ملنا۔ (1)

(1) ۔ ابن فارس کی کتاب "مقاييس اللغة" (2/297)، ابن منظور کی کتاب "لسان العرب" (10/426)، حطاب کی کتاب "مواهب الجليل" (1/316)، "الشرح الكبير للشيخ الدردير وحاشية الدُّسُوقِيّ" (1/90)۔

اعضاء وضوء کو ہاتھ سے رگڑنے کا حکم

جمهور : حنفيَّة(3)، شَافعيَّة(4)، حنابلة(5) اور ایک قول کے مطابق: مالكيَّة(6) نے غسل واجب میں اعضاء وضوء کو ہاتھ سے رگڑنا مستحب قرار دیا۔

7. تین سے زیادہ مرتبہ اعضاء وضوء کا دھونا مکروہ ہے[19]۔
8. وضوء کے لئے، کم سے کم پانی استعمال کرنا سنت ہے
9. وضوء کے بعد دعاء مسنون ہے۔

---

(2)۔ لیکن غسل واجب میں اعضاء وضوء تک پانی نہ پہنچنے کی صورت میں انہیں ہاتھ سے رگڑنا واجب ہو گا۔
(3)۔"حاشية ابن عابدين"(1/123)، نیز ملاحظہ فرمائیں:"الفتاوى الهندية"(1/9)۔
(4)۔امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "المجموع"(1/465)۔
(5)۔ لیکن حنابلہ نے دلک کو ان مقامات کے ساتھ خاص کیا جہاں پانی ٹکتا نہیں بلکہ الگ رہ جاتا ہے، دیکھیں: مرداوي کی کتاب "الإنصاف"(1/105)،بهوتي کی کتاب "کشاف القناع"(1/94)۔
(6)۔ حطاب کی کتاب "مواهب الجليل" (1/315-316)، محمد بن یوسف المواق کی کتاب "التاج والإكليل" (1/218)۔

سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی دلیل:

((عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رضي الله عنه ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ، خَرَجَتْ خَطَايَاهُ مِنْ جَسَدِهِ، حَتَّى تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ أَظْفَارِهِ))

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"جو شخص اچھی طرح وضو کرے تو اس کے گناہ بدن سے نکل جاتے ہیں یہاں تک کہ ناخنوں کے نیچے سے بھی نکل جاتے ہیں۔"

(صحیح مسلم / طہارت کے احکام و مسائل / باب: وضو کے پانی کے ساتھ گناہوں کا جھڑنا۔ حدیث نمبر:245)

[19] امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:(علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ وضوء میں تین سے زیادہ مرتبہ دھونا مکروہ ہے)۔"نووی کی شرح مسلم"(3/109)۔ نیز فرمایا:(اگر کسی نے تین سے زائد مرتبہ کیا تو اس نے مکروہ عمل کیا تاہم اس سے اس کا وضوء باطل نہ ہو گا، اور یہی ہمارا اور دیگر تمام علماء کا مذہب ہے، اور الاستذکار میں ایک جماعت سے نقل کیا گیا ہے کہ وہ اسی طرح وضوء کے بطلان کی قائل ہے جس طرح نماز میں کی جانے والی زیادتی، نماز کو باطل کر دیتی ہے، تاہم اس قول کا غلط ہونا واضح ہے)۔ "المجموع"(1/440)۔ امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:(تین سے زائد مرتبہ کے مکروہ ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں)۔"نیل الأوطار"(1/173)۔

10. تحیۃ الوضوء مستحب ہے۔
11. ترتیب واجب ہے جمہور کے نزدیک اور سنت ہے شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کے مطابق[20]
12. تجدیدِ وضوء نماز کے لئے (اگر سابقہ وضوء سے ایک نماز ادا کرلی گئی ہو)
13. انگوٹھی، عینک، بالی اور گھڑی کو حرکت دینا تاکہ اس کے نیچے پانی پہونچ جائے سنت ہے اور اگر تنگ ہو اور سوکھارہ جانے کا امکان ہو تو حرکت دینا واجب ہے (شیخ ابن عثیمین[21]، شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ)
14. سر کا مسح کرنا ایک مرتبہ واجب ہے البتہ تین مرتبہ مسح کرنا مشروع وسنت ہے جیسا کہ شیخ البانی نے حدیث کی تصحیح کی ہے (صحیح ابو داؤد) اور سبل السلام میں امام صنعانی رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار کیا۔
15. دو تہائی مُد کے ذریعہ وضوء کرنا سنت ہے ایک تہائی مد والی روایت ثابت نہیں اور مطبع کی غلطی ہے (تمام المنہ)
16. غرۃ کا مطلب ہے خوب اَچھی طرح دھونا نہ کہ حدود سے آگے بڑھنا (ابن تیمیہ وابن القیم)
17. چھوٹی انگلی سے خلال کرنا سنت ہے (صحیح ابوداود)

---

[20] **دليل** : أُتي رسولُ اللهِ صلَّى اللهُ علَيهِ وسلَّمَ بوَضوءٍ ، فتوضَّأَ ، فغسل كفَّيه ثلاثًا ، ثمَّ غسل وجهَه ثلاثًا ، ثمَّ غسل ذراعَيه ثلاثًا ، ثمَّ مَضمضَ واستنشقَ ثلاثًا ، ومسحَ برأسِه وأُذنَيه ظاهرِهما وباطنِهما ، وغسل رجلَيه ثلاثًا

الراوي : المقدام بن معدي كرب | المحدث : الألباني | المصدر : تمام المنة | الصفحة أو الرقم : ٨٨ | خلاصة حكم المحدث : إسناده صحيح | التخريج : أخرجه أبو داود (١٢١)، وابن ماجه (٤٤٢)، وأحمد (١٧٢٢٧) باختلاف يسير

[21] انگوٹھی تنگ ہو تو اس کو حرکت دیتے ہوئے اس کے نیچے پانی پہنچانا شرط ہے، کیونکہ قاعدہ ہے کہ جس چیز سے واجب مکمل ہوتا ہو تو وہ چیز بھی واجب ہو جاتی ہے۔
"لقاء الباب المفتوح" ابن عثیمین (مجلس نمبر:232)۔

6 -مباحات الوضوء

1) کلام کرنا۔

2) دوسرے کی مدد لینا۔

3) کپڑے سے اعضائے وضوء کو پونچھنا۔

7-وضوء کے غیر مشروع اعمال

1) ہر عضوء کو دھوتے وقت دعا کرنا[22]۔

[22] ہر عضوء کے وقت دعاء پڑھنا شرعی عمل نہیں ہے اور یہ حنابلة(1)، شَافعيَّة(2) اور ایک قول کے مطابق مالكيَّة(3) کا مذہب ہے اور اسی کو ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ (4)، صنعاني رحمۃ اللہ علیہ (5)، ابن باز(6) اور ابن عثيمين رحمۃ اللہ علیہ (7) نے اختیار کیا ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم(8) سے اس کی کوئی اصل ثابت نہیں ہے۔

(1) ۔بهوتي کی کتاب "كشاف القناع"(1/103)۔

(2) ۔امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "المجموع"(1/465)، شربيني کی کتاب "مغني المحتاج"(1/62)۔

(3) ۔خرشي فرماتے ہیں: (ہر عضوء کے موقع پر پڑھے جانے والے اذکار کی بنیاد بہت ہی ضعیف حدیث پر مبنی ہے اور اس پر عمل نہیں کیا جائے گا اور اس کے استحباب کے تئیں أقفهسي کا قول محل نظر ہے)۔ خرشي کی کتاب "شرح مختصر خليل" (1/139)۔

(4) امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: (عوام کی جانب سے ہر وضوء کے وقت پڑھے جانے والے اذکار کی اصل نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور نہ ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین رحمۃ اللہ علیہم اور ائمہ اربعہ سے، اور اس سلسلہ میں ذکر کردہ حدیث، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ پر مبنی ہے)۔ "الوابل الصيب"(ص215)۔

(5) ۔امام صنعانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "سبل السلام"(1/56-57)۔

(6) ۔"فتاوی نور علی الدرب لابن باز"(5/123)۔

(7) ۔ابن عثيمين رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: (بعض اہل علم کی جانب سے ہر عضوء کے لئے ذکر کردہ مخصوص دعا کی کوئی اصل نہیں)۔ "الموقع الرسمي لابن عثيمين- فتاوى نور على الدرب"۔

(8) امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "الوابل الصيب"(ص:215)۔

2) گردن کا مسح کرنا۔[23]

8-نواقض الوضوء

وضوء کو توڑنے والے اور فاسد کرنے والے امور

1) پیشاب۔

2) پاخانہ کا نکلنا۔

3) ہوا خارج ہونا۔

4) مذی۔

5) ودی۔

6) دونوں راستوں شرمگاہ سے کوئی بھی چیز کا نکلنا جیسے بول وبراز (پیشاپ وپاخانہ)، کیڑے کنکر یا بواسیر کا خون ہی کیوں نہ ہو۔

7) عورت کی شرمگاہ کی رطوبت سے وضوء کے لازم کی دلیل نہیں[24] [شیخ ابن عثیمین رحمۃ اللہ علیہ]۔

---

[23] وضوء میں گردن کا مسح کرنا غیر مشروع ہے(9)، اور یہ جُمھورِ: مالكيَّة(10)، شَافعيَّة(11)، حنابلة(12) اور ایک قول کے مطابق حنفيَّة(13) کا مذہب ہے۔

(9) ۔ بلکہ بعض علماء نے تو اس عمل کو مکروہ سے اور بعض نے بدعت سے تعبیر کیا۔

(10) ۔ قرافی کی کتاب "الذخيرة" (1/268)، مواق کی کتاب "التاج والإكليل" (1/266)۔

(11) ۔ جويني کی کتاب "نهاية المطلب" (1/83، 84)، نووي کی کتاب "المجموع" (1/463).۔

(12) ۔ برہان الدین ابن مفلح کی کتاب "المبدع" (1/79)، مرداوي کی کتاب "الإنصاف" (1/107)۔

(13) ۔ کمال ابن الھمام کی کتاب "فتح القدير" (1/36)، ابن نجیم کی کتاب "البحر الرائق" (1/29)۔

اور اس کی درج ذیل وجوہات ہیں :

اول: اللہ تعالی نے اس کا حکم نہیں فرمایا۔(14)

(14) ۔ "مجموع فتاوی ابن باز" (10/102)۔

[24] عورت کی شرمگاہ والی رطوبت و تری (1) (عضو تناسل کی نالی و مشکیزے) سے ہو تو اس سے وضوء نہیں ٹوٹتا، اور اس موقف کو ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ اور ابن عثیمین رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار کیا ہے۔

لیکن شیخ بن باز رحمۃ اللہ علیہ نے کہا وضوء کرنا ہے۔

8) پیشاب اور پاخانہ شرمگاہ کے علاوہ کسی اور راستے سے نکل جائے۔[25]

---

(1)۔شرمگاہ کی رطوبت وتری: وہ سفید وشفاف پانی جس کے مذی اور پسینہ ہونے کے درمیان تردد واحتمال ہو۔نووي رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "المجموع"(2/570)۔

دلائل :

اول: کتاب اللہ کی دلیل:

اللہ تعالی کے فرمان کا عام معنی ومفہوم:

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ [الحج: ٧٨]

"اوراس نے تم پر دین کے بارے میں کوئی تنگی نہیں ڈالی"

آیت سے استدلال کی صورت:

عورت کی شرمگاہ کی تری کو ناقض وضوء قرار دینے میں واضح طور پر حرج ومشقت ہے کیونکہ رطوبت وتری کا تعلق عورت کی شرمگاہ کے طبعی وفطری امور سے ہے

دوم: سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی دلیل

((عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللهُ عنها ، قَالَتْ:" كُنَّا لَا نَعُدُّ الْكُدْرَةَ وَالصُّفْرَةَ شَيْئًا))

سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ:"ہم زرد اور مٹیالے رنگ کو کوئی اہمیت نہیں دیتے تھے۔

(صحیح بخاری / کتاب: حیض کے احکام ومسائل / باب: اس بیان میں کہ زرد اور مٹیالا رنگ حیض کے دنوں کے علاوہ ہو (تو کیا حکم ہے ؟)۔حدیث نمبر:326،حدیث متعلقہ: حیض میں شمار نہیں ہوتا۔

حدیث سے استدلال کی صورت:

حدیث کا عمومی معنی اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ صحابیات رضی اللہ تعالی عنھن شرمگاہ سے نکلنے والی اس چیز کو کوئی اہمیت نہ دیتی تھیں جو حیض کے بعد نکلتا نہ تو نجس ہونے کے اعتبار سے اور نہ ناقض وضوء ہونے کے لحاظ سے۔

سوم: اس ضمن میں وضوء کے وجوب پر دلالت کرنے والی نہ قرآن مجید کی کوئی آیت ہے، نہ سنت صحیحہ ہی ہے اور نہ اجماع ثابت ہے، اس لئے شریعت وہی ہے جو اللہ تبارک وتعالی نے واجب فرمایا اور جو ہمارے نبی نے ہمیں عنایت فرمایا۔

[25] سبیلین (پیشاب اور پاخانہ والی جگہ) کے علاوہ کسی اور جگہ سے پیشاب یا پاخانہ نکلنے سے مطلق طور پر وضوء ٹوٹ جاتا ہے اور یہ حنفیہ اور حنابلہ کا مذہب ہے اور اسی کو ابن حزم،ابن تیمیۃ اور ابن عثیمین نے اختیار کیا ہے اور دائمی کمیٹی برائے فتاوی نے یہی فتوی جاری کیا۔

دلائل:

اول: کتاب اللہ کی دلیل

اللہ تعالی کے فرمان کا عام معنی: أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنَ الْغَائِطِ [النساء: ٤٣]

"یا تم میں سے کوئی پاخانہ کر کے آئے"

آیت سے استدلال کی صورت:

شارع نے پاخانہ نکلنے کی جگہ کے بجائے، نکلنے والی چیز یعنی پاخانہ کا اعتبار کیا اور اس امر میں کوئی فرق نہیں کہ وہ اپنی عام و معتاد جگہ سے نکلے یا کسی اور جگہ سے۔

دوم: سنت نبوی ﷺ کی دلیل:

عَنْ صَفْوَانَ بْنِ عُسَّالٍ رَضِيَ اللهُ عنه ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُنَا إِذَا كُنَّا سَفَرًا أَنْ لَا نَنْزِعَ خِفَافَنَا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَلَيَالِيهُنَّ إِلَّا مِنْ جَنَابَةٍ، وَلَكِنْ مِنْ غَائِطٍ وَبَوْلٍ وَنَوْمٍ ".

سیدنا صفوان بن عسالؓ کہتے ہیں کہ جب ہم مسافر ہوتے تو رسول اللہ ﷺ ہمیں حکم دیتے کہ ہم اپنے موزے تین دن اور تین رات تک، پاخانہ، پیشاب یا نیند کی وجہ سے نہ اتاریں، الا یہ کہ جنابت لاحق ہو جائے۔

(سنن ترمذی / کتاب: طہارت کے احکام و مسائل / باب: مسافر اور مقیم کے مسح کی مدت کا بیان۔ حدیث نمبر: 96، حدیث کے الفاظ ترمذی کے ہیں، نسائي (127)، ابن ماجہ (478)، أحمد (4/239)(18116)۔ بخاري نے اس حدیث کو حسن قرار دیا جیسا کہ "التلخیص الحبیر" (1/247) میں ہے اور امام ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے، بیہقی فرماتے ہیں: موزوں پر مسح کی مدت کے ضمن میں وارد مرویات میں یہ سب سے زیادہ صحیح روایت ہے اور ابن العربي نے "أحکام القرآن" (2/49) میں فرمایا کہ یہ حدیث ثابت ہے، نووي نے "المجموع" (1/479) میں، ابن الملقّن نے "البدر المنیر" (3/9) میں اور ابن باز از فتاوی نور علی الدرب" (5/203) میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا اور ألباني نے " صحیح سنن النسائي" (1/83) میں اور وادعي نے "الصحیح المسند" (504) میں اس حدیث کو حسن قرار دی)

حدیث سے استدلال کی صورت:

فرمان نبوی ﷺ : " ولكن مِن غائطٍ وبَولٍ "پاخانہ، پیشاب یا نیند کی وجہ سے " میں اس بات کی دلیل ہے کہ نبی ﷺ نے خارج ہونے والی چیز پاخانہ یا پیشاب کا اعتبار کیا اور اس بات سے صرف نظر فرمایا کہ اس کے نکلنے کی جگہ کیا ہے۔

سوم: سبیلین کے علاوہ کسی اور جگہ سے نکلنے والا پیشاب اور پاخانہ، ہر لحاظ سے سبلین سے نکلنے والے پیشاب اور پاخانہ ہی کے حکم میں ہو گا؛ دونوں کے مابین تفریق کا کوئی معنی و مطلب نہیں رہتا۔

9) شرمگاہ کے علاوہ سے نکلے جیسے خون یا قئ وضوء نہیں ٹوٹتا:

❖ [شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ، شیخ ابن عثیمین رحمۃ اللہ علیہ، امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ، فتاوی لجنہ دائمہ]۔

❖ مستحب ہے وضوء کرلے (الالبانی رحمۃ اللہ علیہ)

10) وہ نیند جو بھاری ہو اور گہری نیند میں شمار ہو جائے وضوء ٹوٹ جاتا ہے۔

[شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے: چاہے لیٹ کر یا بیٹھ کر]۔(اگر نیند گہری نہ ہو تو وضوء نہیں ٹوٹتا [شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ، شیخ ابن عثیمین رحمۃ اللہ علیہ])

11) عقل کا مکمل زوال یا جزئی زوال جیسے جنون، "اِغْمَاءُ" [یا چکر کی] یا نشہ کی وجہ سے۔

12) بغیر کسی حائل کے شرمگاہ کو چھونا۔

پہلا قول: بغیر آڑ کے ڈائرکٹ چھونے سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے۔

دوسرا قول: بغیر آڑ کے ڈائرکٹ چھونے سے وضوء نہیں ٹوٹتا۔

تیسرا قول: بغیر حائل کے شہوت سے چھونے سے ٹوٹ جاتا ہے (شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول)۔

13) عورت کا اپنی شرمگاہ چھونے سے وضوء۔[26]

چہارم: سبیل کا حکم مغلظہ یعنی سخت نوعیت کا ہے؛ کیونکہ ان کے نکلنے کی جگہ عام و معتاد ہے، اور جب ان کی وجہ سے حکم میں سختی برتی گئی تو ان دونوں جیسی دیگر جگھوں کا حکم بھی بدرجہ اولی سخت نوعیت کا ہونا چاہئے۔

[26] عورت کا اپنی شرمگاہ چھونا

عورت اپنی شرمگاہ کو چھولے تو اس سے وضوء ٹوٹنے کے تئیں اہل علم کے دو مختلف قول ہیں :

پہلا قول: اس سے وضوء نہیں ٹوٹتا ہے اور یہ حنفیہ، مالکیہ اور ایک روایت کے مطابق احمد کا مذہب ہے۔

دلائل:

اول: سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دلیل

عَنْ طَلْقِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عنه ، قال: خَرَجْنَا وَفْدًا حَتَّى قَدِمْنَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَايَعْنَاهُ وَصَلَّيْنَا مَعَهُ، فَلَمَّا قَضَى الصَّلَاةَ، جَاءَ رَجُلٌ كَأَنَّهُ بَدَوِيٌّ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَا تَرَى فِي رَجُلٍ مَسَّ ذَكَرَهُ فِي الصَّلَاةِ؟ قَالَ:" وَهَلْ هُوَ إِلَّا مُضْغَةٌ مِنْكَ أَوْ بَضْعَةٌ مِنْكَ؟ ."

سیدنا طلق بن علیؓ کہتے ہیں کہ ہم ایک وفد کی شکل میں نکلے یہاں تک کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے، اور ہم نے آپ سے بیعت کی اور آپ کے ساتھ نماز ادا کی، جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو ایک شخص جو دیہاتی لگ رہا تھا آیا اور اس نے عرض کیا: اللہ کے رسول! آپ اس آدمی کے متعلق کیا فرماتے ہیں جو نماز میں اپنا عضو تناسل چھولے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "وہ تمہارے جسم کا ایک ٹکڑا یا حصہ ہی تو ہے"۔

(سنن نسائی / ابواب: وضو کا طریقہ / باب: عضو تناسل چھونے سے وضو نہ کرنے کا بیان۔ حدیث نمبر: 165، حدیث کے الفاظ سنن نسائی کے ہیں، سنن ابی داود / کتاب: طہارت کے مسائل / باب: عضو تناسل چھونے سے وضو نہ کرنے کی رخصت کا بیان ۔حدیث نمبر: 182 ، سنن الترمذی/فیہ 62 (85) مختصرًا، سنن ابن ماجہ/فیہ 64، 483، (تحفة الأشراف: 5023 ألباني نے " صحیح سنن النسائي"(165) میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا)

حدیث سے استدلال کی صورت:

فرمان نبوی ﷺ

فرمان نبوی ﷺ " وہ تمہارے جسم کا ایک ٹکڑا یا حصہ ہی تو ہے؟!" میں ایک ایسی علت ہے جو زائل نہیں ہو سکتی، اور اس چیز میں مرد اور عورت کے مابین کوئی فرق نہیں۔

دوم: نصوص میں محض شرمگاہ چھونے کا ذکر وارد ہے؛ اس لئے حکم اس کے ماسوا جو کچھ ہو وہ اپنی اصل یعنی طہارت پر باقی رہے گا اور وضوء نہیں ٹوٹے گا اور اس بنیادی اصول سے اسی وقت ہٹیں گے جب (وضوء ٹوٹنے کی) کوئی یقینی دلیل موجود ہو۔

دوسرا قول: عورت کا اپنی شرمگاہ چھونا ناقض وضوء ہے اور یہ شافعیہ اور حنابلہ کا مذہب ہے اور اسی کو ابن باز نے اختیار کیا۔

اول: سنت رسول ﷺ کی دلیل

((عن عبدِ اللهِ بنِ عمرٍو رَضِيَ اللهُ عنهما: أنَّ النبيَّ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم قال: ((أيُّما رَجلٍ مسَّ فَرجَه، فلْيتوضَّأ، وأيُّما امرأةٍ مسَّت فرجَها، فلْتتوضَّأْ))

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "جو مرد اپنی شرمگاہ چھوئے تو اس کو وضوء کرنا چاہئے اور جو عورت اپنی شرمگاہ چھوئے تو اس کو بھی وضوء کرنا چاہئے۔"

(اس حدیث کو امام احمد نے (7076) بیان کیا ہے، اور ابن حجر نے "موافقة الخبر الخبر"(1/400) میں اس حدیث کو حسن کہا اور ألباني نے " صحیح الجامع "(2725) میں اس حدیث کو صحیح کہا)

دوم: مرد کا اپنی شرمگاہ چھونے سے وضوء ٹوٹ جانے پر قیاس کرتے ہوئے۔

I. ٹوٹ جاتا ہے۔

II. نہیں ٹوٹتا۔

14) دوسرے کی شرمگاہ کو چھویا اگر وہ شخص بڑی عمر کا ہو یا چھوٹا ہو، مرد یا عورت:[27]

---

[27] کسی غیر مرد یا عورت (بڑے یا چھوٹے) کی شرمگاہ چھونے کے ضمن میں علماء کے دو مختلف قول ہیں :

پہلا قول: کسی غیر مرد یا عورت چاہے وہ بڑا یا چھوٹا، اس کی شرمگاہ چھونے سے مطلق طور پر وضوء ٹوٹ جاتا ہے؛ اور یہ شافعیہ اور حنابلہ کا مذہب ہے اور اسی کو ابن باز رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار کیا۔

اس کی درج ذیل وجوہات ہیں :

اول: غیر کی شرمگاہ۔ جس کا چھونا اس کے لئے حرام ہے۔ چھونے سے شہوت برانگیختہ ہونے کا زیادہ باعث ہوتا ہے۔

دوم: کبھی انسان کو دوسرے کی شرمگاہ چھونے کی ضرورت پیش آتی ہے، اس لئے اگر خود کی شرمگاہ چھونے سے وضوء ٹوٹ جائے تو دوسرے کی شرمگاہ چھونے سے بدرجہ اولی وضوء ٹوٹ جائے گا۔

دوسرا قول: کسی غیر مرد یا عورت، چاہے وہ بڑا یا چھوٹا، اس کی شرمگاہ چھونے سے مطلق طور پر وضوء نہیں ٹوٹتا؛ اور یہ حنفیہ اور ظاہریہ کا مذہب ہے۔

دلائل:

اول: سنت نبوی ﷺ کی دلیل

عَنْ بُسْرَةَ بنتِ صَفْوَانَ رَضِيَ اللهُ عنها ، أَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ:" مَنْ مَسَّ ذَكَرَهُ فَلْيَتَوَضَّأْ ."

سیدہ بسرہ بنت صفوان رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: "جو اپنا عضو تناسل چھوئے وہ وضو کرے"۔

(سنن ابی داود / کتاب: طہارت کے مسائل / باب: عضو تناسل چھونے سے وضو ٹوٹ جانے کا بیان۔ حدیث نمبر: 181 ،سنن الترمذی / الطھارۃ 61(82)، سنن النسائی / الطھارۃ 118(163)، الغسل 30(445)، سنن ابن ماجہ / الطھارۃ 63 (479)، شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا)

حدیث سے استدلال کی صورت:

نبی ﷺ نے اپنے آلہ تناسل کے چھونے سے وضوء کرنے کا حکم فرمایا نہ کہ کسی اور کا چھونے سے، اور یہ ایسی علت ہے جس کے معنی کا ادراک عقل نہیں کر سکتی، اس لئے اس کو دوسرے پر قیاس کرنا ممکن نہیں ہے۔

I. قول اول: ٹوٹ جاتا ہے۔

II. قول ثانی: نہیں ٹوٹتا۔

15) سرین اور خصیتین (فوطے) کو چھونا۔[28]

دوم: بنیادی اصول وہی ہے جس پر اجماع منعقد ہے کہ: وضوء کا ٹوٹنا، اجماع یا تاویل کا احتمال نہ رکھنے والی متحقق سنت ہی کی بناء پر ہو گا، اس لئے ہم اس بنیادی اصول سے اسی وقت ہٹیں گے جب (وضوء ٹوٹ جانے کی) کوئی یقینی دلیل وارد ہو۔

[28] دبر یعنی پاخانہ والی جگہ چھونا

پاخانہ والی جگہ چھونے سے وضوء ٹوٹنے کے ضمن میں اہل علم کے دو مختلف قول ہیں :

پہلا قول: دبر چھونے سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے؛ اور یہ شافعیہ اور حنابلہ کا مذہب ہے اور سلف کی ایک جماعت اسی کی قائل ہے اور اسی کو شوکانی اور ابن باز نے اختیار کیا ہے۔

سنت نبوی ﷺ کی دلیل:

((عن عبدِ اللهِ بنِ عمرٍو رَضِيَ اللهُ عنهما: أنَّ النبيَّ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم قال: ((أيُّما رَجلٍ مسَّ فَرجَه، فلْيتوضَّأ، وأيُّما امرأةٍ مسَّت فرجَها، فلْتتوضَّأْ))

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "جو مرد اپنی شرمگاہ چھوئے تو اس کو وضوء کرنا چاہئے اور جو عورت اپنی شرمگاہ چھوئے تو اس کو بھی وضوء کرنا چاہئے۔

(اس حدیث کو امام احمد نے (7076) میں ابن الجارود نے (19) میں، طحاوي نے "شرح معانی الآثار" (454) میں، دار قطنی نے (1/147) میں اور بیہقی نے (652) میں روایت کیا ہے۔ بخاری فرماتے ہیں جیسا کہ "علل الترمذی" (ص:49) میں ہے: (شرمگاہ چھونے کے تئیں سیدنا عبد اللہ بن عمرو کی حدیث میرے نزدیک صحیح ہے)۔ اور ذہبی نے "تنقيح التحقيق" (1/60) میں اس حدیث کی اسناد کو قوی قرار دیا اور ابن الملقّن نے "البدر المنیر" 2/477 میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا اور ابن حجر نے "موافقة الخبر الخبر" (1/400) میں اس حدیث کو حسن کہا اور البانی رحمۃ اللہ علیہ نے "صحیح الجامع" (2725) میں اس حدیث کو صحیح کہا)

حدیث سے استدلال کی صورت:

دبر شرمگاہ ہے کیونکہ وہ پیٹ کا شگاف ہے۔

دوسرا قول: دبر چھونے سے وضوء نہیں ٹوٹتا؛ اور یہ حنفیہ، مالکیہ، ظاہریہ اور ایک روایت کے مطابق حنابلہ کا مذہب ہے اور سلف کی ایک جماعت اسی کی قائل ہے۔

دلائل:

اول: سنت نبوی ﷺ کی دلیل

عَنْ طَلْقِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عنه ، قال: خَرَجْنَا وَفْدًا حَتَّى قَدِمْنَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَايَعْنَاهُ وَصَلَّيْنَا مَعَهُ، فَلَمَّا قَضَى الصَّلَاةَ، جَاءَ رَجُلٌ كَأَنَّهُ بَدَوِيٌّ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَا تَرَى فِي رَجُلٍ مَسَّ ذَكَرَهُ فِي الصَّلَاةِ؟ قَالَ:" وَهَلْ هُوَ إِلَّا مُضْغَةٌ مِنْكَ أَوْ بَضْعَةٌ مِنْكَ؟ ."

سیدنا طلق بن علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم ایک وفد کی شکل میں نکلے یہاں تک کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے، اور ہم نے آپ سے بیعت کی اور آپ کے ساتھ نماز ادا کی، جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو ایک شخص جو دیہاتی لگ رہا تھا آیا اور اس نے عرض کیا: اللہ کے رسول! آپ اس آدمی کے متعلق کیا فرماتے ہیں جو نماز میں اپنا عضو تناسل چھولے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "وہ تمہارے جسم کا ایک ٹکڑا یا حصہ ہی تو ہے"۔

(سنن نسائی / ابواب: وضو کا طریقہ / باب: عضو تناسل چھونے سے وضو نہ کرنے کا بیان۔ حدیث نمبر: 165، حدیث کے الفاظ سنن نسائی کے ہیں، سنن ابی داود / کتاب: طہارت کے مسائل / باب: عضو تناسل چھونے سے وضو نہ کرنے کی رخصت کا بیان۔ حدیث نمبر: 182، سنن الترمذی / فیہ 62 (85) مختصراً، سنن ابن ماجہ / فیہ 64، 483، (تحفۃ الأشراف: 5023)، مسند احمد 4 / 22، 23، (16338)، ابن حبان (3 / 403) (1120)۔ ابن المدینی نے فرمایا جیسا کہ طحاوی کی "شرح معاني الآثار" (1 / 76) میں ہے: یہ بُسْرَة کی حدیث سے زیادہ عمدہ ہے، طحاوي نے "شرح معانی الآثار" (1 / 76) میں اور ابن حزم نے "المحلی" (1 / 238) میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا اور ابن القطّان نے "بیان الوھم والإیھام" (4 / 144) میں اس حدیث کو حسن قرار دیا اور ابن حجر نے "فتح الباري" (1 / 306) میں اس حدیث کو صحیح یا حسن قرار دیا اور محمد ابن عبد الهادی نے "تعلیقة علی العلل" (83) میں اس حدیث کو حسن یا صحیح کہا اور البانی نے "صحیح سنن النسائی" (165) میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا)

حدیث سے استدلال کی صورت:

آلہ تناسل جس طرح انسانی جسم کا ایک حصہ ہے، یہی حکم دبر کا بھی ہے؛ اس لئے دبر چھونے سے وضوء نہیں ٹوٹتا۔

دوم: عضو تناسل چھونے سے وضوء کے واجب ہونے کے نصوص وارد ہیں نہ کہ دبر چھونے کے، اس لئے بنیادی اصول یہی ہے کہ طہارت باقی ہے اور وضوء نہیں ٹوٹا، اور ہم اس بنیادی اصول سے اسی صورت میں نکلیں گے جب کوئی یقینی دلیل وارد ہو۔

دونوں خصیوں، چوتڑوں اور چڈھوں کے اطراف کے دونوں جانبین کو چھونا؟

I. قول اول: وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

II. قول ثانی: وضوء نہیں ٹوٹتا۔

16) عورت کو چھونے سے

I. قول اول ٹوٹ جاتا ہے۔

II. قول ثانی: نہیں ٹوٹتا۔ (راجح)

III. قول ثالث: شہوت سے چھوئے تو ٹوٹ جاتا ہے

IV. قول رابع شہوت سے چھوئے تو بھی نہیں توٹتا (شیخ البانی کا استدلال بوسہ والی حدیث سے ہے)

17) غسل میت سے وضوء نہیں ٹوٹتا۔ البتہ مستحب ہے۔

18) نماز میں قہقہ سے وضوء نہیں ٹوٹتا۔ (حدیث ضعیف ہے)

19) اونٹ کا گوشت کھانے سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے۔

20) پکی ہوئی چیز پر وضوء ٹوٹنے کے متعلق والا حکم منسوخ ہے

21) ارتداد ناقض وضوء ہے؟۔[29]

خصیوں، چڈھا کے اطراف کے دونوں جانبین (میل جمع ہونے کی جگہ) اور چوتڑوں کے چھونے سے وضوء نہیں ٹوٹتا اور اس پر چاروں فقہی مذاہب: حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کا اتفاق ہے اور عام اہل علم اسی کے قائل ہیں؛ اس کی وجہ یہ ہے کہ خصیوں، چوتڑوں اور چڈھا کے اطراف کے دونوں جانبین کے چھونے کے ضمن میں کوئی ایسی دلیل وارد نہیں ہے جو شرمگاہ کے علاوہ حصوں کے ناقض وضوء ہونے پر دلالت کرے، اس لئے اصل یہی ہے کہ وضوء باقی ہے اور وضوء کی صحت ختم ہونے کا حکم کسی دلیل ہی کی بنیاد پر لگایا جائے گا۔

چوپایہ کی شرمگاہ چھونا؟

چوپایہ (درندہ کے علاوہ جانور کو کہتے ہیں) کی شرمگاہ چھونے سے وضوء نہیں ٹوٹتا ہے اور اس پر چاروں فقہی مذاہب: حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ اور حنابلہ کا اتفاق ہے، اور اکثر اہل علم اسی کے قائل ہیں۔ ابن تیمیہ نے اس مسئلہ میں اجماع نقل کیا ہے؛ اس کی وجہ یہ ہے کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ یا صحیح قیاس سے اس بات کی کوئی دلیل نہیں ملتی کہ یہ ناقض وضوء ہے۔

[29] مرتد ہو جانا

اسلام سے پھر جانا۔ اس ہلاکت سے اللہ تعالی کی پناہ۔ ناقض وضوء ہونے کے ضمن میں فقہاء کے دو مختلف قول ہیں :
پہلا قول: ارتداد ناقض وضوء ہے، یہ مالکیہ اور حنابلہ کا مذہب ہے اور ایک صورت میں یہی شافعیہ کا مذہب ہے اور سلف کی ایک جماعت اسی کی قائل ہے اور اسی کو ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اور ابن باز رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار کیا۔

دلائل :

کتاب اللہ کے دلائل

اللہ تعالی کا قول ہے:

وَمَنْ يَكْفُرْ بِالإِيمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ [المائدة: ٥] .

"منکرین ایمان کے اعمال ضائع اور اکارت ہیں"

اللہ تعالی کا فرمان ہے:

وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ [الزمر: ٦٥] .

"یقیناً تیری طرف بھی اور تجھ سے پہلے (کے تمام نبیوں) کی طرف بھی وحی کی گئی ہے کہ اگر تو نے شرک کیا توبلاشبہ تیرا عمل ضائع ہو جائے گا اور بالیقین تو زیاں کاروں میں سے ہو جائے گا"

دونوں آیات سے استدلال کی صورت:

وضوء ایک عمل ہے اس لئے قرآن مجید کی ان دونوں آیات کی روشنی میں ارتداد سے عملِ وضوء ضائع ہو جائے گا۔

دوم: سنت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دلیل

عَنْ أَبِي مَالِكٍ الأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللهُ عنه ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:" الطُّهُورُ شَطْرُ الإِيمَانِ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ تَمْلَأُ الْمِيزَانَ، وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ تَمْلَآنِ أَوْ تَمْلَأُ مَا بَيْنَ السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضِ، وَالصَّلَاةُ نُورٌ، وَالصَّدَقَةُ بُرْهَانٌ، وَالصَّبْرُ ضِيَاءٌ، وَالْقُرْآنُ حُجَّةٌ لَكَ أَوْ عَلَيْكَ، كُلُّ النَّاسِ يَغْدُو، فَبَائِعٌ نَفْسَهُ فَمُعْتِقُهَا أَوْ مُوبِقُهَا . "

سیدنا ابومالک اشعری رضی اللہ عنہ سے (جن کا نام حارث یا عبید یا کعب بن عاصم یا عمرو ہے) روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "طہارت آدھے ایمان کے برابر ہے۔ اور "الحمد للہ" ترازو کو بھر دے گا اور "سبحان اللہ" اور "الحمد للہ" دونوں آسمانوں اور زمین کے بیچ کی جگہ کو بھر دیں گے اور نماز نور ہے

جواب: ناقضِ وضو "ابن باز رحمۃ اللہ علیہ، امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ

22) حدثِ دائم کا شکار وضوء کے بعد حدث واقع ہو تو ناقض نہیں۔[30]

اور صدقہ دلیل ہے اور صبر روشنی ہے اور قرآن تیری دلیل ہے۔ دوسرے پر یا دوسرے کی دلیل ہے تجھ پر، ہر ایک آدمی (بھلا ہو یا برا) صبح کو اٹھتا ہے یا پھر اپنے تئیں آزاد کرتا ہے یا اپنے آپ کو تباہ کرتا ہے۔"
(صحیح مسلم / طہارت کے احکام و مسائل / باب: وضو کی فضیلت کا بیان۔ حدیث نمبر: 223)

حدیث سے استدلال کی صورت:

جب پاکی آدھا ایمان ہوا اور ارتداد ایمان ہی کو باطل کر دیتا ہے تو ارتداد وضوء کو بھی باطل کر دیتا ہے کیونکہ وضوء آدھا ایمان ہے۔

دوسرا قول: ارتداد سے وضوء نہیں ٹوٹتا اور یہ حنفیہ، شافعیہ اور ایک قول کے مطابق مالکیہ کا مذہب ہے اور اسی کو ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ اور ابن عثیمین رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار کیا۔

دلائل:

اول: کتاب اللہ کی دلیل:

اللہ تعالی کا قول ہے: وَمَنْ يَرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ [البقرة: 217].

"اور تم میں سے جو لوگ اپنے دین سے پلٹ جائیں اور اسی کفر کی حالت میں مریں، ان کے اعمال دنیوی اور اخروی سب غارت ہو جائیں گے۔ یہ لوگ جہنمی ہوں گے اور ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں ہی رہیں گے۔"

آیت سے وجہ دلالت:

اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ ارتداد سے عمل ضائع نہیں ہوتا الا یہ کہ یہ ارتداد، مرتد کی موت تک ساتھ رہے۔

دوم: قرآن مجید، صحیح یا ضعیف نوعیت کی سنتوں، اجماع اور قیاس کی کوئی ایسی دلیل نہیں کہ ارتداد سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے، بلکہ علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ ارتداد سے جنابت کا غسل، حیض کا غسل اور اس کی سابقہ آزادی کو وضوء نہیں ٹوٹتا تو ارتداد سے وضوء ٹوٹ جائے گا؟!

نوٹ: قول اول ہی راجح ہے کیونکہ جب ایمان ہی نہ رہا تو وضوء کیسے باقی رہ سکتا ہے (شیخ رضا)

[30] دائمی (بے وضو ہونا)۔

9-جو نواقض میں نہیں شمار ہوتے[31]

1) شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک، بغیر شہوت کے شرمگاہ کو ہاتھ لگانا سے وضوء نہیں ٹوٹتا۔
2) عورت کو چھوا ہو اور انزال نہ ہوا ہو۔
3) اگے پیچھے شرمگاہ کے علاوہ کسي اور جگہ سے نکلے جیسے زخم، پیپ، خون ورعاف، کٹھاس یا حجامہ کا خون۔
4) ہلکی نیند سے وضو نہیں ٹوٹتا[شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ، شیخ ابن عثیمین رحمۃ اللہ علیہ]
5) حدث میں شک ہو۔
6) قطرہ پیشاب کا احساس ہو اور یقین نہ ہو۔
7) بال کاٹنا و ناخن کترنا یا موزے یا جراب نکالنا۔
8) حدثِ دائم کا شکار وضوء کے بعد حدث واقع ہو تو ناقض نہیں۔
9) آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضوء نہیں ٹوٹتا البتہ وضوء کرنا مستحب ہے واجب نہیں
10) میت کو غسل دینے سے وضوء نہیں ٹوٹتا۔ البتہ مستحب ہے۔
11) نماز میں قہقہ سے وضوء نہیں ٹوٹتا۔ (حدیث ضعیف ہے)
12) جھوٹ بولنے، گالی دینے یا گانا گانے سے وضوء نہیں ٹوٹتا البتہ یہ کبیرہ گناہ ہے گناہ سے بچنا ضروری ہے۔

جن کاموں کے لئے وضوء واجب ہے

1) نماز فرض ہو یا نفل
2) بیت اللہ کا طواف

جس کو دائمی بے وضگی کا مرض لاحق ہو اور وہ وضوء کرلے تو اس دائمی حدث کی وجہ سے اس کا وضوء نہیں ٹوٹے گا۔

[31] (الموسوعۃ عویشہ)

طواف کے لیے وضوء مشروع ہونے میں اجماع ہے البتہ لازم اور شرط ہونے میں اختلاف ہے جمہور فرض وشرط کے قائل ہیں جبکہ قول ثانی یہ ہے کہ طواف کے لئے وضوء شرط اور فرض نہیں ہے۔

نوٹ: قول ثالث پر عمل بہتر ہے: قول ثالث یہ ہے کہ احتیاط اور اختلاف سے باہر نکلنے کے لئے وضوء کرلے (ابن عثیمین رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ مستحب ہے، خروجا عن الخلاف) کیونکہ طواف کے لئے وضوء نہ کرنے میں اختلاف ہے جبکہ وضوء کرکے طواف کرنے میں کسی کا اختلاف نہیں۔ واللہ اعلم

نوٹ: تفصیلی طور سب کے دلائل کا ذکر کرتے ہوئے ایک مستقل مقالہ موجود ہے آنے والے صفحات میں ان شاء اللہ۔

3) مصحف چھونا (قرآن چھونا)

قول اول: وضوء کے بغیر جائز نہیں، جمہور کہتے ہیں کہ وضوء کرنا واجب ہے۔

قول ثانی: شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق وترجیح یہ ہے کہ وہ مستحب مانتے ہیں۔[32]

نوٹ: امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے کی طرح اس قول کی طرف مائل ہونے کے بعد رجوع کرلینے والے دو علماء ابن عثیمین رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ فرکوس رحمۃ اللہ علیہ ہیں احتیاط کا تقاضہ ہے باوضوء رہے مصحف کو چھوتے وقت کیونکہ وضوء نہ کرنے میں اختلاف ہے جبکہ وضوء کرنے میں کسی کا اختلاف نہیں۔ واللہ اعلم

نوٹ: تفصیلی طور سب کے دلائل کا ذکر کرتے ہوئے ایک مستقل مقالہ موجود ہے آنے والے صفحات میں ان شاء اللہ۔

---

[32] "الصحيحة" (٤٠٦):" . . . نعم؛ الأفضل أن يقرأ على طهارة؛ لقوله - صَلّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلّمَ - حين ردّ السلام عَقِب التيمُّم: "إنّي كرهت أن أذكر الله إلاّ على طهارة"، ليس معناه انه اختار هذا الامة انما اختار النفسيه فقط فليس فيه الاستحباب انما هو الافضلية، أخرجه أبو داود وغيره، وهو مُخَرّج في "صحيح أبي داود" (٢٣) . "

وہ کام جن کے لئے وضو کرنا مستحب ہے

وضوء کے لیے مشروع مقامات؟

1) ذکر کے لئے (اذان میں بھی ذکر ہے)

2) ہر نماز کے لیے تازہ وضو مستحب ہے۔

3) میت اٹھانے کے بعد۔

4) جب بھی وضوء ٹوٹے

5) قئے کے بعد

6) طواف کے لیے وضوء مشروع ہونے میں اجماع ہے البتہ لازم اور شرط ہونے میں اختلاف ہے جمہور فرض و شرط کے قائل ہیں جبکہ قول ثانی یہ ہے کہ طواف کے لئے وضوء شرط اور فرض نہیں

نوٹ: قول ثالث پر عمل بہتر ہے: قول ثالث یہ ہے کہ احتیاط اور اختلاف سے باہر نکلنے کے لئے وضوء کرلے (ابن عثیمین رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ مستحب ہے، خروجا عن الخلاف) کیونکہ طواف کے لئے وضوء نہ کرنے میں اختلاف ہے جبکہ وضوء کر کے طواف کرنے میں کسی کا اختلاف نہیں۔ واللہ اعلم

7) غسل سے پہلے وضوء مستحب ہے لیکن دوسرا قول یہ ہے کہ واجب ہے۔

نوٹ: دلیل کے اعتبار سے دونوں اقوال میں قوت پائی جاتی ہے لہذا احتیاط اسی میں کہ وضوء کرلے غسل پہلے واللہ اعلم

8) بغیر چھوئے قراءۃ القرآن کے لیے

9) مصحف چھونا (قرآن چھونا)

قول اول: وضوء کے بغیر جائز نہیں، جمہور کہتے ہیں کہ وضوء کرنا واجب ہے۔

قول ثانی: شیخ البانی رحمہ اللہ کی تحقیق وترجیح یہ ہے کہ وہ مستحب مانتے ہیں۔[33]

نوٹ: امام ابن حزم رحمہ اللہ اور شیخ البانی رحمہ اللہ کی رائے کی طرح اس قول کی طرف مائل ہونے کے بعد رجوع کر لینے والے دو علماء ابن عثیمین اور شیخ فرکوس ہیں احتیاط کا تقاضہ ہے باوضو رہے مصحف کو چھوتے وقت کیونکہ وضوء نہ کرنے میں اختلاف ہے جبکہ وضوء کرنے میں کسی کا اختلاف نہیں۔ واللہ اعلم

10) چھوٹا بچہ جو سن تمیز کو نہ پہنچا ہو فقط تعلیم کی آسانی کے لیے علماء نے کہا کہ وضوء شرط نہیں ہے البتہ جائز ہے۔

11) سونے سے پہلے وضوء مسنون ہے۔

12) جنبی کے لیے کھانے پینے اور سوتے وقت، وضوء مستحب ہے۔

13) دوبارہ جماع سے پہلے وضوء مستحب ہے۔



[33] " الصحيحة" (٤٠٦):" . . . نعم؛ الأفضل أن يقرأ على طهارة؛ لقوله – صَلّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلّمَ – حين ردّ السلام عَقِب التيمُّم: "إنّي كرهت أن أذكر الله إلاّ على طهارة"، ليس معناه انه اختار هذا الامة انما اختار النفسيه فقط فليس فيه الاستحباب انما هو الافضلية، أخرجه أبو داود وغيره، وهو مخرّج في "صحيح أبي داود" (٢٣) . "

الفصل الثانی

وضو

وضو سے متعلق مفصل معلومات
(تعریف، فضائل، شروط و فروض، نواقض، کب واجب؟، کب مستحب، قدیم وجدید مسائل، اَخطاء وضوء و منکرات و بدعات ورد ضعیف و موضوعات)
نوٹ: وضوء کے مسائل سمجھنے کے لئے تین حصوں میں سمجھنا آسان ہے
1-وضوء سے پہلے
2-وضوء کے دوران
3-وضوء کے بعد

1-وضوء سے پہلے

وضو کا لغوی معنی اور اصطلاحی مفہوم

(1)وضو کا لغوی معنی

محمد بن یعقوب فیروز آبادی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

((الوَضَاءَةُ: الحُسْنُ والنَّظافَةُ))

وضوء دراصل وضاءۃ سے نکلا ہے اور اس کے معنی حُسن و نظافت کے ہیں۔

((والوُضُوءُ: الفعلُ، وبالفتحِ: ماؤُه،)

(القاموس المحیط للفیروز آبادی، صفحہ:55، الناشر: مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

(یعنی وضوء واو کو زبر کے ساتھ پڑھا جائے تو یہ مصدر ہے جس کا معنی وضو کا پانی ہے اور اگر واو پیش کے ساتھ پڑھا جائے تو اس کا معنی وضوء کرنا ہوتے ہیں)

نوٹ:اگر واو کو زیر کے ساتھ پڑھائے جائے گا تو اس کا معنی وہ برتن ہوتا ہے جس سے وضوء کیا جائے۔

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

((الْوُضُوءُ: اشْتِقَاقُهُ مِنَ الْوَضَاءَةِ، وَهِيَ الْحُسْنُ، قَالَ الأَصْمَعِيُّ: قُلْتُ لأَبِي عَمْرٍو: مَا الْوَضُوءُ؟ يَعْنِي: بِفَتْحِ الْوَاوِ؟ قَالَ: الْمَاءُ الَّذِي يُتَوَضَّأُ بِهِ، قُلْتُ: وَالْوُضُوءُ بِالضَّمِّ؟ قَالَ: لَا أَعْرِفُهُ. وَقَالَ غَيْرُهُ: الْوُضُوءُ بِالضَّمِّ: الْمَصْدَرُ، يُقَالُ: وَضُؤَ وَضَاءَةً وَوُضُوءًا، وَقِيلَ: الْوُضُوءُ: التَّوَضُّؤُ))

وُضوء: وضاءۃ سے نکلا ہے اور اس کا معنی حُسن ہے، اصمعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابو عمر رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا کہ (الْوَضُوءُ) کسے کہتے ہیں یعنی واو کو زبر کے ساتھ پڑھا جائے تو کیا کہتے ہیں ابو عمر رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ (الْوَضُوءُ) اس پانی کو کہتے ہیں جس سے وضوء کیا جاتا ہے میں نے پوچھا کہ اگر واو کو پیش کے ساتھ پڑھا جائے تو اس کا کیا معنی

ہوتا ہے تو انہوں نے کہا (الْوُضُوءُ) کسے کہتے ہیں مجھے اس بات کا علم نہیں ہے بعض کہتے ہیں کہ (وُضُوء) مصدر ہے اور یہ تین طرح سے بولا جاتا ہے (وَضُؤَ وَضَاءَةً وَوُضُوءًا) دیگر کہتے ہیں "و" پر پیش ہو تو اس کا معنی وضوء کرنا ہے۔

(شرح السنۃ للبغوی:1/321، کتاب الطہارۃ ، باب فضل الوضوء، الناشر: المکتب الاسلامی، دمشق، بیروت)

(2) وضو کا شرعی اصطلاحی معنی:

اللہ عزوجل کی عبادت کے لئے مخصوص اعضاء کو مخصوص طریقہ پر دھونا۔

(3) وضوء کا شرعی حکم؟

نماز کے لئے وضوء کرنا فرض اور شرط ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآنِ مجید میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ﴾

(سورۃ المائدہ، سورۃ نمبر 5، آیت نمبر:6)

"اے ایمان والو! جب تم نماز کے لئے اٹھو تو اپنے منہ کو، اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھولو اپنے سروں کا مسح کرو اور اپنے پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھولو۔"

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((لاَ تُقْبَلُ صَلاَةُ مَنْ أَحْدَثَ حَتَّى يَتَوَضَّأَ))

"جو شخص حدث کرے اس کی نماز قبول نہیں ہوتی جب تک کہ وہ (دوبارہ) وضو نہ کر لے۔

((قَالَ رَجُلٌ مِنْ حَضْرَمَوْتَ مَا الْحَدَثُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ فُسَاءٌ أَوْ ضُرَاطٌ))

حضر موت کے ایک شخص نے پوچھا کہ حدث ہونا کیا ہے؟ اے ابوہریرہ- انہوں نے کہا (پاخانہ کے مقام سے نکلنے والی) آواز والی یا بے آواز والی ہوا۔"

(صحیح بخاری، کتاب الوضوء، باب: اس بارے میں کہ نماز بغیر پاکی کے قبول ہی نہیں ہوتی، حدیث نمبر:135)

اس حدیث کی شرح میں علمائے کرام کہتے ہیں کہ جس کو پانی میسر نہ ہو یا عذرِ شرعی ہو تو اس کے لیے وضوء کا قائم مقام تیمم ہے، ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((إِنَّ الصَّعِيدَ الطَّيِّبَ طَهُورُ الْمُسْلِمِ وَإِنْ لَمْ يَجِدِ الْمَاءَ عَشْرَ سِنِينَ فَإِذَا وَجَدَ الْمَاءَ فَلْيُمِسَّهُ بَشَرَتَهُ فَإِنَّ ذَلِكَ خَيْرٌ))

"پاک مٹی مسلمان کو پاک کرنے والی ہے گرچہ وہ دس سال تک پانی نہ پائے، پھر جب وہ پانی پالے تو اسے اپنی کھال (یعنی جسم) پر بہائے، یہی اس کے لیے بہتر ہے۔"

((قَالَ أَبُو عِيسَى: - وَهُوَ قَوْلُ عَامَّةِ الْفُقَهَاءِ أَنَّ الْجُنُبَ وَالْحَائِضَ إِذَا لَمْ يَجِدَا الْمَاءَ تَيَمَّمَا وَصَلَّيَا . وَيُرْوَى عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ أَنَّهُ كَانَ لاَ يَرَى التَّيَمُّمَ لِلْجُنُبِ وَإِنْ لَمْ يَجِدِ الْمَاءَ . وَيُرْوَى عَنْهُ أَنَّهُ رَجَعَ عَنْ قَوْلِهِ فَقَالَ يَتَيَمَّمُ إِذَا لَمْ يَجِدِ الْمَاءَ . وَبِهِ يَقُولُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَمَالِكٌ وَالشَّافِعِيُّ وَأَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ))

" اکثر فقہاء کا قول یہی ہے کہ جنبی یا حائضہ جب پانی نہ پائیں تو تیمم کر کے نماز پڑھیں، عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ جنبی کے لیے تیمم درست نہیں سمجھتے تھے اگرچہ وہ پانی نہ پائے، ان سے یہ بھی مروی ہے کہ انہوں نے اپنے قول سے رجوع کر لیا تھا اور یہ کہا تھا کہ وہ جب پانی نہیں پائے گا، تیمم کرے گا، یہی سفیان ثوری، مالک، شافعی، احمد اور اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہم بھی کہتے ہیں۔"

(سنن الترمذی، کتاب الطهارة، باب: پانی نہ پانے پر جنبی تیمم کر لے، حدیث نمبر:124، شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ

نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے)

❖ تیمم کی تمام تفصیلات میری کتاب "کتاب التیمم" میں ملاحظہ فرمائیں۔

دیگر کاموں کے لئے وضو فرض نہیں؟

سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

((أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، خَرَجَ مِنَ الْخَلَاءِ، فَأُتِيَ بِطَعَامٍ، فَذَكَرُوا لَهُ الْوُضُوءَ، فَقَالَ: أُرِيدُ أَنْ أُصَلِّيَ، فَأَتَوَضَّأَ؟))

"کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (ہاتھ دھو کر) بیت الخلاء سے نکلے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھانا پیش کیا گیا، لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے وضو کا تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا: "(کیا) میں نماز پڑھنا چاہتا ہوں کہ وضو کروں؟۔"

(صحیح مسلم: کتاب الحیض، بَابُ جَوَازِ أَكْلِ الْمُحْدِثِ الطَّعَامَ وَأَنَّهُ لاَ كَرَاهَةَ فِي ذَلِكَ وَأَنَّ الْوُضُوءَ لَيْسَ عَلَى الْفَوْرِ - بے وضو کھانا درست ہے اس میں کوئی حرج نہیں، اور وضو فی الفور واجب نہیں ہے، حدیث نمبر: 374[827])

اس بات سے یہ بات واضح ہوئی کہ نماز اور دیگر عبادات کے لئے (جہاں حکم ہے) وضو فرض ہے اور اس کے علاوہ دیگر کاموں کے لئے وضو ضروری نہیں ہے لہذا جس پابندی کو قرآن وحدیث نے بیان نہیں کیا ان پابندیوں کو از خود لگالینا صحیح بات نہیں ہے البتہ ہر وقت وضو کے ساتھ رہنا اچھی بات ہے لیکن شریعت نے اس کو لازم نہیں کہا۔

نوٹ: طواف اور مصحفِ قرآن چھونے کے لئے وضوء واجب ہے یا نہیں اس میں اختلاف ہے تفصیلات ان شاء اللہ اگلے صفحات پر ہیں۔

(4)وضوء کے فضائل

1) وُضوء، آدھا ایمان ہے۔
2) وضوء، گناہوں کو مٹاتا ہے ۔
3) پابندی سے وضو کرنا، اہل ایمان کی علامات میں سے ہے۔
4) وضوء، قیامت کے دن، اہل ایمان کی علامت ہو گی۔
5) وضوء، جنت میں داخلہ اور جنتی زیور سے آراستہ ہونے کا ایک سبب ہو گا۔

1۔وُضوء، آدھا ایمان ہے:

((عَنْ أَبِي مَالِكٍ الأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللهُ عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:" الطُّهُورُ شَطْرُ الإِيمَانِ ---))

سیدنا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے (جن کا نام حارث یا عبید یا کعب بن عاصم یا عمرو ہے) روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "طہارت آدھے ایمان کے برابر ہے۔۔۔"

(صحیح مسلم / طہارت کے احکام و مسائل / باب: وضو کی فضیلت کا بیان۔ حدیث نمبر: 223)

2۔وضوء، گناہوں کو مٹاتا ہے:

پہلی حدیث:

((عَنْ عثمانَ بن عفَّان رَضِيَ اللهُ عنه: أَنَّه قَالَ – بعد وصفه لوُضوء النبيّ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم بفعله–: أَنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، تَوَضَّأَ مِثْلَ وُضُوئِي هَذَا، ثُمَّ قَالَ: مَنْ تَوَضَّأَ هَكَذَا، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ))

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وضوء کا طریقہ عملا بیان کرنے کے بعد فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اس طرح جیسے میں نے

ابھی وضو کیا پھر فرمایا: "جو شخص اس طرح وضو کرے گا اس کے اگلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔۔۔

(صحیح مسلم / طہارت کے احکام و مسائل / باب: وضو کی اور اس کے بعد نماز پڑھنے کی فضیلت ۔حدیث نمبر:229)

دوسری حدیث:

((عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللهُ عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ، خَرَجَتْ خَطَايَاهُ مِنْ جَسَدِهِ، حَتَّى تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ أَظْفَارِهِ))

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص اچھی طرح وضو کرے تو اس کے گناہ بدن سے نکل جاتے ہیں یہاں تک کہ ناخنوں کے نیچے سے بھی نکل جاتے ہیں۔"

(صحیح مسلم / طہارت کے احکام و مسائل / باب: وضو کے پانی کے ساتھ گناہوں کا جھڑنا۔ حدیث نمبر: 245)

3۔پابندی سے وضو کرنا، اہل ایمان کی علامت ہے:

((عَنْ ثَوْبَانَ رَضِيَ اللهُ عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:" اسْتَقِيمُوا وَلَنْ تُحْصُوا، وَاعْلَمُوا أَنَّ خَيْرَ أَعْمَالِكُمُ الصَّلَاةَ، وَلَا يُحَافِظُ عَلَى الْوُضُوءِ إِلَّا مُؤْمِنٌ))

سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "راہ استقامت پر قائم رہو، تم ساری نیکیوں کا احاطہ نہیں کر سکو گے، اور تم جان لو کہ تمہارا بہترین عمل نماز ہے، اور صرف مومن ہی وضو کی محافظت کرتا ہے"۔

(سنن ابن ماجہ / کتاب: طہارت اور اس کے احکام و مسائل / باب: پابندی سے وضو کرنے کا بیان۔ حدیث نمبر: 277، اس حدیث کو کتب ستہ کے محدثین میں سے صرف ابن ماجہ نے روایت کیا ہے، (تحفة الأشراف:2086، اور مصباح الزجاجة:114)، مسند احمد (5/277، 282)، سنن الدارمی / الطہارۃ 2 (681)، ابن حبان (3/311) (1037)۔ اس حدیث کی سند کو منذری نے "الترغیب والترهيب" (1/130) میں صحیح قرار دیا اور ابن باز نے "حاشية بلوغ المرام" (149) میں فرمایا کہ: اس حدیث کے شواہد موجود ہیں، اور ابن کثیر نے " ارشاد الفقيه" (1/143) میں اس حدیث کی سند کو عمدہ قرار دیا اور شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے " صحیح سنن ابن ماجہ "(277) میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا اور نووی نے فرمایا: (پابندی سے باطہارت رہنا اور رات باطہارت سونا مستحب ہے اور ان دونوں امور کے ضمن میں مشہور احادیث موجود ہیں۔ "المجموع" (1/472)۔ اور عراقی کہتے ہیں: (دوازدہ یعنی بارہواں: اس حدیث میں ہمیشہ باطہارت رہنے کے استحباب کی دلیل ہے اور یہ استحباب، حدث کے بعد وضوء کرنے کی صورت میں ہے، چاہے نماز کا وقت نہ ہوا ہو اور نہ اس کے وضوء کا مقصد نماز ہو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان "ولا يحافِظُ على الوضوء إلّا مؤمنٌ"، اور صرف مومن، وضو کی محافظت کرتا ہے "کا مقصد بھی یہی ہے، اس لئے حدیث کا مقصد، وضوء کی مستقل پابندی ہے نہ کہ صرف نماز کے وقت کیا جانے والا وجوبی وضوء، واللہ اَعلم)۔" طرح التثريب" (2/55)، نیز ملاحظہ فرمائیں: "الفتاوى الهندية" (1/9)۔

4- وضوء، قیامت کے دن، اہل ایمان کی علامت ہو گا:

((عن أبي هُرَيرةَ رَضِيَ اللهُ عنه قال: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ:" إِنَّ أُمَّتِي يُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ غُرًّا مُحَجَّلِينَ مِنْ آثَارِ الْوُضُوءِ))

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ: "میری

امت کے لوگ وضو کے نشانات کی وجہ سے قیامت کے دن سفید پیشانی اور سفید ہاتھ پاؤں والوں کی شکل میں بلائے جائیں گے۔"

(صحیح بخاری / کتاب: وضو کے بیان میں / باب: وضو کی فضیلت کے بیان میں (اور ان لوگوں کی فضیلت میں) جو (قیامت کے دن) وضو کے نشانات سے سفید پیشانی اور سفید ہاتھ پاؤں والے ہوں گے۔ حدیث نمبر:136، صحیح مسلم:246)

5۔ وضوء، جنت میں داخلہ اور جنتی زیور سے آراستہ ہونے کا سبب ہو گا:

پہلی حدیث:

((عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، قَالَ: كَانَتْ عَلَيْنَا رِعَايَةُ الإِبِلِ، فَجَاءَتْ نَوْبَتِي، فَرَوَّحْتُهَا بِعَشِيٍّ، فَأَدْرَكْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمًا يُحَدِّثُ النَّاسَ، فَأَدْرَكْتُ مِنْ قَوْلِهِ: " مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَتَوَضَّأُ، فَيُحْسِنُ وُضُوءَهُ، ثُمَّ يَقُومُ فَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ، مُقْبِلٌ عَلَيْهِمَا بِقَلْبِهِ وَوَجْهِهِ، إِلَّا وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ "، قَالَ: فَقُلْتُ: مَا أَجْوَدَ هَذِهِ؟ فَإِذَا قَائِلٌ بَيْنَ يَدَيَّ، يَقُولُ: الَّتِي قَبْلَهَا أَجْوَدُ، فَنَظَرْتُ، فَإِذَا عُمَرُ، قَالَ: إِنِّي قَدْ رَأَيْتُكَ جِئْتَ آنِفًا، قَالَ: مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ يَتَوَضَّأُ، فَيُبْلِغُ، أَوْ فَيُسْبِغُ الْوَضُوءَ، ثُمَّ يَقُولُ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ، إِلَّا فُتِحَتْ لَهُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ الثَّمَانِيَةُ، يَدْخُلُ مِنْ أَيِّهَا شَاءَ))

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، ہم لوگوں کو اونٹ چرانے کا کام تھا، میری باری آئی تو میں اونٹوں کو چرا کر شام کو ان کے رہنے کی جگہ لے کر آیا تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے لوگوں کو وعظ سنا رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو مسلمان اچھی طرح سے وضو کرے، پھر کھڑا ہو کر دو رکعتیں پڑھے، اپنے دل کو اور منہ کو لگا کر (یعنی ظاہر اور باطناً متوجہ رہے، نہ دل میں اور کوئی دنیا کا خیال لائے، نہ منہ ادھر ادھر

پھرائے)اس کے لیے جنت واجب ہو جائے گی۔"میں نے کہا: کیا عمدہ بات فرمائی(جس کا ثواب اس قدر بڑا ہے اور محنت بہت کم ہے)ایک شخص میرے سامنے تھا، وہ بولا: پہلی بات اس سے بھی عمدہ تھی۔ میں نے دیکھا تو وہ عمر رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے کہا: میں سمجھتا ہوں تو ابھی آیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:"جو کوئی تم میں سے وضو کرے اچھی طرح پوراوضو، پھر کہے:"أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ" یعنی گواہی دیتا ہوں کہ کوئی عبادت کے لائق نہیں سوائے اللہ کے اور محمد (ﷺ) اس کے بندے ہیں اور بھیجے ہوئے رسول ہیں۔ اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھولے جائیں گے، جس سے چاہے جائے۔"(11)(12)

(صحیح مسلم / طہارت کے احکام و مسائل / باب: وضو کے بعد کیا پڑھنا چاہیے۔ حدیث نمبر:234)

دوسری حدیث:

((عَنْ أَبِي هُرَيرةَ قال: سَمِعْتُ خَلِيلِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: " تَبْلُغُ الْحِلْيَةُ مِنَ الْمُؤْمِنِ، حَيْثُ يَبْلُغُ الْوَضُوءُ))

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرمایا: میں نے اپنے دوست سے (یعنی رسول اللہ ﷺ سے)سنا، آپ ﷺ فرماتے تھے:"قیامت کے دن مؤمن کو وہاں تک زیور پہنایا جائے گا جہاں تک اس کا وضو پہنچتا ہو۔"

(صحیح مسلم / طہارت کے احکام و مسائل / باب: جہاں تک وضو کا پانی پہنچے گا وہاں تک زیور پہنایا جائے گا۔ حدیث نمبر:250)

وضو کی فضیلت اور برکت

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((إِذَا تَوَضَّأَ الْعَبْدُ الْمُسْلِمُ، أَوِ الْمُؤْمِنُ، فَغَسَلَ وَجْهَهُ، خَرَجَ مِنْ وَجْهِهِ

كُلُّ خَطِيئَةٍ نَظَرَ إِلَيْهَا بِعَيْنَيْهِ مَعَ الْمَاءِ، أَوْ مَعَ آخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ، فَإِذَا غَسَلَ يَدَيْهِ خَرَجَ مِنْ يَدَيْهِ كُلُّ خَطِيئَةٍ، كَانَ بَطَشَتْهَا يَدَاهُ مَعَ الْمَاءِ، أَوْ مَعَ آخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ، فَإِذَا غَسَلَ رِجْلَيْهِ، خَرَجَتْ كُلُّ خَطِيئَةٍ مَشَتْهَا رِجْلَاهُ مَعَ الْمَاءِ، أَوْ مَعَ آخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ، حَتَّى يَخْرُجَ نَقِيًّا مِنَ الذُّنُوبِ))

""جب بندہ مسلمان یا مؤمن (یہ شک ہے راوی کا) وضو کرتا ہے اور منہ دھوتا ہے تو اس کے منہ سے وہ سب گناہ (صغیرہ) نکل جاتے ہیں جو اس نے آنکھوں سے کئے پانی کے ساتھ یا آخری قطرہ کے ساتھ (جو منہ سے گرتا ہے یہ بھی شک ہے راوی کا) پھر جب ہاتھ دھوتا ہے تو اس کے ہاتھوں میں سے ہر ایک گناہ جو ہاتھ سے کیا تھا، پانی کے ساتھ یا آخری قطرہ کے ساتھ نکل جاتا ہے پھر جب پاؤں دھوتا ہے تو ہر ایک گناہ جس کو اس نے پاؤں سے چل کر کیا تھا۔ پانی کے ساتھ یا آخری قطرہ کے ساتھ نکل جاتا ہے یہاں تک کہ سب گناہوں سے پاک صاف ہو کر نکلتا ہے۔"

(صحیح مسلم، کتاب الطھارۃ، باب: وضو کے پانی کے ساتھ گناہوں کا جھڑنا، حدیث نمبر :244[577]۔ وجامع الترمذی:2)

وضوء ایک عبادت ہے لہذا تمام عبادات کو نبی کریم ﷺ کے طریقہ پر کرنا چاہئے چنانچہ عبادات میں سنت کے طریقہ پر چلنا عبادات کی قبولیت کی نشانی ہے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوئِي هَذَا، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ لَا يُحَدِّثُ فِيهِمَا نَفْسَهُ، غَفَرَ اللَّهُ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ))

"جو شخص میرے اس وضو جیسا وضو کرے اور (حضور قلب سے) دو رکعت پڑھے جس میں اپنے دل سے باتیں نہ کرے، تو اللہ تعالیٰ اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیتا ہے۔"

([متفق علیہ] صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب: وضو میں کلی کرنا، حدیث نمبر :164۔ و صحیح مسلم :226[539])

لہذا ہمیں چاہئے کہ رسول للہ ﷺ کے طریقہ پر وضوء کریں اسی سلسلے میں میں وضوء کا مکمل اور مفصل طریقہ معہ حوالجات آپ حضرات کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کررہاہوں ملاحظہ فرمائیں۔

5 -شروطِ وضوء (مع تفصیلات)

شروط وجوب[34]

1. -اسلام[35]:

---

[34] وشروطه عشرة ابن باز (١):

الإسلام، والعقل، والتمييز (٢)، والنية (٣)، واستصحاب حكمها (٤) بأن لا ينوي قطعها حتى تتم الطهارة، وانقطاع موجب (٥)، واستنجاء أو استجمار قبله (٦)، وطهورية ماء (٧)، وإباحته (٨)، وإزالة ما يمنع وصوله إلى البشرة (٩)، ودخول وقت على من حدثه دائم لفرضه (١٠).

[35] وضوء کرنے والے کا مسلمان ہونا شرط ہے، کافر کا وضوء صحیح نہیں ہوتا اور یہ جمہور : مالكيَّة(١)،شافعيَّة(٢)، حنابلة(٣)، اور ایک قول حنفيَّة(٤)کاہے۔

1) قرافي کی کتاب "الذخيرة"(1/246)،ابن جزي کی کتاب "القوانين الفقهية"(ص:18)۔

2)شربيني کی کتاب "مغني المحتاج"(1/47)نیز ملاحظہ فرمائیں:ماوردي کی کتاب "الحاوي الكبير" (1/97)۔

3)مرداوي کی کتاب "الإنصاف"(1/144)، بهوتي کی کتاب "كشاف القناع"(1/85)۔

4)حنفیہ کے نزدیک وضوء کے بجائے تیمم کرنے کے لئے مسلمان ہونا شرط ہے کیونکہ ان کے نزدیک تیمم میں نیت کرنی شرط ہے، وضوء میں نہیں، اور بعض حنفیہ نے اس بات کی وضاحت کی کہ وضوء میں بھی اسلام شرط ہے، ابن نجیم کی کتاب "البحر الرائق"(1/10)، نیز ملاحظہ فرمائیں: سرخسي کی کتاب "المبسوط"(1/109)، بابرتي کی کتاب "العناية شرح الهداية"(1/132)۔

احناف کے نزدیک یہ شرط وجوب ہے جبکہ جمہور کے نزدیک شرط وجوب وصحت ہے[36]

دلائل:

1: کتاب اللہ کی دلیل:

فرمان الٰہی ہے:

﴿ وَمَا مَنَعَهُمْ أَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقَاتُهُمْ إِلَّا أَنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَبِرَسُولِهِ﴾ [التوبة: ٥٤]

"کوئی سبب ان کے خرچ کی قبولیت کے نہ ہونے کا اس کے سوا نہیں کہ یہ اللہ اور اس کے رسول کے منکر ہیں[37]"

آیت سے استدلال کی صورت :

ایمان نہ ہونے کی وجہ سے ان کا کوئی عمل قبول نہیں کیا گیا، جس کا مطلب یہ ہوا کہ اعمال کی قبولیت کے لئے ایمان شرط ہے(7)، اور اعمال میں سے وضوء بھی ہے۔

۔سعدي کی کتاب "تیسیر الکریم الرحمن "(ص:340)۔

---

[36] وهو أوّل شروط وجوب الوضوء، فذهب الحنفية إلى أنّه شرط وجوبٍ لا صحّة وذلك لأنّ غير المسلمين ليسوا مخاطبين بفروع الشريعة، وذهب جمهور العلماء إلى القول بأنّه شرطٌ لصحة الوضوء باعتبار غير المسلمين مخاطبون بفروع الشريعة.

[37] ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:(اللہ تعالی ان کی جانب سے خرچ رد کئے جانے کا سبب بتا رہا ہے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کا انکار کیا اور اعمال کی صحت، ایمان ہی پر منحصر ہے)۔"تفسیر ابن کثیر"(4/162)۔سعدي فرماتے ہیں:(تمام اعمال کی قبولیت، ایمان کے ساتھ مشروط ہے اور ان کا نہ تو ایمان ہے اور نہ عمل صالح)۔"تفسیر السعدي"(1/340)۔

2:سنت نبوی ﷺ کی دلیل[38]

پہلی حدیث:

((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ:" قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ حِينَ بَعَثَهُ إِلَى الْيَمَنِ: إِنَّكَ سَتَأْتِي قَوْمًا أَهْلَ كِتَابٍ، فَإِذَا جِئْتَهُمْ فَادْعُهُمْ إِلَى أَنْ يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لَكَ بِذَلِكَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللَّهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لَكَ بِذَلِكَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللَّهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ فَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لَكَ بِذَلِكَ فَإِيَّاكَ وَكَرَائِمَ أَمْوَالِهِمْ وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ فَإِنَّهُ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللَّهِ حِجَابٌ))

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ کو جب یمن بھیجا' تو ان سے فرمایا کہ :"تم ایک ایسی قوم کے پاس جارہے ہو جو اہل کتاب ہیں۔ اس لیے جب تم وہاں پہنچو تو پہلے انہیں دعوت دو کہ وہ اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی برحق معبود نہیں اور محمد (ﷺ) اللہ کے سچے رسول ہیں۔ وہ اس بات میں جب تمہاری بات مان لیں تو انہیں بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر روزانہ دن رات میں پانچ وقت کی نمازیں فرض کی ہیں۔ جب وہ تمہاری یہ بات بھی مان لیں تو انہیں بتاؤ کہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے زکوۃ دینا ضروری قرار دیا ہے' یہ ان کے مالداروں سے لی جائے گی اور ان کے غریبوں پر خرچ کی جائے گی۔ پھر جب وہ اس میں بھی تمہاری بات مان لیں تو ان کے اچھے مال لینے سے بچو اور مظلوم کی آہ سے ڈرو کہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان

---

[38] صحیح بخاری / کتاب: زکوۃ کے مسائل کا بیان / باب: مالداروں سے زکوۃ وصول کی جائے اور فقراء پر خرچ کر دی جائے خواہ وہ کہیں بھی ہوں۔ حدیث نمبر: 1496، حدیث متعلقہ ابواب: مظلوم کی بد دعا سے بچنا چاہیے۔ صحیح مسلم: 19۔

کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی۔

حدیث سے استدلال کی صورت:

رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے اس بات کی خبر دی کہ ایمان کے بعد ہی واجبات لازم ہوتے ہیں۔

3: تیسری عقلی توجیہ: کافر نیت کا اہل نہیں ہے اور نیت، وضوء کی صحت کے لئے شرط ہے۔[39]

2- عقل:[40] نہ ہو تو وضوء ، نہ واجب ہے اور نہ صحیح ہے

سنت نبوی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی دلیل :

((عَنْ عَلِيّ بن أبي طالبٍ رَضِيَ اللهُ عنه ، عَنِ النَّبِيّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ:" رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ: عَنِ النَّائِمِ حَتَّى يَسْتَيْقِظَ، وَعَنِ الصَّبِيّ حَتَّى يَحْتَلِمَ، وَعَنِ الْمَجْنُونِ حَتَّى يَعْقِلَ))

سیدنا علی بن أبو طالب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا:" قلم تین آدمیوں سے اٹھالیا گیا ہے: سوئے ہوئے شخص سے یہاں تک کہ وہ بیدار ہو جائے، بچے سے یہاں تک کہ وہ بالغ ہو جائے، اور دیوانے سے یہاں تک کہ اسے عقل آ جائے"۔[41]

---

[39] رافعي کی کتاب "فتح العزیز بشرح الوجیز" (1/311)۔

[40] وضوء کرنے والے کا عقلمند ہونا مشروط ہے اور اس پر چاروں فقہی مذاہب: حنفيَّة(١)، مالكيَّة(٢)، شَافعيَّة(٣)، حنابلة(٤) کا اتفاق ہے۔

(1) ۔ابن نجیم کی کتاب "البحر الرائق" (1/10)، "حاشية ابن عابدين" (1/86)۔

(2) ۔ حطاب کی کتاب "مواهب الجليل" (1/264)، نیز ملاحظہ فرمائیں: نفراوي کی کتاب "الفواكه الدواني" (1/383)۔

(3) ۔نووي کی کتاب "المجموع" (1/330)، نیز ملاحظہ فرمائیں: ماوردي کی کتاب "الحاوي الكبير" (1/97)۔

(4) ۔مرداوي کی کتاب "الإنصاف" (1/111)، بهوتي کی کتاب "كشاف القناع" (1/85)۔

41

دوسری حدیث

عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها، أَنّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:" رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ: عَنِ النَّائِمِ حَتَّى يَسْتَيْقِظَ، وَعَنِ الصَّغِيرِ حَتَّى يَكْبَرَ، وَعَنِ الْمَجْنُونِ حَتَّى يَعْقِلَ، أَوْ يُفِيقَ"

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تین افراد سے قلم اٹھالیا گیا ہے: ایک تو سونے والے سے یہاں تک کہ وہ جاگے، دوسرے نابالغ سے یہاں تک کہ وہ بالغ ہو جائے، تیسرے پاگل اور دیوانے سے یہاں تک کہ وہ عقل و ہوش میں آجائے"۔

(سنن ابن ماجہ / کتاب: طلاق کے احکام و مسائل / باب: دیوانہ، نابالغ اور سوئے ہوئے شخص کی طلاق کے حکم کا بیان۔ حدیث نمبر: 2041، سنن ابی داود / الحدود 16 (4398)، سنن النسائی / الطلاق 21 (3462)، (تحفة الأشراف: 15935)، مسند احمد (6/100، 101، 144)، سنن الدارمی / الحدود 1 (2342)، بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ: مجھے امید ہے کہ یہ حدیث محفوظ ہوگی جیسا کہ ترمذی کی "العلل الكبير" میں ہے، ابن العربي نے "عارضة الأحوذي" (3/392) میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا اور ابن کثیر رحمہ اللہ نے "إرشاد الفقيه" (1/89) میں فرمایا کہ: اس حدیث کی

سنن ابی داود / کتاب: حدود اور تعزیرات کا بیان / باب: دیوانہ اور پاگل چوری کرے یا حد کا ارتکاب کرے تو کیا حکم ہے ؟ حدیث نمبر: 4403، سنن ترمذی / کتاب: حدود و تعزیرات سے متعلق احکام و مسائل / باب: جن پر حد واجب نہیں ان کا بیان۔ حدیث نمبر: 1423، تحفة الأشراف: 10277، النسائي "السنن الكبرى" (7346)، مسند احمد (1/116، 140) ، بخاری نے اس حدیث کو حسن قرار دیا جیسا کہ ترمذی کی "العلل الكبير" (226) میں ہے، اور ترمذی نے فرمایا کہ: اس سند سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن غریب ہے، سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ان کے سماع کا ہمیں علم نہیں ہے، أحمد شاکر رحمہ اللہ نے مسند احمد (2/197) کی اپنی تحقیق میں اس حدیث کی اسناد کو صحیح قرار دیا اور اس روایت کو ابوداود نے ایک اور سند سے (4403) میں روایت کیا اور بیھقي نے (5292) میں اور خطیب نے "الكفاية" (ص 77) میں روایت کیا اور شیخ البانی رحمہ اللہ نے "صحیح سنن الترمذي" (1423) اور "صحیح سنن أبي داود" (4403) میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا۔

سند مسلم کی شرط کے مطابق ہے اور شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے "صحیح سنن النسائي "(3432) میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا)

احادیث سے استدلال کی صورت :

1) پاگل کی نہ عقل ہوتی ہے اور نہ نیت اور نہ شارع نے ان کے بغیر اپنے احکام کا کسی کو مخاطب قرار دیا ہے۔

2) پانی کا وجود

3) حنفیہ وشافعیہ نے کہا پانی کا وجود شرط ہے اور بعض فقہاء نے کہا کہ پاک پانی کا وجود شرط ہے (حنابلہ)

پانی کے طہارت کے پاکی مسائل پر 5 صفحات پر نوٹس موجود ہیں کتاب الطہارت کے باب نجاست سے پاکی کے مسائل کے ضمن میں ملاحظہ فرمائیں۔

4) 4-بالغ:

a. اگر بالغ نہ ہو تو، وضوء واجب نہیں البتہ اگر نابالغ وضوء کرلے تو اسکا وضوء صحیح ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ سن تمییز کو پہنچ چکا ہو

5) 5-وضوء سے منافی امور سے خالی ہونا شرط ہے جیسے حیض ونفاس کی حالت میں نہ ہونا[42]۔

---

[42] وضوء کے منافی امور حیض یا نفاس کے خون کا رک جانا وضوء کے وجوب اور اس کی صحت دونوں کے لئے یہ ایک وقت شرط ہے اور اس پر چاروں فقہی مذاہب: حنفیہ (1)، مالکیہ (2)، شافعیہ (3) اور حنابلہ (4) کا اتفاق ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حیض اور نفاس کے خون ایسے حدث ہیں جن سے پاکی حاصل کرنا ممکن ہی نہیں الا یہ کہ وہ ختم ہو جائیں۔

(1) ۔ابن نجیم کی کتاب "البحر الرائق "(1/10)، "حاشية الطحطاوي "(ص:40)۔

(2)۔ حطاب کی کتاب "مواهب الجليل " (1/264)، نیز ملاحظہ فرمائیں : نفراوي کی کتاب "الفواكه الدواني " (1/383)۔

(3)۔ شربيني کی کتاب "مغني المحتاج "(1/47)، رملي کی کتاب "نهاية المحتاج "(1/154)۔

a. یہ شرط وجوب وشرط صحت ہے بعض فقہاء نے کہا کہ اگر وہ وضوء کرنا چاہے تا کہ تخفیف یا تبرد (ٹھنڈک) کا احساس ہو تو مشروع ہے جیسا سونے والا وضوء کر لیتا ہے۔

6) پانی کے استعمال پر قادر ہو (اگر ہاتھ ہی نہ ہو تو اس عضوء پر وضوء کا پانی پہنچانا واجب نہیں) اذا فات الشرط فات المشروط۔

7) 7 پانی پاک ہونا شرط ہے اور استطاعت ہو اوراس کے استعمال میں عاجز نہ ہو۔(تیمم پر مستقل کتابچہ ہے ملاحظہ فرمائیں)

شروط صحت

1 پانی کو پہنچنے سے روکنے والی چیزوں کا ازالہ ضروری ہے[43]۔(تعمیم الوضوء ہو: أعضاء وضوء تک پانی پہنچانا ضروری ہے، اگر استطاعت ہو اور ممکن ہو کیونکہ بلا عذر اگر کوئی عضو سوکھارہ جائے تو وضوء صحیح نہ ہو گا۔

---

(4)۔مرداوي کی کتاب "الإنصاف"(1/144)،بهوتي کی کتاب "كشاف القناع"(1/85)۔

[43] پانی کو اعضاء وضوء تک پہنچنے سے رکاوٹ بننے والی چیزوں کو زائل کرنا واجب ہے (1) اور اس پر چاروں فقہی مذاہب:حنفيَّة(٢)، مالكيَّة(٣)، شافعيَّة(٤)، اور حنابلة(٥) کا اتفاق ہے۔

(1)۔اس کی مثالوں میں: موم بتی، چربی، آٹا، چکنی مٹی، روغن و پینٹ کا مواد، ناخن پالش اور مصنوعی ناخن شامل ہیں، اسی طرح میک اپ کے سامان، سرمہ بھی اسی قبیل سے ہیں بشرط یہ کہ ان کی ایسی تہہ یا مواد ہو کہ جو وضوء کے پانی کو جلد تک پہنچنے میں رکاوٹ بنے۔ ملاحظہ فرمائیں :" مجموع فتاوى ابن باز" (29/81)، "فتاوى نور على الدرب" (116/25)، "فتاوى اللجنة الدائمة- المجموعة الأولى "(5/218-219)،"فتاوى قطاع الإفتاء بالكويت"(2/264)۔

(2) ۔ "الفتاوى الهندية"(1/4)، نیز ملاحظہ فرمائیں: كمال ابن الهمام کی کتاب "فتح القدير" (1/16)۔

(3) ۔حطاب کی کتاب "مواهب الجليل"(1/288)،دردیر کی کتاب "الشرح الكبير"(1/88)۔

(4) ۔نووي کی کتاب "روضة الطالبين"(1/64)،شربيني کی کتاب "مغني المحتاج"(1/54)۔

(5) ۔مرداوي کی کتاب "الإنصاف"(1/111)،بهوتي کی کتاب "كشاف القناع"(1/85)۔

کتاب اللہ کی دلیل

:فرمان الٰہی ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُؤُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا [المائدة: ٦].

اے ایمان والو! جب تم نماز کے لئے اٹھو تو اپنے منھ کو، اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھو لو اپنے سروں کا مسح کرو اور اپنے پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھو لو، اور اگر تم جنابت کی حالت میں ہو تو غسل کر لو"

آیت سے استدلال کی صورت :

آیت کے عموم میں یہ دلیل ہے کہ پانی کو ان تمام اعضاء وضوء تک پہنچانا واجب ہے جہاں پانی کا استعمال واجب ہوتا ہے، اس کے لئے پانی کو اعضاء وضوء تک پہنچنے سے روکنے والی چیزوں کو زائل کرنا واجب ہے اور (اصول ہے کہ) جس چیز کے ذریعہ عملِ واجب کامل طور پر ادا ہوتا ہو تو اس کی ادائیگی کے لئے استعمال کیا جانے والا ذریعہ بھی واجب ہوگا۔

(("بھوتی کی کتاب "کشاف القناع"(1/85))

2۔صحتِ وضوء کے لئے (صفة الوضوء) وضوء کے صفت کی معرفت ضروری ہے (جیسے فرض و سنن کی معرفت یا وضوء کا صحیح طریقہ کا جاننا ضروری ہے)

3-نیت[44] وضو کی دل میں نیت کرنا شرط بھی ہے اور رکن بھی (شیخ بن باز رحمۃ اللہ علیہ نے نیت

---

[44] وضوء کی صحت کے لئے نیت کرنی شرط ہے اور یہ جمہور مالکیّۃ(2)، شافعیّۃ(3)، حنابلۃ(4)، اور ظاہریّۃ(5) کا بھی مذہب ہے۔

(1) ۔ابن رشد فرماتے ہیں:(وضوء کی صحت کے لئے نیت کے شرط ہونے اور نہ ہونے کے سلسلہ میں تمام مسالک کے علماء کا اختلاف ہے اور وہ اس بات پر متفق ہیں کہ عبادات میں نیت شرط ہے کیونکہ فرمان الٰہی ہے:

"وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ"

"انہیں اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ صرف اللہ کی عبادت کریں اسی کے لئے دین کو خالص رکھیں۔"

اور مشہور حدیث ہے :

عَنْ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ أَبِي حَفْصٍ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ: " إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ ---"

امیر المؤمنین سیدنا ابو حفص عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے تھے کہ:"تمام اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔۔۔() "

صحیح بخاری / کتاب: وحی کے بیان میں / باب: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی ابتداء کیسے ہوئی۔ حدیث نمبر: 1، صحیح مسلم:1907

ایک گروہ کا مذہب ہے کہ وضوء کے لئے نیت شرط ہے اور یہ شافعی رحمۃ اللہ علیہ، مالک رحمۃ اللہ علیہ، احمد رحمۃ اللہ علیہ ، ابو ثور رحمۃ اللہ علیہ اور داود کا مذہب ہے، اور ایک دوسرے گروہ کا مذہب ہے کہ نیت شرط نہیں اور یہ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے اور ان کے اختلاف کا سبب یہ ہے کہ آیا وضوء خالص عبادت ہے یعنی جس عبادت کا معنی سمجھ و فہم سے پرے ہوتا ہے اور اس کا مقصد محض اللہ تعالی کا تقرب حاصل کرنا ہوتا ہے جیسے نماز وغیرہ یا یہ ایسی عبادت ہے جس کے معنی کا ادراک و فہم ممکن ہوتا ہے جیسے نجاست زائل کرنے کے لئے کیا جانے والا غسل۔ جبکہ وہ اس بات پر متفق ہیں کہ خالص عبادت کے لئے نیت ضروری ہے اور جس عبادت کا معنی و مفہوم سمجھا جاسکتا ہو تو اس میں نیت ضروری نہیں اور وضوء دونوں عبادتوں سے مشابہت رکھتا ہے اور اسی بناء پر اس کے سلسلہ میں اختلاف واقع ہوا؛ کیونکہ اس میں عبادت اور نظافت و پاکیزگی دونوں کا حصول بھی ہے اور فقہ یہی ہے کہ اس بات پر غور و فکر کیا جائے کہ دونوں میں سے کس کے ساتھ قوی مشابہت پائی جاتی ہو تو اسی کے ساتھ اس کے حکم کو جوڑ دیا جائے)۔"بداية المجتهد"(1/8-9)۔

(2) ۔امام ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "الكافي "(1/164)، نیز ملاحظہ فرمائیں: ابن جزی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "القوانين الفقهية"(ص:19)۔

اور استصحابھا سے تعبیر کیا اور ڈاکٹر عبد اللہ جولم نے ذکر کیا فقہاء کے اقوال اس ضمن میں)

سب سے پہلے وضوء کی دل میں نیت کرنی چاہئے (طہارت حاصل کرنا رفع حدث کی نیت سے یا نماز ادا کرنے کی نیت سے)

پہلا موضوع:

وضوء کی صحت کے لئے نیت کرنی شرط ہے

(بعض فقہاء نے رکن سے تعبیر کیا (شافعیہ)، بعض فقہاء نے شرط صحت سے تعبیر کیا (حنابلہ) اور بعض نے سنت سے تعبیر کیا (حنفیہ) امام ابن رشد نے اختلاف کی وجہ بتائی کہ حنفیہ وضوء کو عبادۃ محضہ نہیں مانتے جبکہ جمہور وضوء کو عبادۃ محضہ اور غیر معقولۃ المعنی مانتے ہیں۔

دلائل :

اول: کتاب اللہ کی دلیل :

فرمان الٰہی ہے :

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُؤُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا [المائدة: ٦]

"اے ایمان والو! جب تم نماز کے لئے اٹھو تو اپنے منہ کو، اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھو لو، اپنے سروں کا مسح کرو اور اپنے پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھو لو، اور اگر تم جنابت کی

---

(3) ۔امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "روضة الطالبين "(1/47)، شربيني کی کتاب "مغني المحتاج"(1/47)۔

(4) ۔بهوتي کی کتاب "كشاف القناع"(1/85)، نیز ملاحظہ فرمائیں: ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "المغني "(1/82)۔

(5) ۔ابن رشد رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "بداية المجتهد"(1/8)۔

حالت میں ہو تو غسل کر لو"

آیت سے استدلال کی صورت:

آیت کا معنی یہ ہے کہ: نماز کی ادائیگی کے لئے اپنے چہروں کو دھولو اور یہ نیت کا معنی ہے۔
۔امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "المجموع"(1/313)، نیز ملاحظہ فرمائیں: امام ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "المغني"(1/83)۔

سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی دلیل

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی حدیث کا عموم: "تمام اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر عمل کا نتیجہ ہر انسان کو اس کی نیت کے مطابق ہی ملے گا اور ہر عمل کا نتیجہ ہر انسان کو اس کی نیت کے مطابق ہی ملے گا"۔

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

(فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم : "تمام اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے" میں، نیت متعین کرنے کے وجوب کی دلیل ہے)۔ "شرح السنة"(1/402)۔ امام ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: (فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلب یہ ہے کہ بلا نیت کیا جانے والا کوئی بھی عمل ادا نہ ہو گا)۔ "الاستذکار"(1/264)۔ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:(اس لئے اس عموم میں تمام اعمال بھی شامل ہوں گے، اور محض کسی دعوی کے ذریعہ اس عموم کے ساتھ کچھ اعمال کو خاص کرنا اور کچھ کو خارج کرنا ناجائز ہے)۔ "المحلی"(1/73)۔

(صحیح بخاری/کتاب: وحی کے بیان میں/باب: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی ابتداء کیسے ہوئی۔ حدیث نمبر: 1، صحیح مسلم:1907)

دوسرا موضوع:

زبان سے نیت کرنا

نیت کی جگہ دل ہے اور زبان سے نیت کی ادائیگی ناجائز ہے اور یہ مالکیہ، اور حنفیہ کا ایک قول ہے اور امام احمد سے اسی قول کی صراحت ہے[45] اور اسی کو ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اور ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار کیا ہے اور کمال ابن الھُمام کا ظاہری قول یہی ہے اور اسی کو ابن باز رحمۃ اللہ علیہ، اور ابن عثیمین رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار کیا ہے اور اس مسئلہ میں اجماع نقل کیا گیا ہے۔

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

(لیکن علماء کرام کے اس مسئلہ میں دو اختلافی قول ہیں کہ نیت کی ادائیگی زبان سے کرنا مستحب ہے یا نہیں ؟، ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اورامام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب کا یہ قول ہے کہ زبان کے ذریعہ نیت کے الفاظ کی ادائیگی مستحب ہے کیونکہ اسی میں نیت کی ادائیگی کا تاکیدی معنی پایا جاتا ہے اور مالک رحمۃ اللہ علیہ اور احمد رحمۃ اللہ علیہ وغیرہما کے اصحاب کی ایک جماعت کا یہ قول ہے کہ زبان سے نیت کے الفاظ کی ادائیگی مستحب نہیں بلکہ بدعت ہے کیونکہ اس کی دلیل نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی سے مروی ہے اور نہ ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کسی امتی کو زبان سے نیت کرنے کا حکم دیا ہے اور نہ کسی مسلمان کو اس امر کی تعلیم دی ہے، اگر یہ شرعی عمل ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس حکم کو پہنچانے میں سستی کا مظاہرہ نہ فرماتے اور نہ ہی آپ کے صحابہ کرام ایسی سستی کرتے، حالانکہ امت مسلمہ کو دن رات و صبح و شام اس عمل کی ضرورت پیش آتی ہے، اور یہی دوسرا قول درست ترین ہے کیونکہ زبان سے نیت کرنے کی صورت میں عقلی اور دینی دونوں اعتبار سے نقص و کمی لازم آتی ہے، دینی اعتبار سے یہ

---

[45] (قرافی کی کتاب "الذخیرۃ"(1/240)،ابن جزي کی کتاب "القوانين الفقهية"(ص:42)۔
۔ابن نجیم کی کتاب "البحر الرائق "(1/293)،"حاشية ابن عابدين "(1/108)۔
۔بھوتي کتاب "کشاف القناع"(1/87)۔

بدعت ہو گا اور عقلی اعتبار سے یہ بالکل اسی طرح ہے کہ کوئی کھانے کا ارادہ کرتے ہوئے یہ کہے کہ :" میں اس برتن میں اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے نوالہ لینے والا ہوں اور پھر اس کو اپنے منہ میں رکھ کر چباؤں گا اور پھر سیر ہونے کے لئے اس کو نگل جاؤں گا"، اس طرح کا عمل تو سراسر احمقانہ اور جہالت پر مبنی ہو گا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ نیت ایک شرعی عمل ہے جو علم کے تابع ہو گا اور جب بندہ کو معلوم ہو کہ وہ کیا کرنے والا ہے تو لامحالہ اسی کی تو اس نے نیت کی، لہذا یہ تصور ہی نہیں کیا جاسکتا کہ کئے جانے والے عمل کا علم ہونے کے باوجود نیت کا حصول نہ ہوا ہو، اور دوسری جانب ائمہ کرام کا اس امر پر اتفاق ثابت ہے کہ باآواز بلند نیت کرنا اور اس کو بار بار دہرانا ناجائز ہے بلکہ جو کوئی ایسا کرنے کا عادی ہو تو اس کو اس طرح ادب سکھانا ضروری ہے کہ وہ بدعات ایجاد کرنے سے باز رہے اور اپنی اونچی آواز سے لوگوں کو تکلیف پہنچانے والا نہ رہے۔

امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

(نبی صلی اللہ علیہ وسلم وضوء و غسل کے شروع میں نہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ :"میں ناپاکی زائل کرنے کی نیت کرتا ہوں اور نہ یہ کہ میں نماز کی ادائیگی مباح کرنے کی نیت کرتا ہوں"، اس طرح کی نیت نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور نہ کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی نے ایسا کیا، اور نہ اس کے ثبوت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی صحیح اسناد یا ضعیف اسناد کے ذریعہ ایک حرف مروی ہے)

("زاد المعاد"(1/196، 201)

کمال ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

(بعض حفاظ حدیث علماء کا کہنا ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی صحیح یا ضعیف سند کے ذریعہ یہ ثابت نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے شروع میں یہ کہا کرتے تھے کہ: میں یہ نماز پڑھ رہا ہوں اور نہ کسی صحابی اور تابعی سے اس طرح کا تلفظ ثابت ہے بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول عمل یہی ہے کہ آپ جب نماز

کے لئے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے، اس لئے یہ زبانی نیت کرنا بدعت ہے) "فتح القدیر" (266/1، 267)۔ اور ابن نجیم فرماتے ہیں: (فتح القدیر میں ذکر کردہ موقف کا ظاہری معنی یہی ہے کہ زبانی نیت کرنا بدعت ہے)" البحر الرائق" (293/1)۔

ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

(نماز اور وضوء کے لئے زبان سے نیت کرنا ناجائز ہے کیونکہ نیت کی جگہ دل ہے کیونکہ نمازی، نماز ہی کی نیت کے ساتھ نماز میں داخل ہوتا ہے تو اتنا ہی کافی ہے اور وضوء کی نیت ہی سے وضوء کے لئے اٹھتا ہے، بس اتنا ہی کافی ہے، یہاں یہ کہنے کی قطعی ضرورت نہیں کہ: میں وضوء کرنے کی نیت کرتا ہوں یا نماز ادا کرنے کی نیت کرتا ہوں یا روزہ رکھنے کی نیت کرتا ہوں یا حج کرنے کی نیت کرتا ہوں یا اس جیسی عبادات؛ کیونکہ نیت کی جگہ تو محض دل ہے؛ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

((عَنْ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ أَبِي حَفْصٍ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ: " إنَّما الأعمالُ بالنِّيَّة، وإنَّما لكلِّ امرئٍ ما نوى ---))

امیر المؤمنین سیدنا ابو حفص عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے کہ:" سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی حدیث کا عموم:" تمام اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔۔۔ "

(صحیح بخاری / کتاب: وحی کے بیان میں / باب: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی ابتداء کیسے ہوئی ۔حدیث نمبر: 1، صحیح مسلم: 1907)

اور یہ امر مسلم ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نہ نماز میں زبانی نیت کرتے تھے اور نہ وضوء میں، اس لئے ہم پر لازم ہے کہ اس سلسلہ میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اسوہ بنائیں اور دین اسلام میں ایسے امور ایجاد نہ کریں جس کی اللہ تعالی نے کسی

بھی مخلوق کو اجازت نہیں دی، نبی ﷺ کا فرمان ہے :

صحیح بخاری کے الفاظ:

((عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:" مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ فِيهِ فَهُوَ رَدٌّ))

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”جس نے ہمارے دین میں از خود کوئی ایسی چیز نکالی جو اس میں نہیں تھی تو وہ رد ہے۔ اس کی روایت عبد اللہ بن جعفر مخرمی اور عبد الواحد بن ابی عون نے سعد بن ابراہیم سے کی ہے۔

(صحیح بخاری / کتاب: صلح کے مسائل کا بیان / باب : اگر ظلم کی بات پر صلح کریں تو وہ صلح لغو ہے ۔ حدیث نمبر: 2697، حدیث متعلقہ ابواب: جو عمل سنت رسول ﷺ کے مطابق نہ ہو وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مردود نا قابل قبول ہے۔ جو عمل سنت رسول ﷺ کے مطابق نہ ہو، وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں قابل قبول نہیں۔ بدعتی کے اعمال اللہ تعالیٰ کے ہاں مردود ہیں۔ صحیح مسلم:1718)

صحیح مسلم کے الفاظ:

((عَنْ عَائِشَة أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ))

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص ایسا کام کرے جس کے لیے ہمارا حکم نہ ہو (یعنی دین میں ایسا عمل نکالے) تو وہ مردود ہے۔

(صحیح مسلم / جھگڑوں میں فیصلے کرنے کے طریقے اور آداب / باب: غلط باتوں اور نئی باتوں کے ابطال کا بیان جو دین میں نکالی جائیں۔ حدیث نمبر:1718)

مذکورہ احادیث کا مطلب یہ ہے کہ ایسا عمل مردود ہے۔ اس سے پتہ چلا کہ زبانی نیت کرنا بدعت ہے۔

(فتاوی نور علی الدرب، مفتی: ابن باز، اہتمام کنندہ: شویعر "(79/5))

الشیخ ابن عثیمین رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

(با آواز بلند نیت کرنے کے مسنون ہونے کا قول ضعیف ترین ہے اور اس میں لوگوں کو خلل و الجھن میں مبتلا کیا جاتا ہے، خاص طور پر باجماعت نماز میں یہ اضطراب زیادہ نظر آتا ہے، اس لئے زبانی نیت کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ اللہ تعالی کی ذات ہر کسی کے عمل کی قلبی نیت کو بخوبی جانتی ہے)

(الشرح الممتع "(195/1))

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

(تمام ائمہ اسلام کا اتفاق ہے کہ وضوء یا غسل یا تیمم کے ذریعہ طہارت کی نیت، نیز نماز روزہ، حج، زکاۃ اور کفارات وغیرہ دیگر عبادات کی نیت کے لئے زبان سے ادائیگی کی کوئی ضرورت نہیں، کیونکہ نیت کی جگہ دل ہے نہ کہ زبان)

(مجموع الفتاوی "(230/22))

اس کی درج ذیل وجوہات ہیں :

اول:

با آواز بلند نیت کرنے کا ثبوت نہ رسول اللہ ﷺ سے ہے اور نہ آپ کے صحابہ کرام سے اور نہ ہی نبی ﷺ نے اپنے کسی امتی کو زبانی نیت کرنے کا حکم دیا اور نہ کسی مسلمان کو زبانی نیت سکھائی، اگر یہ عمل، شرعی ہوتا تو نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام اس کو بتانے میں سستی نہ فرماتے۔(20)

(الفتاوی الکبری" از ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ (1/214)، "زاد المعاد" از ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ (1/196، 201)، "فتح القدیر از کمال ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ (1/266،267))

دوم:

نیت کا تعلق قلبی امور سے ہے، اس لئے زبان سے نیت کی شرط رکھنے کا کوئی معنی ومطلب ہی نہیں۔(21)

طحطاوي رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

(زبانی نیت کرنے کی کوئی شرط نہیں کیونکہ نیت کا تعلق ان قلبی امور سے ہے جس کے لئے زبان سے ادائیگی کی شرط نہیں رکھی جاتی، اور اس بات پر تمام علماء کا اجماع ہے کہ اگر کسی نے دل سے نیت کی اور زبان سے نیت کے الفاظ ادا نہ کئے تو جائز ہے)

(حاشية الطحطاوي"(ص:148))

4-اصحابِ عذر کے لئے شروط صحت کی تفصیلات الگ ہیں جو مفصل ذکر کی جائیں ان موضوعات کے ضمن میں ان شاء اللہ

5-یہ شرط نہیں ہے کہ وقت داخل ہو، البتہ بعض فقہاء کہتے ہیں کہ جو دائمی حدث کا شکار ہو اور جن کو پیشاب کی تھیلی لگادی گئی ہو ان کے لئے وقت سے پہلے وضوء کر لینا صحیح نہیں لیکن شیخ ابن عثیمین نے قبول نہیں کیا اس قول کو۔[46]

[46] دائمی حدث میں مبتلا شخص کے وضوء کی صحت کے لئے وقت کا داخل ہونا شرط نہیں ہے(1)اور نہ ہی یہ ضروری ہے کہ وہ ہر نماز کی ادائیگی کے لئے نیا وضوء کرے، یہ مالکیہ(2)، ظاھریہ(3)کا مذہب ہے اور بعض سلف اسی کے قائل ہیں(4)اور اسی کو شوکانی رحمۃ اللہ علیہ (5)اور ابن عثیمین رحمۃ اللہ علیہ (6)نے اختیار کیا ہے۔

(1) ۔ جیسے مسلسل پیشاب کے قطرات خارج ہونے یاہوا خارج ہونے کی بیماری میں مبتلا شخص یاوہ مریض جس کے لئے مثانہ سے پیشاب نکالنے کا ٹیوب یعنی کیتھیٹر لگادیا جاتا ہے (پیشاب کا وہ پلاسٹک پائپ جو پیشاب کی گزر گاہ میں اس طرح لگایا جاتا ہے کہ بیمار اس کے ذریعہ تھیلی میں راست پیشاب کر سکتا ہے)

(2) ۔"حاشية الدسوقي "(1/117)، نیز ملاحظہ فرمائیں: قرافی کی کتاب "الذخیرۃ"(1/389)۔

(3) ۔ نووي فرماتے ہیں: (ربیعہ رحمۃ اللہ علیہ ، مالک رحمۃ اللہ علیہ اور داود کا کہنا ہے کہ: استحاضہ کے خون سے وضوء نہیں ٹوٹتا ہے، اس لئے جب وہ پاک ہوجائے تو وہ اپنے وضوء سے جتنے چاہے فرائض ادا کرسکتی ہے تا آنکہ استحاضہ کے علاوہ کوئی اور حدث ہوجائے)۔ "النووي کی شرح مسلم "(4/18)۔

(4) امام ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: (ربیعہ رحمۃ اللہ علیہ ، عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ، ایوب رحمۃ اللہ علیہ، اور ایک جماعت اس بات کی قائل ہے کہ مستحاضہ پر نیا وضوء کرنا واجب نہیں ہے)۔ "التمهيد" (16/99)۔ ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں : (ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مستحاضہ کے لئے نیا وضوء کرنا مستحب ہے واجب نہیں، فرمایا: ہمارے بعض اصحاب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے وضوء ساقط ہونے کی دلیل لی ہے:

عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّهَا قَالَتْ: قَالَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ أَبِي حُبَيْشٍ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي لَا أَطْهُرُ أَفَأَدَعُ الصَّلَاةَ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:" إِنَّمَا ذَلِكِ عِرْقٌ وَلَيْسَ بِالْحَيْضَةِ، فَإِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَاتْرُكِي الصَّلَاةَ فَإِذَا ذَهَبَ قَدْرُهَا فَاغْسِلِي عَنْكِ الدَّمَ وَصَلِّي."

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ فاطمہ بنت ابی حبیش کی بیٹی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ یارسول اللہ! میں تو پاک ہی نہیں ہوتی، تو کیا میں نماز بالکل چھوڑ دوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ :"یہ رگ کا خون ہے حیض نہیں اس لیے جب حیض کے دن (جن میں کبھی پہلے تمہیں عادتاً آیا کرتا تھا) آئیں تو نماز چھوڑ دے اور جب اندازہ کے مطابق وہ دن گزر جائیں، تو خون دھو ڈال اور نماز پڑھ

(صحیح بخاری/کتاب: حیض کے احکام و مسائل/باب: استحاضہ کے بیان میں۔ حدیث نمبر:306، صحیح مسلم:333)

اوراس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وضوء کرنے کا ذکر نہیں فرمایا، اور ربیعہ رحمۃ اللہ علیہ، عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ، مالک رحمۃ اللہ علیہ، ایوب رحمۃ اللہ علیہ اور ایک جماعت اس بات کی قائل ہے کہ مستحاضہ پر ہر نماز کے لیے وضوء واجب نہیں ہے)"فتح الباري"(1/450)۔

(5) ۔امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: (عبد الغني غنام صاحب "حدائق الأزهار" کے قول-: مستحاضہ وغیرہ کے حق میں وقت کا داخل ہونا" کا معنی یہ ہے کہ استحاضہ نواقض وضوء میں سے ہے۔ اس قول پر رد کرتے ہوئے شوکانی

فرماتے ہیں کہ اس قول کی بنیاد کسی علم اور عقل پر نہیں ہے کہ اس کو مسترد کرنے اور اس کے باطل و لغو ہونے کو واضح کرنے کی ضرورت ہو)۔"السيل الجرار المتدفق على حدائق الأزهار"(ص:63)۔

(6) ۔ابن عثیمین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:(پیشاب اور پاخانہ کے ماسوا بدن سے خارج ہونے والی ہر چیز ناقض وضوء نہیں ہوتی، اور جہاں تک خون، قئے، پیپ اور عورت کی شرمگاہ سے ہمیشہ بہنے والا وہ استحاضہ کا خون جس کو عورتیں پاکی کے نام سے موسوم کرتی ہیں، حتی کہ بعض علماء نے پیشاب کے ٹپکتے رہنے والے مسلسل قطرات کو بھی ناقض وضوء میں شمار نہیں کیا ہے کہ جب انسان پہلی مرتبہ پاکی حاصل کرلے تو دوسرا حدث واقع ہونے تک اس کا وضوء نہیں ٹوٹتا؛اور اس کی یہ علت بیان کی کہ اسے وضوء کرنے کا فائدہ ہی نہ ہوگا اگر یہ کہا جائے کہ حدث دائمی رہتا ہے، ہاں اگر مسئلہ یہ ہو کہ اس کی ہوا خارج ہو جائے اور اس کو سلس البول کی بیماری ہو تو یہ ناقض وضوء ہوگا، اس لئے یہاں اس پر وضوء کرنا واجب ہوگا اور یہ قول کسی مرتبہ میں درست ہو سکتا ہے اور میری پہلی رائے یہ تھی کہ یہ ناقض وضوء ہوتا ہے اور ایسے مریض کے لئے نماز کا وقت داخل ہونے کے بعد ہی وضوء کرنا جائز ہے لیکن علماء کے کلام اور ان کے اختلاف ان کی قوت تعلیل پر نظر ثانی کرنے پر کہ ایسا وضوء کا فائدہ ہی کیا ہوگا جس کے تئیں یہ کہا جائے کہ اس کا حدث دائمی ہے تو میں نے اپنی پہلی رائے سے رجوع کرلیا اور یقیناً یہی قول لوگوں کے حق میں سب سے زیادہ مفید ہے، بالخصوص ان خواتین کے حق میں جنہیں استحاضہ کا خون مسلسل آتا رہتا ہے اور حج اور عمرہ کے ایام میں تو یہ مسئلہ ان کے لئے اور زیادہ پیچیدہ ہو جاتا ہے جیسے وہ مغرب کے بعد عشاء نماز ادا کرنے کے لئے جاتی ہے اور ہم یہ کہیں کہ اس کا وضوء ٹوٹ چکا ہے اور عشاء کا وقت داخل ہونے پر اس پر دوبارہ وضوء کرنا ضروری ہے تو اس میں تو اس کے لئے سخت قسم کی مشقت ہوگی بالخصوص سخت بھیڑ کے مواقع پر اور عمومی طور پر تمام مسلمانوں کو ان اژدحام کے ایام میں سخت مشقت کا سامنا ہوتا ہے ، اس لئے اس میں کوئی واضح دلیل نہیں ہے اور ہمارے پاس ہمارے رب کریم کا فرمان موجود ہے:

"يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ (البقرة: ١٨٥)"

اللہ تعالی کا ارادہ تمہارے ساتھ آسانی کا ہے

نیز فرمایا:

"وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ (الحج:78)

اور تم پر دین کے بارے میں کوئی تنگی نہیں ڈالی

"لقاء الباب المفتوح"(اللقاء رقم:214)۔

دلائل : اول: سنت نبوی ﷺ کی دلیل

((عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّهَا قَالَتْ: قَالَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ أَبِي حُبَيْشٍ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي لَا أَطْهُرُ أَفَأَدَعُ الصَّلَاةَ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:" إِنَّمَا ذَلِكِ عِرْقٌ وَلَيْسَ بِالْحَيْضَةِ، فَإِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَاتْرُكِي الصَّلَاةَ فَإِذَا ذَهَبَ قَدْرُهَا فَاغْسِلِي عَنْكِ الدَّمَ وَصَلِّي))

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ فاطمہ بنت ابی حبیش رضی اللہ عنہا کی بیٹی نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ یا رسول اللہ! میں تو پاک ہی نہیں ہوتی، تو کیا میں نماز بالکل چھوڑ دوں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ :"یہ رگ کا خون ہے حیض نہیں اس لیے جب حیض کے دن (جن میں کبھی پہلے تمہیں عادتاً خون آیا کرتا تھا) آئے تو نماز چھوڑ دے اور جب اندازہ کے مطابق وہ دن گزر جائیں، تو خون دھو ڈال اور نماز پڑھ۔

(صحیح بخاری / کتاب: حیض کے احکام و مسائل / باب: استحاضہ کے بیان میں۔ حدیث نمبر: 306، صحیح مسلم: 333)

حدیث سے استدلال کی صورت:

یہاں نبی ﷺ نے وضوء کا ذکر ہی نہ فرمایا، اگر وضو مستحاضہ پر واجب ہوتا تو نبی ﷺ سیدہ فاطمہ بنت ابی حبیش رضی اللہ عنہا کو وضوء کرنے کا حکم فرمانے سے سکوت اختیار نہ کرتے، اور ہر نماز کے لئے وضوء کے وجوب پر دلالت کرنے والی روایت اس قدر مضطرب ہے کہ اس جیسی روایت وضوء کے وجوب کے لئے دلیل نہیں بن سکتی۔

امام ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "التمهيد" (16/95، 98)، قرافی کی کتاب "الذخيرة" (1/389)، ابن رجب کی کتاب "فتح الباری" (1/449، 450)۔

دوم: استحاضہ کا خون نماز کے وقت حدث نہیں تو نماز کا وقت گزر جانے کے بعد بھی حدث نہ ہو گا، اس لئے کہ وقت نکل جانا نواقض وضوء میں سے نہیں ہے، اور علماء کا اتفاق ہے کہ نماز کے دوران استحاضہ کا خون نکل جائے اور مستحاضہ خاتون نماز مکمل کرلے تو اس کی نماز ہو گئی۔ قرافی کی کتاب "الذخيرة" (1/389)۔

سوم: وضوء سے قبل مستحاضہ سے نکلنے والے خون اور کئی مرتبہ وضوء کرنے کے دوران نکلنے والے خون اور وضوء کے بعد نکلنے والے خون کے درمیان کوئی فرق نہیں ہوتا کیونکہ استحاضہ کے خون سے وضوء واجب ہوتا تو کسی بھی وقت میں نکلنے والی اس کی کم اور زیادہ مقدار، وضوء واجب کرنے کا باعث ہوتی، اور اگر کسی بھی وقت میں نکلنے والی اس کی کم اور زیادہ مقدار، وضوء کے وجوب کا سبب نہیں بنتی ہے تو وضوء واجب نہیں ہو گا۔ امام ابن منذر رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "الأوسط" (1/269)۔

6-اخطاءِ وضوء

اخطاء وضوء (وضوء کرنے والے سے ہونے والی غلطیاں)، مخالفات، بدعات، مکروہات و محرمات

1) اعضاءِ وضو کو اچھی طرح نا دھونا کہ کوئی عضو سوکھا رہ جائے، سوکھا رہ جانے میں غفلت کرنا۔

2) خواتین: مصنوعی بال یا ناخن یا وگس لگاتی ہیں اور پانی کے پہنچنے میں دشواری ہوتی ہے خاص طور سے جن ناخن پر (paint) ہو.

3) انگوٹھی اگر تنگ ہو اور پانی نہ پہنچے تو اس پر علمائے کرام نے اس کو حرکت دینا لازم قرار دیا ہے تاکہ پانی پوری انگلیوں پر پہنچ جائے۔

4) بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ تین مرتبہ اعضاءِ وضو دھونے سے ہی وضو ہوتا ہے جبکہ ایسا نہیں ہے ایک مرتبہ دھونے سے وضو ہو جاتا ہے۔

5) بلاضرورت تین سے زائد مرتبہ پانی کا استعمال مکروہ ہے اور اس سے وسوسہ پیدا ہوتا ہے اور مخالفتِ رسول (صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم) والا عمل ہے اور اسراف ہے۔

6) بعض لوگ صرف پانی انڈیلتے ہیں اور رگڑنے اور خلال کرنے میں غفلت برتتے ہیں اگر پانی نہ پہنچے تو رگڑنا اور خلال کرنا اور سوکھا نہ رکھنا واجب ہے۔

7) چھوٹی انگلی سے دلک کرنا سنت ہے (صحیح ابوداود) بغیر رگڑ کے سوکھا رہ جانا غلط ہے اور بعض کو دلک کرنا مشکل ہو لیکن تر کرے تو اور سوکھا پن دور کرلے یا کوئی مددگار ہو تو کافی ہے۔

8) ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ (کہتے ہیں): اللہ کے نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے کان کے لئے سر کے مسح کے بعد الگ سے پانی لیا ہو اس کی دلیل ثابت نہیں۔

9) بعض لوگ سر کا مسح مکمل نہیں کرتے جبکہ رأس میں سر کا مکمل حصہ پر مسح ضروری ہے۔

10) گردن کا مسح بدعت ہے۔

11) وضو کرنے کے بعد آسمان کی طرف نظر اٹھا کر اشارہ کرنا۔ (ضعیف روایت ہے)۔

12) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا کہ ابن سیرین انگوٹھی کے حصہ کو بھی دھوتے تھے لہذا انگوٹھی، گھڑی یا عورتیں چڑیوں کو جو تنگ ہوں تو ان کو حرکت ضرور دینا چاہئے تاکہ کوئی حصہ سوکھا نہ رہ

جائے۔

13) تجدید وضوء اس وقت مستحب ہے جبکہ باوضوء تھا اور نماز پڑھ چکا ہو اس وضوء سے تو پھر سے وضو کرے تو ایسے مستحب وضو کی اجازت ہے لیکن نماز نہیں پڑھے اور صرف وضو کرتا جائے، یہ امر نبی کریم ﷺ سے ثابت نہ ہونے کی بنیاپر غیر قابلِ قبول ہے (امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ)۔ پانی میں اسراف سے منع کیا گیا ہے

❖ **نوٹ**: ایک وضو سے کئی نمازیں پڑھ سکتا ہے۔

14) زبان سے نیت کرنا بدعت ہے اور بے اصل ہے۔

15) زمزم سے وضو کرنے میں حرج محسوس کرنا غلط ہے کیونکہ اللہ کے نبی ﷺ سے زمزم سے وضو کرنا ثابت ہے[47]۔

16) عورت کو چھونے سے وضو ٹوٹ جانے کا فیصلہ صحیح نہیں اس لئے جو یہ اعتقاد رکھتے ہیں وہ طوافِ کعبہ کے وقت شدید حرج کا شکار ہو جاتے ہیں، ہاں اگر مذی نکل جائے شہوت وجذبات میں تو اس وضو کا سبب الگ ہے۔

17) دانت کا چوکڑا نکالنا ضروری نہیں خاص طور سے جب مشقت ہو (شیخ ابن عثیمین رحمۃ اللہ علیہ) اگر آسان ہو تو نکال لے۔

18) چہرہ دھوتے وقت کان سے کان تک کا حصہ نہیں دھونا بھی غلط ہے۔

19) بعض سمجھتے ہی ناپاک جگہ پر قدم رکھنے سے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے، دودھ پینے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، خون نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، گرم کھانا کھانے سے یا آگ پر پکی ہوئی چیز سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، گالی دینے سے یا گانا سننے سے یا قہقہہ سے وضو ٹوٹ جاتا ہے یا کوئی غلط چیز

---

47 أنَّ رسولَ اللَّهِ صلَّى اللَّهُ علَيهِ وسلَّمَ دعا بسَجلٍ مِن ماءِ زمزمَ، فشَربَ منهُ وتوضَّأَ
الراوي : علي بن أبي طالب |المحدث : الألباني |المصدر : تمام المنة،الصفحة أو الرقم| ٤٦ :
خلاصة حكم المحدث : إسناده حسن

دیکھنے سے یا عورت کو چھونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے یہ سب بے اصل باتیں ہیں۔

20) قبلہ کی طرف تھوکنا صحیح نہیں لہذا اس میں احتیاط کریں۔

21) خواہ مخواہ پیشاب کنٹرول کر کے نماز پڑھنا سنت کی مخالفت ہے۔

22) جماعت کے چھوٹنے کے ڈر سے وضو چھوڑ کر تیمم کرنا غلط ہے، تیمم تو اس وقت ہے جب بندہ وضو کرنے سے عاجز ہو لیکن پانی کی دوری کوئی شرعی عذر نہیں، جماعت چھوٹنا کوئی شرعی عذر نہیں، پانی اتنا دور ہو کہ وضو کر کے آنے تک جماعت چھوٹ جائے یہ خدشہ یا یہ خوف وضو کو چھوڑ کر تیمم کے لئے جواز فراہم نہیں کرتا نہ کوئی شرعی عذر میں شمار ہوتا ہے۔

23) بیٹھ کر گہری نیند میں چلے جانا پھر وضو نہ کرنا غلط ہے، یہ کہنا کہ میں بیٹھ کر سویا ایسا کہنا صحیح ہے، ہر گہری نیند چاہے وہ لیٹ کر ہو یا بیٹھ کر ہو وضو کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔

24) بعض لوگ وسوسہ کو دعوت دیتے ہیں شدت طہارت کا احساس لیکر، یہاں تک کہ (OCD) کے مریض بن جاتے ہیں شدت پسندی جائز نہیں۔

25) صرف سردی میں موزے پر مسح کی اجازت سمجھنا غلط ہے بلکہ ہر موسم میں اجازت ہے اگر شرائط مکمل ہوں۔

26) بدعات کے لیے نئے طریقہ نکالنے وضو کے دوران یا وضو سے پہلے مخصوص اذکار گھڑ لینا جائز نہیں (کل بدعۃ ضلالۃ)۔

27) جمعہ کے غسل سے وضو کو کافی سمجھنا صحیح نہیں (شیخ بن باز و شیخ ابن عثیمین[48] رحمۃ اللہ علیہما) کیونکہ تبرد

---

[48] قال الشيخ عبد العزيز بن باز رحمه الله ، كما في "مجموع فتاوى ابن باز: (١٧٤-١٠/١٧٣) " "إذا كان الغسل عن الجنابة ، ونوى المغتسل الحدثين : الأصغر والأكبر أجزأ عنهما ، ولكن الأفضل أن يستنجي ثم يتوضأ ثم يكمل غسله ؛ اقتداء بالنبي صلى الله عليه وسلم ، وهكذا الحائض والنفساء في الحكم المذكور.

کی نیت سے یا جمعہ کے غسل سے رفع حدث کی نیت کافی نہیں ہوتی، البتہ غسل جنابت کا وضو

أما إن كان الغسل لغير ذلك ؛ كغسل الجمعة ، وغسل التبرد والنظافة ، فلا يجزئ عن الوضوء ولو نوى ذلك ؛ لعدم الترتيب ، وهو فرض من فروض الوضوء ، ولعدم وجود طهارة كبرى تندرج فيها الطهارة الصغرى بالنية ، كما في غسل الجنابة " انتهى .

وقال أيضا " مجموع الفتاوى: (١٧٦-١٧٥/١٠) "

"السنة للجنب : أن يتوضأ ثم يغتسل ؛ تأسيا بالنبي صلى الله عليه وسلم ، فإن اغتسل غسل الجنابة ناويا الطهارة من الحدثين : الأصغر والأكبر أجزأه ذلك ، ولكنه خلاف الأفضل ، أما إذا كان الغسل مستحبا ؛ كغسل الجمعة ، أو للتبرد ، فإنه لا يكفيه عن الوضوء ؛ بل لا بد من الوضوء قبله أو بعده ؛ لقوله صلى الله عليه وسلم : (لا يقبل الله صلاة أحدكم إذا أحدث حتى يتوضأ) متفق على صحته .

وقوله صلى الله عليه وسلم : (لا تقبل صلاة بغير طهور) أخرجه مسلم في صحيحه .

ولا يعتبر الغسل المستحب أو المباح تطهرا من الحدث الأصغر إلا أن يؤديه كما شرعه الله في قوله سبحانه : (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ) المائدة/٦ .

أما إذا كان الغسل عن جنابة أو حيض أو نفاس ونوى المغتسل الطهارتين دخلت الصغرى في الكبرى ؛ لقول النبي صلى الله عليه وسلم : (إنما الأعمال بالنيات وإنما لكل امرئ ما نوى) متفق على صحته " انتهى .

وقال الشيخ ابن عثيمين رحمه الله في "لقاء الباب المفتوح" (رقم١٠٩/سؤال١٤):

"إذا اغتسل بنية الوضوء ولم يتوضأ فإنه لا يجزئه عن الوضوء إلا إذا كان عن جنابة ، فإن كان عن جنابة فإن الغسل يكفي عن الوضوء ، لقول الله تبارك وتعالى: (وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُباً فَاطَّهَّرُوا) المائدة/٦ ، ولم يذكر وضوءاً .

أما إذا كان اغتسل للتبرد أو لغسل الجمعة أو لغسل مستحب فإنه لا يجزئه ؛ لأن غسله ليس عن حدث .

والقاعدة إذاً : إذا كان الغسل عن حدث – أي : عن جنابة – أو امرأة عن حيض أجزأ عن الوضوء ، وإلا فإنه لا يجزئ " انتهى

کافی ہے نماز کے وضو کے لئے کیونکہ غسل جنابت میں بڑی طہارت میں چھوٹی طہارت کا حصول شامل ہے ، اگر کوئی غسل جمعہ سے پہلے وضو میں رفع حدث کی نیت کرلے پھر جمعہ کا غسل کرے تو بہتر ہے (وہ علماء جو قائل ہے شرمگاہ کو چھونے سے ناقض وضوء ہونے کے وہ غسل کے دوران یہ بھی شرط لگاتے ہیں کہ شرمگاہ کو نہ چھوئے جبکہ دوسرے علماء نے شہوت کے ساتھ چھونے پر ناقض وضوء ہونے کا فتوی دیا ہے)۔





(2) وضوء کے دوران

الفصل الثالث

صفۃ الوضوء

فرائض وسنن

وضو کی دل میں نیت کرنا شرط بھی ہے اور رکن بھی (شیخ بن باز رحمۃ اللہ علیہ نے نیت اور استصحابھا سے تعبیر کیا اور ڈاکٹر عبد اللہ جولم نے ذکر کیا فقہاء کے اقوال اس ضمن میں)

سب سے پہلے وضوء کی دل میں نیت کرنی چاہئے (طہارت حاصل کرنا رفع حدث کی نیت سے یا نماز ادا کرنے کی نیت سے)

امیر المؤمنین سیدنا عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ))

"تمام اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔"

("متفق علیہ" صحیح البخاری، کتاب بدء الوحی، باب: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی ابتداء کیسے ہوئی، حدیث نمبر :1۔ و صحیح مسلم:1907[4927]۔ وجامع الترمذی:1647۔ وسنن ابوداود:2201۔ وسنن النسائی:3852۔ وسنن ابن ماجہ:4227)

نوٹ: زبان سے نیت کرنے کے الفاظ یا زبان سے نیت کرنا یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت نہیں ہے۔

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

((وَفِيهِ دَلِيلٌ عَلَى وُجُوبِ النِّيَّةِ فِي الْوُضُوءِ وَالْغُسْلِ وَالتَّيَمُّمِ، كَوُجُوبِهَا فِي سَائِرِ الْعِبَادَاتِ، وَهُوَ قَوْلُ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ، وَبِهِ قَالَ الشَّافِعِيُّ، وَذَهَبَ جَمَاعَةٌ إِلَى أَنَّهُ يَصِحُّ الْوُضُوءُ وَالْغُسْلُ بِغَيْرِ النِّيَّةِ، وَلا يَصِحُّ التَّيَمُّمُ إِلا بِالنِّيَّةِ، وَهُوَ قَوْلُ الثَّوْرِيِّ، وَأَصْحَابِ الرَّأْيِ))

اس میں یہ دلیل ہے کہ تمام عبادات کی طرح وضوء، غسل اور تیمم کے لئے بھی نیت

واجب ہے اکثر علمائے کرام اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں اور ایک جماعت یہ کہتی ہے کہ بغیر نیت کے وضوء اور غسل کرسکتے ہیں اور بغیر نیت کے تیمم کرنا صحیح نہیں، اور یہ قول امام سفیان الثوری رحمۃ اللہ علیہ اور اصحاب الرائے کا ہے۔

نیت کرنے کا طریقہ

((وَكَيْفِيَّةُ النِّيَّةِ: أَنْ يَنْوِيَ الْمُحْدِثُ بِوُضُوئِهِ رَفْعَ الْحَدَثِ، وَيَنْوِيَ الْجُنُبُ بِغَسْلِهِ رَفْعَ الْجَنَابَةِ، وَالْحَائِضُ تَنْوِي غُسْلَ الْحَيْضِ، أَوْ يَنْوِيكُلُ وَاحِدٍ مِنْهُمُ اسْتِبَاحَةَ فِعْلٍ لَا يُسْتَبَاحُ إِلا بِالطَّهَارَةِ))

وضوء کرنے سے پہلے پاکی صفائی کی نیت کے ساتھ وضوء کی نیت کرے اور اگر کوئی جنبی ہے تو غسل کرنے سے پہلے جنابت دور کی نیت سے غسل کی نیت کرے اور اگر کوئی عورت حائضہ ہو تو حیض دور کرنے کی نیت سے غسل کرے یا تمام عبادات بجالانے کی نیت سے طہارت حاصل کرنے کی نیت کرے جن عبادات کو بغیر طہارت کرنا جائز نہ ہو

(شرح السنۃ للبغوی: 1/402، کتاب الطہارۃ، "باب النية في الوضوء وغيره من العبادات"، المکتب الاسلامی، دمشق، بیروت)

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

((وَالنِّيَّةُ مَحَلُّهَا الْقَلْبُ بِاتِّفَاقِ الْعُلَمَاءِ---وَقَالَتْ طَائِفَةٌ مِنْ أَصْحَابِ مَالِكٍ وَأَحْمَد: لَا يُسْتَحَبُّ لِيَكُونَ بَلْ التَّلَفُّظُ بِهَا بِدْعَةٌ؛ فَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابَهُ وَالتَّابِعِينَ لَمْ يُنْقَلْ عَنْ وَاحِدٍ مِنْهُمْ أَنَّهُ تَكَلَّمَ بِلَفْظِ النِّيَّةِ لَا فِي صَلَاةٍ وَلَا طَهَارَةٍ وَلَا صِيَامٍ))

اس بات پر علمائے کرام کا اتفاق ہے کہ نیت کا محل قلب ہے یعنی کہ نیت دل میں کی جاتی ہے---- اور ایک جماعت کا یہ کہنا ہے جن میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے

ساتھی شامل ہیں وہ کہتے ہیں کہ زبان سے نیت کرنا مطلوب ہے ہی نہیں در حقیقت نیت دل کے ارادے کا نام ہے زبان سے اس کا کوئی تعلق نہیں بلکہ الفاظ کے ساتھ نیت کرنا بدعت ہے چنانچہ اس طرح کی کوئی بھی چیز نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم سے ثابت نہیں ہے اور نہ اس بارے میں کوئی بھی چیز ان سے منقول ہے چاہے نماز ہو روزہ یا طہارت ہو ان میں سے کسی بھی چیز کے لیے الفاظ کے ساتھ نیت کرنا ثابت نہیں ہے۔

(مجموع الفتاویٰ لابن تیمیہ:18 / 261-263،"فصل: محل النية القلب، وحكم التلفظ بها"، الناشر مجمع الملك فهد لطباعة المصحف الشريف، المدينة المنورة، السعودية)

وضوء کرتے وقت بسم اللہ کہنا

وضوء کرتے وقت بسم اللہ کہنا واجب ہے یاد رہنے پر؛

اس مسئلہ میں دو فریق پائے جاتے ہیں نمبر ایک فریق بسم اللہ کو لازم وملزوم کہتا ہے، فریقِ دوم بسم اللہ پڑھنے کو صرف مستحب قرار دیتا ہے۔

فریق اول کے دلائل:

پہلی حدیث (حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا:

((حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى، عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:" لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَا وُضُوءَ لَهُ، وَلَا وُضُوءَ لِمَنْ لَمْ يَذْكُرِ اسْمَ اللَّهِ تَعَالَى عَلَيْهِ" .))

"اس شخص کی نماز نہیں جس کا وضو نہیں، اور اس شخص کا وضو نہیں جس نے وضو کے

شروع میں "بسم اللہ" نہیں پڑھی۔"

(سنن ابوداود، کتاب الطہارۃ، باب: وضو کرتے وقت بسم اللہ کہنے کا بیان، حدیث نمبر: 101، شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے)

دوسری حدیث (حدیثِ انس رضی اللہ عنہ)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((طَلَبَ بَعْضُ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضُوءًا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:" هَلْ مَعَ أَحَدٍ مِنْكُمْ مَاءٌ؟ فَوَضَعَ يَدَهُ فِي الْمَاءِ، وَيَقُولُ: تَوَضَّئُوا بِسْمِ اللَّهِ، فَرَأَيْتُ الْمَاءَ يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ أَصَابِعِهِ حَتَّى تَوَضَّئُوا مِنْ عِنْدِ آخِرِهِمْ" . قَالَ ثَابِتٌ: قُلْتُ لِأَنَسٍ: كَمْ تُرَاهُمْ؟ قَالَ: نَحْوًا مِنْ سَبْعِينَ .))

"کہ کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے وضو کا پانی تلاش کیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تم میں سے کسی کے پاس کچھ پانی ہے؟ (تو ایک برتن میں تھوڑا سا پانی لایا گیا) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ یہ فرماتے ہوئے پانی میں ڈالا: "بسم اللہ" کر کے وضو کرو، میں نے دیکھا کہ پانی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں کے درمیان سے نکل رہا تھا، حتیٰ کہ ان میں سے آخری آدمی نے بھی وضو کر لیا ثابت کہتے ہیں: میں نے انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: آپ کے خیال میں وہ کتنے لوگ تھے؟ تو انہوں نے کہا: ستر کے قریب۔"

(سنن النسائی، کتاب الفطرۃ، باب: وضو کے وقت بسم اللہ کہنے کا بیان، حدیث نمبر: 78، شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ سنن الکبریٰ للبیہقی: 91)

تیسری حدیث (حدیثِ ابو سعید الخذری رضی اللہ عنہ)

سیدنا ابو سعید الخذری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((لَا وُضُوءَ لِمَنْ لَمْ يَذْكُرِ اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ))

"جو وضو سے پہلے "بسم اللہ" نہ کہے اس کا وضو نہیں۔"

(سنن ابن ماجہ، کتاب اطہارۃ، باب: بسم اللہ کہہ کر وضو کرنے کا بیان، حدیث نمبر :397، شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو "حسن" کہا ہے)

چوتھی حدیث (حدیثِ سعید بن زید رضی اللہ عنہ)

سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَا وُضُوءَ لَهُ، وَلَا وُضُوءَ لِمَنْ لَمْ يَذْكُرِ اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ))

"جس کا وضو نہیں اس کی نماز نہیں، اور جس نے "بسم اللہ" نہیں کہا، اس کا وضو نہیں ہوا۔"

(سنن ابن ماجہ، کتاب اطہارۃ، باب: بسم اللہ کہہ کر وضو کرنے کا بیان، حدیث نمبر :398، شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو "حسن" کہا ہے)

فریق دوم کے دلائل:

پہلی حدیث (حدیثِ مہاجر بن قنفذ رضی اللہ عنہ)

سیدنا مہاجر بن قنفذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((وَاحْتَجُّوا فِي ذَلِكَ بِمَا حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مَعْبَدٍ قَالَ: ثنا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَطَاءٍ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ حُضَيْنٍ أَبِي سَاسَانَ، عَنِ الْمُهَاجِرِ بْنِ قُنْفُذ أَنَّهُ سَلَّمَ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَتَوَضَّأُ، فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ، فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ وُضُوئِهِ قَالَ: إِنَّهُ لَمْ يَمْنَعْنِي أَنْ أَرُدَّ عَلَيْكَ إِلَّا أَنِّي كَرِهْتُ أَنْ أَذْكُرَ اللهَ إِلَّا عَلَى طَهَارَةٍ))

فَفِي هَذَا الْحَدِيثِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَرِهَ أَنْ يَذْكُرَ

اللهَ إِلّا عَلَى طَهَارَةٍ، وَرَدّ السّلَامَ بَعْدَ الْوُضُوءِ الّذِي صَارَ بِهِ مُتَطَهّرًا. فَفِي ذَلِكَ دَلِيلٌ أَنّهُ قَدْ تَوَضّأَ قَبْلَ أَنْ يَذْكُرَ اسْمَ اللهِ. وَكَانَ قَوْلُهُ: «لَا وُضُوءَ لِمَنْ لَمْ يُسَمّ» يُحْتَمَلُ أَيْضًا مَا قَالَهُ أَهْلُ الْمَقَالَةِ الْأُولَى وَيُحْتَمَلُ «لَا وُضُوءَ لَهُ» أَيْ لَا وُضُوءَ لَهُ مُتَكَامِلًا فِي الثّوَابِ، كَمَا قَالَ: «لَيْسَ الْمِسْكِينُ الّذِي تَرُدُّهُ التّمْرَةُ وَالتّمْرَتَانِ وَاللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ» فَلَمْ يُرِدْ بِذَلِكَ أَنّهُ لَيْسَ بِمِسْكِينٍ خَارِجٍ مِنْ حَدّ الْمَسْكَنَةِ كُلّهَا حَتّى تَحْرُمَ عَلَيْهِ الصّدَقَةُ. وَإِنّمَا أَرَادَ بِذَلِكَ أَنّهُ لَيْسَ بِالْمِسْكِينِ الْمُتَكَامِلِ فِي الْمَسْكَنَةِ الّذِي لَيْسَ بَعْدَ دَرَجَتِهِ فِي الْمَسْكَنَةِ دَرَجَةٌ))

کہ میں نے نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کو اس وقت سلام کیا جب کہ آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم وضوء فرمارہے تھے لہذا آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے سلام کا جواب نہ دیا اور وضوء سے فارغ ہو کر آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے فرمایا میں نے تمہارے سلام کا جواب اس لئے نہیں دیا کہ میں وضوء سے نہ تھا مجھے یہ پسند نہیں کہ میں اللہ کا نام بغیر وضوء لوں۔

(امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں) اس روایت سے یہ بات معلوم ہوئی کہ نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کو بغیر وضوء اللہ کا نام لینا پسند نہ تھا اسی وجہ سے سلام کا جواب بھی وضوء کے بعد باوضوء ہو کر دیا تھا اس میں یہ بھی دلیل ہے کہ اللہ کا نام لینے سے پہلے وضوء کر لیا جائے۔

چنانچہ وہ روایت جس میں یہ ہے کہ " اس شخص کا وضوء نہیں جس نے بسم اللہ نہیں پڑھی "اس روایت میں اس بات کا احتمال ہے کہ ایسا وضوء نہیں جس سے پورا ثوب بھی حاصل ہو جیسا کہ آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا کہ کامل مسکین وہ نہیں جس کو ایک یا دو کھجور ، یا ایک یا دو لقمے دیگر دروازے سے لوٹا دیں اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ مسکینوں میں شمار نہیں کیا جائے گا حتیٰ کہ اس پر صدقے کو حرام قرار دے دیا جائے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس طرح سے مکمل مسکین نہیں جس کے بعد بھی کوئی مسکین ہونے کا درجہ نہ ہو۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

((حَدَّثَنَا بِذَلِكَ أَبُو بَكْرَةَ قَالَ: ثنا مُؤَمَّلٌ قَالَ: ثنا سُفْيَانُ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي بَشِيرٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْمُسَاوِرِ أَوِ ابْنِ أَبِي الْمُسَاوِرِ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يُعَاتِبُ ابْنَ الزُّبَيْرِ فِي الْبُخْلِ وَيَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَيْسَ الْمُؤْمِنُ الَّذِي يَبِيتُ شَبْعَانَ وَجَارُهُ إِلَى جَنْبِهِ جَائِعٌ» . فَلَمْ يُرِدْ بِذَلِكَ أَنَّهُ لَيْسَ بِمُؤْمِنٍ إِيمَانًا خَرَجَ بِتَرْكِهِ إِيَّاهُ إِلَى الْكُفْرِ ، وَلَكِنَّهُ أَرَادَ بِهِ أَنَّهُ لَيْسَ فِي أَعْلَى مَرَاتِبِ الْإِيمَانِ. وَأَشْبَاهُ هَذَا كَثِيرَةٌ ، يَطُولُ الْكِتَابُ بِذِكْرِهَا. فَكَذَلِكَ قَوْلُهُ: «لَا وُضُوءَ لِمَنْ لَمْ يُسَمِّ» لَمْ يُرِدْ بِذَلِكَ أَنَّهُ لَيْسَ بِمُتَوَضِّئٍ وُضُوءًا لَمْ يَخْرُجْ بِهِ مِنَ الْحَدَثِ ، وَلَكِنَّهُ أَرَادَ أَنَّهُ لَيْسَ بِمُتَوَضِّئٍ وُضُوءًا كَامِلًا فِي أَسْبَابِ الْوُضُوءِ الَّذِي يُوجِبُ الثَّوَابَ

عبد اللہ ابن مساور یا ابن ابی مساور کہتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کو کہتے ہوئے سنا وہ ابن زبیر کو بخل سے متعلق ڈرا رہے تھے اور یہ کہہ رہے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ وہ شخص مکمل مومن نہیں ہو سکتا جو رات کو سیر ہو کر کھالے اور اس کا پڑوسی بھوکا رہ جائے

(امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں) اس سے یہ معلوم ہوا کہ اگر پڑوسی بھوکا رہ جائے تو اس کی وجہ سے سیر ہو کر کھانے والا پڑوسی کفر میں مبتلاء نہیں ہو گا بلکہ اس حدیث سے یہ مراد ہے کہ وہ ایمان کے اعلی درجہ پر نہیں ہے، اس جیسی بہت ساری مثالیں موجود ہیں اگر ان مثالوں کو یہاں پر بیان کیا گیا تو کتاب بہت لمبی ہو جائے گی۔

چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد فرمانا کہ (لَا وُضُوءَ لِمَنْ لَمْ يُسَمِّ) یعنی کہ جس نے بسم اللہ نہیں پڑھی اس کا وضوء پورا نہیں ہوا، یہاں پر اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ وضوء

کرنے والا حدث سے نہ نکلا ہو بلکہ یہاں یہ مراد ہے کہ اس نے وضوء کو پورا نہیں کیا یعنی کہ جو چیز وضوء کے ثواب کو پورا پورا کرتی ہے اس ثواب کو اس نے نہیں پایا،

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

((قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ عَائِشَةَ ، وَأَبِي سَعِيدٍ ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ ، وَسَهْلِ بْنِ سَعْدٍ ، وَأَنَسٍ . قَالَ أَبُو عِيسَى: قَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ: لَا أَعْلَمُ فِي هَذَا الْبَابِ حَدِيثًا لَهُ إِسْنَادٌ جَيِّدٌ، وقَالَ إِسْحَاقُ: إِنْ تَرَكَ التَّسْمِيَةَ عَامِدًا أَعَادَ الْوُضُوءَ وَإِنْ كَانَ نَاسِيًا أَوْ مُتَأَوِّلًا أَجْزَأَهُ ، قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ: أَحْسَنُ شَيْءٍ فِي هَذَا الْبَابِ حَدِيثُ رَبَاحِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ . .))

اس باب میں عائشہ رضی اللہ عنہا، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ، سہل بن سعد رضی اللہ عنہ اور انس رضی اللہ عنہ سے بھی احادیث آئی ہیں۔ احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: مجھے اس باب میں کوئی ایسی حدیث نہیں معلوم جس کی سند عمدہ ہو۔ اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اگر کوئی قصداً "بسم اللہ" کہنا چھوڑ دے تو وہ دوبارہ وضو کرے اور اگر بھول کر چھوڑے یا وہ اس حدیث کی تاویل کر رہا ہو تو یہ اسے کافی ہو جائے گا۔ محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس باب میں سب سے اچھی یہی مذکورہ بالا حدیث رباح بن عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ کی ہے، یعنی سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ کی حدیث۔

(جامع الترمذی، کتاب الطہارۃ، باب: وضو کے شروع میں بسم اللہ کہنے کا بیان، تحت حدیث:25)

امام ابن قدامہ المقدسی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

((ظاهِرُ مَذْهَبِ أحْمد، رضىَ اللّٰهُ عنه: أن التّسْمِيَةَ مَسْنُونَةٌ في [طَهاراتِ الحَدَثِ] كُلِّها . رَوَاهُ عنه جَماعةٌ من أَصْحابِه . وقال الخَلّالُ: الذي اسْتَقَرّتِ الرِّواياتُ عَنْهُ أنه لا بَأْسَ به . يعني إذا تَرَكَ التّسْمِيةَ .

وهذا قولُ الثّوْرِيّ، ومالك، والشافِعِيّ، وأبي عُبَيْدَة، وابن المُنْذِر، وأصْحابِ الرَّأْيِ. وعنه أنها واجبةٌ فيها كُلِّها؛ الوُضُوءِ، والغُسْلِ، والتّيَمُّمِ. وهو اخْتِيارُ أبي بَكْرٍ، ومَذْهَبُ الحَسَن وإسحاق))

امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا یہی موقف ہے کہ وہ حدث کے دور کرنے لئے بسم اللہ پڑھنے کے قائل تھے ان کے اصحاب میں سے ایک جماعت نے ان سے یہی نقل کیا ہے اور امام خلال رحمۃ اللہ علیہ نے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا آخری قول نقل کرتے ہوئے کہا کہ اگر کسی نے بھول چوک سے بسم اللہ نہیں پڑھی تو کوئی حرج نہیں، امام سفیان الثوری رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابوعبیدہ رحمۃ اللہ علیہ، امام ابن المنذر رحمۃ اللہ علیہ اور اصحاب الرائے کا یہی قول ہے ان ہی سے اور ایک قول ہے بسم اللہ پڑھنے کو وضوء، غسل اور تیمم میں واجب قرار دیتے ہیں، ابو بکر رحمۃ اللہ علیہ، حسن البصری رحمۃ اللہ علیہ اور اسحاق ابن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہی موقف ہے۔

(المغنی لابن قدامہ المقدسی: 1/145، باب السواك وسنة الوضوء 17- مسألة؛ قال: (والتسمية عند الوضوء، الناشر: دارالکتب، ریاض، السعودیۃ)

علامہ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ قول:

علامہ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے وضوء میں بسم اللہ پڑھی جانے والی احادیث کو "حسن" قرار دیا ہے

((الِافْتِتَاحِ بِالتَّسْمِيَةِ بَيْنَ السَّلَفِ فِي كُلِّ أَمْرٍ ذِي بَالٍ، كَمَا رَوَى أَبُو دَاوُد وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَهْ «كُلُّ أَمْرٍ ذِي بَالٍ لَمْ يُبْدَأْ فِيهِ بِالْحَمْدُ لِلّهِ فَهُوَ أَقْطَعُ» وَفِي رِوَايَةٍ «أَجْذَمُ» وَفِي رِوَايَةٍ «لَا يُبْدَأُ فِيهِ بِبَسْمِ اللّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ» رَوَاهَا ابْنُ حِبَّانَ مِنْ طَرِيقِينَ وَحَسَّنَهُ ابْنُ الصَّلَاحِ وَإِنْ كَانَ فِيهِ قُرَّةٌ))

(فتح القدیر علی الہدایۃ لابن ہمام: 1/23، کتاب الطہارۃ، الناشر: شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصفی البابی الحلبی واولادہ بمصر)

شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

((التسمية في أوله ورد في التسمية للوضوء أحاديث ضعيفة لكن مجموعها يزيدها قوة تدل على أن لها أصلا))

وضو کے ابتداء میں بسم اللہ پڑھنے کے بارے میں بہت سی احادیث ہمیں ملتی ہیں لیکن وہ ضعیف ہیں لیکن احادیث کی کئی اسانید کو جمع کیا جائے تو کثرت اسانید سے قوت پیدا ہوتی ہے، ان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بسم اللہ کی احادیث کی کوئی نہ کوئی اصل ضرور ہے۔

((قلت: أقوى ما ورد فيها حديث أبي هريرة مرفوعا بلفظ: "لا صلاة لمن لا وضوء له ولا وضوء لمن لم يذكر اسم الله عليه))

میں (شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہوں اس سلسلے میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث سب سے مضبوط حدیث ہے اور ان کے الفاظ یہ ہے(لا صلاة لمن لا وضوء له ولا وضوء لمن لم يذكر اسم الله عليه) یعنی کہ جس کا وضو نہیں اس کی نماز نہیں اور جس نے وضو کے شروع میں بسم اللہ نہیں پڑھی اس کا وضو نہیں۔

((له ثلاثة طرق وشواهد كثيرة أشرت إليها في "صحيح سنن أبي داود" رقم ٩٠ فإذا كان المؤلف قد اعترف بأن الحديث قوي فيلزمه أن يقول بما يدل عليه ظاهره ألا وهو وجوب التسمية ولا دليل يقتضي الخروج عن ظاهره إلى القول بأن الأمر فيه للاستحباب فقط فثبت الوجوب وهو مذهب الظاهرية وإسحاق وإحدى الروايتين عن أحمد واختاره صديق خان والشوكاني وهو الحق إن شاء الله تعالى وراجع له "السيل الجرار" 1/176-177))

اس حدیث کے تین طرق ہیں اور اس حدیث کے بہت سارے شواہد بھی ہیں جس کو میں صحیح سنن ابی داود (حدیث نمبر 90) میں ذکر کیا ہے لہذا (سید سابق) جب یہ کہہ رہے ہیں

کہ یہ حدیث مضبوط اور اس کی سند قوی ہے تو ان کو چاہئے کہ اس بات کو کہیں جس کا حدیث میں ذکر کیا جارہاہے یعنی کہ حدیث کا ظاہری معنی یہ ہے کہ وضو سے پہلے بسم اللہ پڑھی جائے اور یہ واجب ہے چنانچہ کوئی ایک بھی دلیل سے یہ ثابت نہیں ہو تا ہے جو اسکے ظاہر یعنی وجوب سے ہٹا کر کہ بسم اللہ کا حکم صرف استحباب کے لئے کر دے، لہذا اس سے بسم اللہ کا وجوب ہی ثابت ہو سکتاہے یہی موقف اسحاق ابن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہی ظاہر یہ کا موقف ہے اور ایک روایت میں امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے یہی نقل کیا جاتاہے اور اس کو صدیق حسن خان رحمۃ اللہ علیہ اور شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار کیاہے اور یہ بات حق ہے ان شاء اللہ مزید تفصیل کے لئے (السیل الجرار: 1/ 76-77) کا مطالعہ کریں۔

(تمام المنۃ فی التعلیق علی فقہ السنۃ للالبانی، صفحہ:89، "ومن سنن الوضوء"، الناشر: دار الرایۃ)

مذکورہ دلائل کے مدِ نظر یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ وضو شروع کرنے سے پہلے بسم للہ پڑھنے کے بارے میں اہل علم کا اختلاف ہے لیکن احادیث صیحہ کی بنیاد پر جمہور اہل علم اس کو سنت قرار دیتے ہیں اور بعض علمائے کرام خصوصاً شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے ان احادیث کی سند صحیح اور حسن ہونے کے اعتبار سے وضو سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کو واجب قرار دیتے ہیں کیونکہ احادیث میں صراحت کے ساتھ یہ الفاظ ہیں کہ "بسم اللہ نہ پڑھنے والے کا وضو نہیں" چنانچہ اس موقف میں احتیاط کا پہلو زیادہ نمایاہے لہذا یہی موقف صحیح اور درست ہے اور جو بسم اللہ بھول جاتاہے اس کے لئے الگ حکم ہے

دوسری حدیث (حدیثِ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ)

سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((إِنَّ اللَّهَ تَجَاوَزَ عَنْ أُمَّتِي الْخَطَأَ وَالنِّسْيَانَ وَمَا اسْتُكْرِهُوا عَلَيْهِ" .))

"اللہ تعالیٰ نے میری امت سے بھول چوک، اور جس پر ان کو مجبور کر دیا جائے معاف کر دیاہے۔"

(سنن ابن ماجہ، کتاب الطلاق، باب: زبردستی یا بھول سے دی گئی طلاق کے حکم کا بیان، حدیث نمبر :2043، شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے)

لہذا اگر کوئی شخص بھول چوک سے وضوء سے پہلے بسم اللہ پڑھنا بھول گیا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو اس بھول چوک کی وجہ سے معاف کردیں گے ان شاء اللہ اور اگر کوئی جان بوجھ کر بسم اللہ نہیں پڑھتا ہے تو اس کا ایک واجب چھوٹ گیا لہذا احتیاط اسی میں ہے کہ بسم اللہ کا خوب اہتمام کرے۔

نوٹ: وضوء سے پہلے صرف "بسم اللہ" کے کلمات ثابت ہیں الرحمٰن الرحیم کے الفاظ ثابت نہیں ہیں۔

وضوء کا مختصر طریقہ		
وضوء سے پہلے دل میں وضوء کرنے کا ارادہ کرنالینا چاہئے: ❖ بِسْمِ اللہ		Step 2،1
● دونوں ہاتھ کلائیوں تک اچھی طرح دھونا چاہئے۔ ● انگلیوں کے درمیان خلال بھی کریں۔ (تین[3]بار)		Step 3،4
کلی کریں۔ (تین بار) پانی منہ میں لیکر اس کو خوب گھمائیں پھر نکال دیں۔ غرارہ کریں لیکن اگر روزہ کی حالت میں ہوں تو مبالغہ نہ کریں		Step 5
ناک میں پانی لیں۔ (تین بار) پانی ناک بانسے تک چڑھانا چاہئے اور مبالغہ کرنا پھر اس کو جھاڑ کر نکال دیں لیکن اگر روزہ کی حالت میں ہوں تو		Step 6

		مبالغہ نہ کریں
Step 7		چہرہ دھوئیں۔(تین بار) پورا چہرہ ایک کان سے دوسرے کان کے لو تک پیشانی سے تھوڑی کے نیچے تک۔
Step 8،9،10		انگلیوں کے سرے سے کہنیوں کے ساتھ دونوں ہاتھ اچھی طرح دھوئیں۔(زیادہ سے زیادہ تین بار) اور انگلیوں میں خلال کرے ❖ پہلے سیدھا ہاتھ دھوئیں۔
Step 11		سر کا مسح کریں۔(ایک بار)،[تین بار بھی جائز ہے]۔ پیشانی سے پیچھے کو گُدی تک دونوں ہاتھ لے جائیں اور پھر گُدی سے آگے پیشانی تک لائیں۔
Step 12		(سر کے مسح کے پانی سے ہی) کان کا مسح کریں۔(ایک بار) شہادت کی انگلی سے اندر کا حصہ اور انگوٹھے سے کان کے باہر کا حصہ۔ **نوٹ**: ایک مرتبہ سر کا مسح کرنا کافی ہے۔
Step 13،14،15		● ٹخنوں تک دونوں پیر خوب اچھی طرح دھوئیں ۔(تین بار) ● پیر کے انگلیوں کا خلال بھی کریں۔ ● دائیں پیر سے شروع کریں۔ پھر بایاں پاؤں ● پھر وضوء کے بعد کی دعاء ● تحیۃ الوضوء

وضوء کی ترتیب اور وضوء کا تفصیلی طریقہ

(حدیثِ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ)

حمران رحمۃ اللہ علیہ عثمان رضی اللہ عنہ کے مولیٰ نے خبر دی کہ انہوں نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو دیکھا:

((عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ دَعَا بِإِنَاءٍ، فَأَفْرَغَ عَلَى كَفَّيْهِ ثَلَاثَ مِرَارٍ فَغَسَلَهُمَا، ثُمَّ أَدْخَلَ يَمِينَهُ فِي الْإِنَاءِ فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا وَيَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ثَلَاثَ مِرَارٍ، ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ، ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ ثَلَاثَ مِرَارٍ إِلَى الْكَعْبَيْنِ، ثُمَّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:" مَنْ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوئِي هَذَا، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ لَا يُحَدِّثُ فِيهِمَا نَفْسَهُ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ" .))

"کہ عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ نے (حمران رحمۃ اللہ علیہ سے) پانی کا برتن مانگا،

1) (اور لے کر پہلے) اپنی ہتھیلیوں پر تین مرتبہ پانی ڈالا پھر انہیں دھویا۔

2) اس کے بعد اپنا داہنا ہاتھ برتن میں ڈالا، اور (پانی لے کر) کلی کی اور ناک صاف کی۔

3) پھر تین بار اپنا چہرہ دھویا۔

4) اور کہنیوں تک تین بار دونوں ہاتھ دھوئے۔

5) پھر اپنے سر کا مسح کیا۔

6) پھر (پانی لے کر) ٹخنوں تک تین مرتبہ اپنے دونوں پاؤں دھوئے۔

پھر کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص میری طرح ایسا وضو کرے، پھر دو رکعت پوری توجہ سے پڑھے، (جس میں اپنے نفس کو بھٹکنے سے بچائے پوری توجہ نماز کی طرف رکھے تو اس کے گذشتہ گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔"

(صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب: وضو میں ہر عضو کو تین تین بار دھونا (سنت ہے)، حدیث نمبر :159)

نوٹ: اس حدیثِ مبارکہ میں ہاتھ، چہرہ اور پاؤں کو تین تین دفعہ دھونے کا ذکر ہے لیکن کلی اور ناک میں کتنی دفعہ پانی ڈالنا ہے اس کا ذکر موجود نہیں ہے چنانچہ علمائے کرام کہتے ہیں کہ ناک اور منہ چہرے کا حصہ کہلاتے ہیں لہذا جس طرح چہرے کو تین دفعہ دھویا جائے اسی طرح کلی اور ناک میں بھی تین تین دفعہ پانی ڈالا جائے یعنی کہ چہرے کے اعتبار سے کلی اور ناک کے لئے بھی چہرے کی طرح تین تین دفعہ کا حکم ہے۔

نوٹ: سر کا مسح ایک ہی مرتبہ ہے، سیدنا انس رضی اللہ عنہ، عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ، ابراہیم التیمی رحمۃ اللہ علیہ ان حضرات سے تین دفعہ سر کا مسح منقول ہے لیکن سر کے مسح میں یہ موقف راجح ہے کہ سر کا مسح ایک ہی دفعہ ہے جیسا کہ حدیث میں ہے، اس کی تفصیل سر کے مسح میں بیان کی جائے گی ان شاء اللہ۔

نوٹ: دورانِ وضوء اعضائے وضو کو تین تین بار دھونا چاہئے جیسا کہ صحیح احادیث سے یہ بات ثابت ہے لیکن اعضائے وضو کو دو دو بار اور ایک ایک بار دھونا بھی صحیح ہے، اور اسکی بھی اجازت ہے، (دیکھئے صحیح بخاری: 157، 158) اس کی مزید تفصیل آگے بیان کی جائے گی، ان شاء اللہ۔



وضو کی ترتیب

وضوء کی ترتیب-نمبر 1:

تین مرتبہ ہاتھوں کو دھونا:

تین مرتبہ دونوں ہاتھ کو پہنچوں سمیت اچھی طرح دھوئیں اور انگلیوں کے درمیان خلال بھی کریں ،حمران رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے جو مولیٰ (آزاد کردہ غلام) تھے، سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے، وہ بیان کرتے ہیں:

پہلی حدیث (حدیثِ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ)

((دَعَا بِإِنَاءٍ، فَأَفْرَغَ عَلَى كَفَّيْهِ ثَلَاثَ مِرَارٍ فَغَسَلَهُمَا))

انہوں نے دیکھا سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو انہوں نے ایک برتن پانی کا منگوایا اور اپنے دونوں ہاتھوں پر تین بار پانی ڈالا، ان کو دھویا۔

([متفق علیہ] صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب: وضو میں کلی کرنا، حدیث نمبر:164۔ و صحیح مسلم :226[539])

دوسری حدیث (حدیثِ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((وَإِذَا اسْتَيْقَظَ أَحَدُكُمْ مِنْ نَوْمِهِ فَلْيَغْسِلْ يَدَهُ قَبْلَ أَنْ يُدْخِلَهَا فِي وَضُوئِهِ، فَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَا يَدْرِي أَيْنَ بَاتَتْ يَدُهُ))

"تو وضو کے پانی میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے اسے دھولے، کیونکہ تم میں سے کوئی نہیں جانتا کہ رات کو اس کا ہاتھ کہاں رہا ہے۔"

(صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب: طاق عدد (ڈھیلوں) سے استنجاء کرنا چاہیے، حدیث نمبر:162)

تیسری حدیث (حدیثِ اوس بن حذیفہ رضی اللہ عنہ)

ابن اوس بن ابی اوس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ (میرے والد) سیدنا اوس بن حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

((رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" اسْتَوْكَفَ ثَلَاثًا))

"کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اپنی ہتھیلیوں کو) تین مرتبہ پانی سے دھویا"۔

(سنن انسائی، کتاب صفۃ الوضوء، باب: دونوں ہتھیلیاں کتنی بار دھوئی جائیں؟، حدیث نمبر: 83، شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو صحیح کہا ہے)

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

((غَسْلُ الْيَدَيْنِ إِلَى الْكُوعَيْنِ ثَلاثًا فِي ابْتِدَاءِ الْوُضُوءِ سُنَّةٌ، سَوَاءٌ قَامَ مِنَ النَّوْمِ أَوْ لَمْ يَقُمْ، غَيْرَ أَنَّهُ إِذَا قَامَ مِنَ النَّوْمِ لَا يَغْمِسُ يَدَهُ فِي الإِنَاءِ حَتَّى يَغْسِلَهَا، فَلَوْ غَمَسَ يَدَهُ فِي الإِنَاءِ قَبْلَ الْغَسْلِ وَلَمْ يَعْلَمْ أَنَّ بِهَا نَجَاسَةً يُكْرَهُ، وَلا يَفْسُدُ الْمَاءِ عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ))

وضوء کرتے ہوئے شروعات میں تین مرتبہ ہاتھوں کو پہنچوں تک دھونا یہ عمل سنت سے ثابت ہے ہر فرد جو وضو کرے گا وہ تین مرتبہ اپنے ہاتھوں کو دھوئے گا چاہے وہ سو کر اٹھا ہو یا نہ ہو ہر حال میں وہ تین مرتبہ اپنے ہاتھوں کو دھوئے گا البتہ جو شخص سو کر اٹھے تو لازماً وہ ہاتھوں کو دھوئے بغیر وضوء کے پانی میں ہاتھ نہ ڈالے البتہ اگر اسکو نجاست کا علم نہ ہو اور اپنے ہاتھوں کو دھوئے بغیر اگر کوئی وضو کے پانی میں ہاتھ ڈالتا ہے تو وہ یہ عمل نا پسندیدہ ہے پانی ناپاک نہیں ہوتا اکثر اہل علم کے نزدیک۔

((أَدْخَلَ ابْنُ عُمَرَ، وَالْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ الْيَدَ فِي الإِنَاءِ قَبْلَ الْغَسْلِ، ثُمَّ تَوَضَّآ))

چنانچہ سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما اور سیدنا براء ابن عازب رضی اللہ عنہ اپنے ہاتوں کو دھوئے بغیر

وضو کے پانی میں ہاتھ ڈالدیا اور اسی پانی سے وضو کیا۔

((وَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ: إِنْ قَامَ مِنْ نَوْمِ اللَّيْلِ يَجِبُ غَسْلَ الْيَدَيْنِ، لأَنّ النّبِيّ صَلّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلّمَ، قَالَ))

اور امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص جو رات کو سو کر اٹھتا ہے تو اس پر یہ لازم ہے کہ سب سے پہلے وہ اپنے ہاتھوں کو دھولے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((لأَنّ النّبِيّ صَلّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلّمَ، قَالَ))

((فَإِنّهُ لَا يَدْرِي أَيْنَ بَاتَتْ يَدُهُ))

"وہ شخص اس بات کو نہیں جانتا کہ رات میں نیند کی حالت میں اس کا ہاتھ کہاں تھا"۔

((وَقَالَ إِسْحَاقُ: يَجِبُ غَسْلَ الْيَدَيْنِ سَوَاءٌ قَامَ مِنْ نَوْمِ اللّيْلِ، أَوْ مِنْ نَوْمِ النّهَارِ، هُوَ قَوْلُ دَاوُدَ، وَمُحَمّدِ بْنِ جَرِيرٍ، وَقَالُوا: إِذَا أَدْخَلَ الْيَدَ فِي الإِنَاءِ قَبْلَ الْغَسْلِ يَنْجُسُ الْمَاءُ))

اسحاق ابن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہاتھوں کو دھونا ہر حال میں واجب ہے چاہے کوئی شخص رات میں نیند سے اٹھا ہو یا دن کی نیند سے اٹھا ہو، داود اور محمد بن جریر رحمۃ اللہ علیہما سے بھی یہی منقول ہے نیز وہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص ہاتھوں کو دھوئے بغیر وضو کے پانی میں ہاتھ ڈالتا ہے تو وہ پانی نجس مانا جائے گا۔

((وَحَمَلَ الأَكْثَرُونَ الْحَدِيثَ فِي غَسْلِ الْيَدَيْنِ عَلَى الاحْتِيَاطِ، لأَنّهُ عَلَيْهِ السّلامُ، قَالَ:))

اور علمائے کرام کی کثیر تعداد اس مسئلے میں اس طرف ہے کہ ہاتھوں کا دھونا بطورِ احتیاط ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((فَإِنّهُ لَا يَدْرِي أَيْنَ بَاتَتْ يَدُهُ))

"کیونکہ تم میں سے کوئی نہیں جانتا کہ رات کو اس کا ہاتھ کہاں رہا ہے۔"

لہٰذ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا یہ فرمان ایک خاص وقت کے ساتھ معلق ہے اور جو چیز موہوم ہو اور معلق ہو تو وہ واجب کے دائرے میں شمار نہیں کی جاتی اور اصل تو یہ ہے کہ پانی اور جسم دونوں پاک ہوتے ہیں۔

((وَفِيهِ إِشَارَةٌ إِلَى أَنَّ الأَخْذَ بِالْوَثِيقَةِ، وَالْعَمَلَ بِالاحْتِيَاطِ فِي الْعِبَادَاتِ أَوْلَى، وَفِي الْحَدِيثِ دَلِيلٌ عَلَى الْفَرْقِ بَيْنَ وُرُودِ النَّجَاسَةِ عَلَى الْمَاءِ الْقَلِيلِ، وَوُرُودِ الْمَاءِ عَلَى النَّجَاسَةِ، فَإِذَا أُورِدَ النَّجَاسَةُ عَلَى الْمَاءِ الْقَلِيلِ تُنَجِّسُهُ، وَلا تَزُولُ النَّجَاسَةُ، وَإِذَا أُورِدَ عَلَيْهَا الْمَاءُ الْقَلِيلُ طَهَّرَهَا فَعَلَّقَهُ بِأَمْرٍ مَوْهُومٍ، وَمَا عُلِّقَ بِالْمَوْهُومِ لَا يَكُونُ وَاجِبًا، وَأَصْلُ الْمَاءِ وَالْبَدَنِ عَلَى الطَّهَارَةِ))

نیز اس بات میں یہ بھی اشارہ موجود ہے کہ عبادات میں جتنا ممکن ہو یقین اور احتیاط پر عمل کرنا بدرجہ اولی بہتر ہے اس بات کے لئے یہ حدیث بطورِ دلیل ہے کہ نجاست کو تھوڑے پانی میں ڈالنے اور پانی کو نجاست میں ڈالنے میں ان دونوں چیزوں میں فرق پایاجاتا ہے یعنی کہ جب نجاست کو ماء قلیل میں ڈلا جاتا ہے تو پانی نجس قرار پائے گا اور نجاست پوری طرح سے ختم نہیں مانی جائے گی اور جب نجاست میں پانی کو ڈالا جائے گا تو پانی اس نجاست کو دھو کر پاک کردے گا۔کا یہ فرمان ایک خاص وقت کے ساتھ معلق ہے اور جو چیز موہوم ہو اور معلق ہو تو وہ واجب کے دائرے میں شمار نہیں کی جاتی اور اصل تو یہ ہے کہ پانی اور جسم دونوں پاک ہوتے ہیں

(شرح السنۃ للبغوی:1/407-408، کتاب الطھارۃ، باب غسل الیدین فی ابتداء الوضوء، الناشر: المکتب الاسلامی، دمشق، بیروت)

ہاتھوں کو دھوتے وقت انگلیوں کا خلال کرنا

پہلی حدیث:(حدیثِ لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ)

سیدنا لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((إِذَا تَوَضَّأْتَ فَخَلِّلِ الْأَصَابِعَ))

"جب تم وضو کرو تو انگلیوں کا خلال کرو۔"

(جامع الترمذی، کتاب الطهارة، باب: انگلیوں کے (درمیان) خلال کا بیان، حدیث نمبر:38، شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔وسنن ابوداود:142۔وسنن النسائی:114۔وسنن ابن ماجہ:448)

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

((قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ - وَلَقِيطُ بْنُ صَبِرَةَ، قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ: لَقِيطُ بْنُ عَامِرٍ، وَيُقَالُ: لَقِيطُ بْنُ صَبِرَةَ بْنِ الْمُنْتَفِقِ أَبُو رَزِينٍ الْعُقَيْلِيُّ، وَقِيلَ: لَقِيطُ بْنُ عَامِرٍ أَبُو رَزِينٍ، وَلَقِيطُ بْنُ صَبِرَةَ غَيْرُهُ))

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ یہ لقیط بن عامر ہیں اور اس بارے میں یہ قول بھی ہے کہ لقیط بن صبرہ بن المنتفق دراصل ابورزین عقیلی کا نام ہے اور بعض کا قول ہے کہ لقیط بن عامر ابورزین ہیں، اور لقیط بن صبرہ کوئی اور ہی ہیں۔

(شرح السنة للبغوی:1/417، کتاب الطہارة، باب المضمضة والاستنشاق والمبالغة فیھما وتخلیل الأصابع، الناشر: المکتب الاسلامی، دمشق، بیروت)

دوسری حدیث:(حدیثِ ابن عباس رضی اللہ عنہما)

سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((إِذَا تَوَضَّأْتَ فَخَلِّلْ بَيْنَ أَصَابِعِ يَدَيْكَ وَرِجْلَيْكَ))
"جب تم وضو کرو تو اپنے ہاتھوں اور پیروں کی انگلیوں کے بیچ خلال کرو۔"

(جامع الترمذی، کتاب الطہارۃ، باب: انگلیوں کے (درمیان) خلال کا بیان، حدیث نمبر :39، شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے)

❖ شیخ عبد الرحمٰن فریوائی حفظہ اللہ اس حدیث کی سند کے بارے میں کہتے ہیں: سند میں صالح مولی التوامہ مختلط راوی ہیں، لیکن شواہد کی بنا پر یہ حدیث صحیح ہے۔

(سنن الترمذی:1/173، الناشر: مکتبہ بیت السلام، لاہور، ریاض۔ "تحفۃ الأشراف: 5685، "حسن صحیح")

❖ الأسم : صالح بن نبهان/الشهرة : صالح بن أبي صالح المدني / الكنيه: أبو محمد/النسب:المدني/الرتبة:صدوق اختلط بأخرة/عاش في: المدينة / مولي : مولى التوأمة بنت أمية بن خلف الجمحي، مولى أم سلمة

تیسری حدیث:(حدیثِ ابن مسعود رضی اللہ عنہ)

((حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، عَنِ ابِي(ابن وفى حاشية[خ] اسمه حربن مسكين) مِسْكِينٍ، عَنْ هُزَيْلٍ، قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللهِ: «لَيُنْهِكَنَّ الرَّجُلُ مَا بَيْنَ أَصَابِعِهِ بِالْمَاءِ، أَوْ لَتُنْهِكَنَّهُ النَّارُ))

ہزیل بن شر حبیل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں سیدنا عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم اپنی انگلیوں کا خلال کر لیا کرو ورنہ یہ آگ میں جلائی جائیں گی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:2/31، کتاب الطہارۃ، في تخليل الأصابع في الوضوء، حدیث نمبر:86، الناشر: دارا لکنوز اشبیلیا، ریاض، الشیخ سعد بن ناصر بن عبد العزیز ابو حبیب الشثری حفظہ اللہ نے اس کی سند کو" صحیح "کہا ہے۔ وأخرجہ عبد الرزاق:68)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

((قَالَ إِسْحَاق: يُخَلِّلُ أَصَابِعَ يَدَيْهِ وَرِجْلَيْهِ فِي الْوُضُوءِ))

اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ وضو میں اپنے دونوں ہاتھوں اور پیروں کی انگلیوں کا خلال کرے۔

(جامع الترمذی، کتاب الطہارۃ، باب: انگلیوں کے (درمیان) خلال کا بیان)

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

((وَقِيلَ فِي الأَمْرِ بِتَخْلِيلِ أَصَابِعِ الْيَدِ، لأَنَّهُ قَدْ يَأْخُذُ الْمَاءَ بِجَمِيعِ كَفِّهِ، فَيَضُمُّ أَصَابِعَهُ، فَلا يَصِلُ الْمَاءُ إِلَى بَاطِنِهَا))

یہ کہا جاتا ہے کہ ہاتھوں کی انگلیوں کا خلال اس لئے بھی ضروری ہے کہ ایک شخص اپنے ہاتھوں کی پوری انگلیوں کو ملا کر کپّوں سے پانی لیتا لہذا اس وقت انگلیوں کے بیچ میں پانی کا پہنچ پانا مشکل ہے، لہذا ہاتھ کے انگلیوں کا خلال کرنا بے حد ضروری ہے۔

(شرح السنۃ للبغوی: 1/420، کتاب الطہارۃ، باب المضمضۃ والاستنشاق والمبالغۃ فیہما وتخلیل الأصابع، الناشر: المکتب الاسلامی، دمشق، بیروت)

اعضائے وضوء کو ایک، دو اور تین مرتبہ دھونا

اعضائے وضوء کو ایک مرتبہ دھونا:

(حدیثِ ابن عباس رضی اللہ عنہما)

سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

((تَوَضَّأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّةً مَرَّةً"))

"کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو میں ہر عضو کو ایک ایک مرتبہ دھویا۔"

(صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب: وضو میں ہر عضو کو ایک ایک دفعہ دھونا بھی ثابت ہے، حدیث

نمبر:157۔ وجامع الترمذی:42۔ وسنن النسائی:80۔)

اعضائے وضوء کو دو مرتبہ دھونا:

(حدیثِ عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہما)

سیدنا عبد اللہ بن زید بن عاصم انصاری رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

((أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ))

"کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو میں اعضاء کو دو دو بار دھویا۔"

(صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب: اس بارے میں کہ وضو میں ہر عضو دو دو بار دھونا بھی ثابت ہے، حدیث نمبر:158)

اعضائے وضوء کو تین مرتبہ دھونا:

(حدیثِ عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہما)

سیدنا عبد اللہ بن زید بن عاصم انصاری رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے دیکھا کہ:

((أَنَّهُ رَأَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ فَمَضْمَضَ، ثُمَّ اسْتَنْثَرَ، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا، وَيَدَهُ الْيُمْنَى ثَلَاثًا، وَالأُخْرَى ثَلَاثًا، وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ بِمَاءٍ غَيْرِ فَضْلِ يَدِهِ، وَغَسَلَ رِجْلَيْهِ حَتَّى أَنْقَاهُمَا "، قَالَ أَبُو الطَّاهِرِ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ))

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا، ناک میں پانی چھڑایا اور پھر تین مرتبہ چہرہ دھویا اور پھر سیدھا ہاتھ تین بار دھویا اور پھر بایاں ہاتھ تین بار دھویا اور اس کے بعد نیا پانی لیکر سر کا مسح کیا اور اس کے بعد اپنے پاؤں دھوئے۔"

(صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وضوء کا بیان، حدیث نمبر:236[559]۔ وصحیح البخاری:186۔ وسنن ابوداود:118۔ وسنن ابن ماجہ:434)

نوٹ:جب بھی کوئی تین مرتبہ اپنے اعضائے وضوء کو دھوتا ہے تو اس سے میل ختم ہو جاتا ہے چنانچہ تین مرتبہ سے زیادہ دھونے سے کوئی فائدہ نہیں بلکہ یہ اسراف میں شمار کیا جائے گا اور تین مرتبہ سے زیادہ دھونے کی وجہ سے وہم کی بیماری رہنے کا خطرہ رہتا ہے لہذا شک وشبہ اور وہم سے بچنا چاہئے اور تین مرتبہ اعضائے وضوء کو دھو کر رک جانا چاہیئے یہی نبی کریم ﷺ کا حکم ہے اور جو کوئی اس حکم سے تجاوز کریگا اس کے لئے وعید بیان کی گئی ہے، احادیث میں اس سے روکا گیا ہے۔

اعضائے وضوء کو تین مرتبہ سے زیادہ دھونا مکروہ ہے

(حدیثِ عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما)

سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

((جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْأَلُهُ عَنِ الْوُضُوءِ" فَأَرَاهُ الْوُضُوءَ ثَلَاثًا ثَلَاثًا، ثُمَّ قَالَ: هَكَذَا الْوُضُوءُ، فَمَنْ زَادَ عَلَى هَذَا فَقَدْ أَسَاءَ وَتَعَدَّى وَظَلَمَ"))

"کہ نبی اکرم ﷺ کے پاس ایک دیہاتی آیا، وہ آپ ﷺ سے وضو کے بارے میں پوچھ رہا تھا، تو آپ ﷺ نے اسے تین تین بار اعضاء وضو دھو کر کے دکھائے، پھر فرمایا: "اسی طرح وضو کرنا ہے، جس نے اس پر زیادتی کی اس نے برا کیا، وہ حد سے آگے بڑھا اور اس نے ظلم کیا۔"

(سنن النسائی، کتاب صفۃ الوضوء، باب: وضو میں حد سے بڑھنے کی ممانعت، حدیث نمبر:140، شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو "حسن صحیح" کہا ہے۔ وسنن ابو داود:135۔ وسنن ابن ماجہ:422)

نوٹ: چنانچہ اگر کسی کو تین مرتبہ سے زیادہ دھونے کی ضرورت محسوس ہو تو ایسا شخص وضوء شروع کرنے سے پہلے اپنے اس عضوء کو جس کو تین مرتبہ سے زیادہ کی ضرورت پڑ سکتی ہے اس کو وضوء سے پہلے دھو لے تاکہ اس کے لئے وضوء کی سنت بھی ادا ہو جائے اور اعضائے وضوء بھی اچھی طرح پاک و

صاف ہو جائیں اور وہ ظالم ہونے کی وعید سے بھی بچ جائے۔

تین سے زائد مرتبہ دھونے کے بارے میں علماء کے اقوال

امام عبد اللہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

((قَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ: لَا آمَنُ إِذَا زَادَ فِي الْوُضُوءِ عَلَى الثّلاثِ أَنْ يَأْثَمَ))

اگر کوئی شخص اعضائے وضوء کو تین مرتبہ سے زیادہ دھوتا ہے تو ایسا شخص گناہگار ہے۔

امام احمد ابن حنبل اور امام اسحاق ابن راہویہ رحمۃ اللہ علیہما کا قول:

((لَا يَزِيدُ عَلَى الثَّلاثِ إِلا رَجُلٌ مُبْتَلًى))

گویا کہ وہ شخص وسوسہ میں مبتلاء ہے جس نے اعضائے وضوء کو تین مرتبہ سے زیادہ دھویا۔

(شرح السنۃ للبغوی: 1 / 445، کتاب الطہارۃ، باب الوضوء ثلاثا ثلاثا، الناشر: المکتب الاسلامی، دمشق، بیروت)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

((قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ وَبَيَّنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ فَرْضَ الْوُضُوءِ مَرَّةً مَرَّةً، وَتَوَضَّأَ أَيْضًا مَرَّتَيْنِ وَثَلاَثًا، وَلَمْ يَزِدْ عَلَى ثَلاَثٍ، وَكَرِهَ أَهْلُ الْعِلْمِ الإِسْرَافَ فِيهِ وَأَنْ يُجَاوِزُوا فِعْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ))

"کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وضو میں (اعضائے وضوء کا دھونا) ایک ایک مرتبہ فرض ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اعضاء) دو دو بار (دھو کر بھی) وضو کیا ہے اور تین تین بار بھی، ہاں تین مرتبہ سے زیادہ نہیں کیا اور علماء نے وضو میں اسراف (پانی حد سے زائد استعمال کرنے) کو مکروہ کہا ہے اور ناپسند کیا کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے آگے بڑھ جائیں۔" (صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب: وضو کے بارے میں بیان)

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

((وَرَأَيْتُهُ غَسَلَ مَرَّةً مَرَّةً» . فَثَبَتَ بِمَا ذَكَرْنَا عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ تَوَضَّأَ مَرَّةً مَرَّةً، فَثَبَتَ بِذَلِكَ أَنَّ مَا كَانَ مِنْهُ مِنْ وُضُوئِهِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا إِنَّمَا هُوَ لِإِصَابَةِ الْفَضْلِ لَا الْفَرْضِ))

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی احادیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک مرتبہ اعضائے وضوء کو دھویالہذا اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اعضائے وضو کو تین تین مرتبہ دھونا فضیلت کے لئے تھا فرض کی ادائیگی تو صرف ایک بار دھونے سے پوری ہو جاتی ہے۔

(شرح معانی الآثار للطحاوی: 1/30، باب الوضوء للصلاة مرة مرة وثلاثا ثلاثا، الناشر: عالم الکتب)

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

((وَالْعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ عَامَّةِ أَهْلِ الْعِلْمِ، قَالُوا: فَرْضُ الْوُضُوءِ مَرَّةً مَرَّةً، لَوِ اقْتَصَرَ عَلَيْهَا يَجُوزُ، وَمَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ أَفْضَلُ، وَالأَفْضَلُ ثَلَاثُ مَرَّاتٍ، وَيُكْرَهُ أَنْ يَزِيدَ عَلَى الثَّلَاثِ))

اہل علم میں سے اکثریت اسی بات کی قائل ہے کہ ایک ایک مرتبہ اعضائے وضو کو دھونا فرض ہے اگر کوئی شخص صرف ایک مرتبہ اعضائے وضو کو دھونے پر اکتفاء کررہاہے تو یہ صحیح ہے البتہ اعضائے وضوء کو دو دو مرتبہ یا تین تین مرتبہ دھونا افضلیت میں شمار کیا جاتا ہے اور تین مرتبہ سے زیادہ بار دھونا مکروہ ہے۔

(شرح السنۃ للبغوی: 1/444، کتاب الطہارۃ، باب الوضوء ثلاثا ثلاثا، الناشر: المکتب الاسلامی، دمشق، بیروت)

امام ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

(١)باب الْوُضُوءِ مَرّةً مَرّةً: - فيه: ابْنِ عَبّاسٍ، أَنّ النّبِيّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضّأَ مَرّةً مَرّةً. (٢)باب الْوُضُوءِ مَرّتَيْنِ مَرّتَيْنِ : - فيه: عَبْدِاللّهِ بْنِ زَيْدٍ، أَنّ النّبِيّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضّأَ مَرّتَيْنِ مَرّتَيْنِ. (٣)باب الْوُضُوءِ ثَلاثًا ثَلاثًا :- فيه: عُثْمَانَ، أنّه تَوَضّأَ ثَلاثًا ثَلاثًا

1) ایک بار اعضائے وضو کو دھونے کے باب میں عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث ہے۔

2) دو بار اعضائے وضو کو دھونے کے باب میں سیدنا عبد اللہ ابن زید رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے۔

3) تین بار اعضائے وضو کو دھونے کے باب میں سیدنا عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے۔

((قال الطحاوى: فى هذه الأحاديث دليل أن المفترض من الوضوء هو مرة مرة، وما زاد على ذلك فهو لإصابة الفضل لا الفرض، وأن المرتين والثلاثة من ذلك على الإباحة، فمن شاء توضأ مرة، ومن شاء مرتين، ومن شاء ثلاثًا وهذا قول أهل العلم جميعًا، لا نعلم بينهم فى ذلك اختلافًا))

(امام ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ نے کہا) امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اعضائے وضو کو ایک مرتبہ دھونا فرض ہے سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث اس کی دلیل ہے اور ایک سے زیادہ دو یا تین

مرتبہ دھونا افضلیت کے لئے ہے لہذا علمائے کرام کا اس پر واضح موقف یہ ہے کہ اہل علم نے اس کی رخصت دی ہے وضو کرنے والے پر یہ چھوڑ دیا گیا ہے کہ وہ ایک بار، دو بار یا تین بار چاہے تو اپنے اعضائے وضو کو دھو سکتا ہے، میرے علم کے مطابق علمائے کرام کا اس مسئلے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

(شرح صحيح البخاری لابن بطال: 1/249، كتاب الوضوء، باب الوضوء مرة مرة، الناشر: مكتبة الرشد، رياض، السعودية)





وضوء کی ترتیب - نمبر 2:

تین مرتبہ کلی کرنا اور ناک میں پانی چڑھانا

تین مرتبہ کلی کرنا

پہلی حدیث (حدیثِ عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ)

(یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ) کہتے ہیں کہ میرے چچا بہت زیادہ وضو کیا کرتے تھے (یا یہ کہ وضو میں بہت پانی بہاتے تھے) ایک دن انہوں نے عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے کہا کہ مجھے بتلایئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح وضو کیا کرتے تھے، انہوں نے پانی کا ایک طشت منگوایا، اس کو (پہلے) اپنے ہاتھوں پر جھکایا، پھر دونوں ہاتھ تین بار دھوئے:

((ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فِي التَّوْرِ فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ))

"پھر اپنا ہاتھ طشت میں ڈال کر (پانی لیا اور) تین بار کلی کی اور تین مرتبہ ناک صاف کی۔"

(صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب: طشت سے (پانی لے کر) وضو کرنے کے بیان میں، حدیث نمبر 199۔ و صحیح مسلم:235[555]۔ وسنن ابوداود:118۔ وسنن النسائی:97۔ وسنن ابن ماجہ:434)

دوسری حدیث (حدیثِ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ)

حمران رحمۃ اللہ علیہ مولیٰ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے واسطے سے خبر دی، انہوں نے عثمان رضی اللہ عنہ دیکھا کہ انہوں نے وضو کا پانی منگوایا

((فَأَفْرَغَ عَلَى يَدَيْهِ مِنْ إِنَائِهِ فَغَسَلَهُمَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ أَدْخَلَ يَمِينَهُ فِي الْوَضُوءِ، ثُمَّ تَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَاسْتَنْثَرَ، ثُمَّ))

اور اپنے دونوں ہاتھوں پر برتن سے پانی (لے کر) ڈالا، پھر دونوں ہاتھوں کو تین دفعہ دھویا، پھر اپنا داہنا ہاتھ وضو کر کے پانی میں ڈالا، پھر کلی کی، پھر ناک میں پانی چڑھایا، پھر ناک صاف کی۔

(صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب: وضو میں کلی کرنا، حدیث نمبر:164)

تین مرتبہ ناک میں پانی چڑھانا اور ناک صاف کرنا

(حدیثِ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ تَوَضَّأَ فَلْيَسْتَنْثِرْ))

"جو شخص وضو کرے اسے چاہیے کہ ناک صاف کرے۔"

(صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب: وضو میں ناک صاف کرنا ضروری ہے، حدیث نمبر: 161۔ و صحیح مسلم: 237[560]۔ و سنن النسائی: 88۔ و سنن ابن ماجہ: 409)

کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا اس بارے میں بیشمار احادیث وارد ہیں البتہ ان احادیث میں کلی اور ناک میں پانی ڈالنے کے لئے عدد کی صراحت موجود نہیں بعض علمائے کرام کہتے ہیں کہ ایک بار کرنا کافی ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال کے مطابق وضو کے تمام ارکان کی طرح ان کو بھی تین تین دفعہ کیا جائے گا ان صحابہ کرام میں امیر المؤمنین سیدنا عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ، امیر المؤمنین سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ، سیدنا عبد اللہ بن زید بن عاصم رضی اللہ عنہ ، عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما، ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا، سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ، قابل ذکر ہیں، ان تمام کا یہ کہنا کہ کلی اور ناک میں پانی ڈالنے کا عمل بھی تین تین بار کیا جائے گا۔

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

((ثُمَّ لِيَنْثِرْ- وَقَوْلُهُ: -فَلْيَسْتَنْثِرْ))

(لِيَنْثِرْ) اور (فَلْيَسْتَنْثِرْ) دونوں کے ایک ہی معنی ہیں۔

((يُقَالُ: نَثَرَ وَاسْتَنْثَرَ: إِذَا حَرّكَ النّثْرَةَ فِي الطّهَارَةِ، وَهِيَ طَرَفُ الأَنْفِ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: مَعْنَى النّثْرِ وَالاسْتِنْثَارِ: الاسْتِنْشَاقُ بِالْمَاءِ))

یعنی کہ وضو کرتے وقت ناک کے کنارے کو حرکت دینا بعض اس کا معنی یہ بیان کرتے ہیں

کہ ناک میں پانی ڈالنا۔

((قَوْلُهُ: «فَلْيَجْعَلْ فِي أَنْفِهِ مَاءً، ثُمّ لِيَنْثِرْ» دَلِيلٌ عَلَى أَنّ الاسْتِنْشَاقَ غَيْرُ الاسْتِنْثَارِ، فَالاسْتِنْثَارُ هُوَ نَفْضُ مَا فِي الأَنْفِ بَعْدَ الاسْتِنْشَاقِ، يُقَالُ: نَثَرَ يَنْثِرُ بِكَسْرِ الثَاءِ هَهُنَا، وَنَثَرَ السُكّرَ يَنْثُرُ بِضَمّ الثَاءِ لَا غَيْرَ))

آپ ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ "جو شخص وضو کرے اسے چاہیے کہ ناک صاف کرے۔" چنانچہ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ (الاسْتِنْشَاق) اور (الاسْتِنْثَارِ) دو الگ الگ چیزیں ہیں، (الاستنشاق) کا معنی یہ کہ دورانِ وضوء ناک میں پانی ڈالنا یا چڑھانا اور ناک کو جھاڑ یا چھنکنا اس کے لئے (نَثَرَ يَنْثِرُ) استعمال کیا جاتا ہے (نَثَرَ السُّكَّرَ) میں (،يَنْثُرُ) دراصل (الثَّاء) پر پیش کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔

(شرح السنۃ للبغوی: 1/413، کتاب الطہارۃ، باب المضمضة والاستنشاق والمبالغة فيهما وتخليل الأصابع، الناشر: المكتب الاسلامی، دمشق، بیروت)

بائیں ہاتھ (Left Hand) سے ناک صاف کرنا

(حدیثِ علی رضی اللہ عنہ)

عبد خیر بن یزید الہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

((دَعَا بِوَضُوءٍ فَتَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَنَثَرَ بِيَدِهِ الْيُسْرَى، فَفَعَلَ هَذَا ثَلَاثًا. ثُمَّ قَالَ: هَذَا طُهُورُ نَبِيِّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ))

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے وضو کا پانی منگوایا، کلی کی اور ناک میں پانی ڈال کر اسے اپنے بائیں ہاتھ سے تین بار جھاڑا، پھر کہنے لگے: یہ اللہ کے نبی کریم ﷺ کا وضو ہے۔

(سنن النسائی، کتاب صفۃ الوضوء، بَابُ : بِأَيِّ الْيَدَيْنِ يَسْتَنْثِرُ- کس ہاتھ سے ناک سے پانی

جھاڑے؟، حدیث نمبر:91، شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ تخریج الحدیث:"سنن ابی داود/الطہارۃ 50 [111، 112، 113]، [تحفۃ الاشراف: 10203]، وقد اخرجہ: سنن الترمذی/الطہارۃ 37 [48]، مسند احمد 1/ 110، 122، 123، 135، 139، 154، سنن الدارمی/الطہارۃ 31[728]، وعبداللہ بن احمد 1/ 113، 114، 115، 116، 123، 124، 125، 127، 141، [نیز یہ حدیث مکرر ہے، ملاحظہ ہو: 92، 93، 94][صحیح]")

کلی اور ناک میں پانی ڈالنے کا طریقہ [49]

---

[49] شیخ بن باز رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

السؤال: هل يجوز للمسلم أن يزيد في مرات الاستنشاق عن الثلاث إذا كان مصاباً بالرشح –الزكام– أم يعد هذا مخالفاً للسنة؟

الجواب: هذا في الحقيقة غير مشروع؛ لأن الرسول ﷺ توضأ ثلاثاً ثلاثاً، تمضمض واستنشق ثلاثاً، غسل وجهه ثلاثاً، غسل يديه ثلاثاً، مسح رأسه مرة وأذنيه مرة واحدة، غسل رجليه ثلاثاً ثلاثاً، هذا هو السنة أن يكتفي بالثلاث، وإن توضأ مرة مرة، أو مرتين مرتين فلا حرج قد فعله النبي ﷺ، أو توضأ مرة في بعض الأعضاء ومرتين في بعض الأعضاء، أو مرتين في بعض الأعضاء وثلاثاً في بعض الأعضاء، كل ذلك لا حرج فيه، أما الزيادة فلا، فقد ثبت عنه ﷺ أنه لما توضأ، سأله سائل عن الوضوء علمه إياه ثم قال: فمن زاد فقد أساء وتعدى وظلم خرجه أبو داود والترمذي وغيرهما وإسناده صحيح، وهو يدل على أنه لا تجوز الزيادة، قال: فقد أساء وتعدى وظلم، والإساءة والتعدي والظلم أمر غير جائز.

فالحاصل أن الحديث المذكور يدل على أنه لا تجوز الزيادة على الكمال الذي فعله النبي ﷺ وهو الثلاث، يعني: إسباغ الوضوء ثلاثاً، ليس المراد الغرفة المراد الغسلة، المراد الغسلة لا الغرفة، فلو أنه غرف مرتين لكل غسلة صارت ست غرفات لا يكون مسيئاً، إنما المسيء الذي قد كمل العضو بالغسل ثم أعاده أكثر من ثلاث، لكن لو غسل رجله مثلاً بغرفة لكن ما كملت الغسلة احتاج إلى غرفة ثانية حتى يكمل رجله ثم غسلها ثانية ثم غسلها ثالثة وزادت الغرفات لا يضر، المهم أن تكون غسلة تامة ثم ثانية ثم ثالثة فلا يزيد على الثلاث،

وضو میں کلی اور ناک میں پانی ڈالنے کے لئے دو طریقے بیان کئے جاتے ہیں پہلا طریقہ یہ ہے عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے:

پہلا طریقہ:

(حدیثِ عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ)

((ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فِي التَّوْرِ فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ))

"پھر اپنا ہاتھ طشت میں ڈال کر (پانی لیا اور) کلی اور ناک صاف کرنے کا عمل بھی تین بار کیا

(صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب: طشت سے (پانی لے کر) وضو کرنے کے بیان میں، حدیث نمبر 199)

لہٰذا ایک چلو میں پانی بھر لیا جائے اور چلو کا پہلا حصہ کلی کے لئے لیا جائے اور دوسرا پانی کا حصہ ناک میں ڈالا جائے یعنی کہ کلی اور ناک میں پانی ڈلانے کا عمل وقتِ واحد میں کیا جائے اور دونوں کو جمع کر لیا جائے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

((وَحَدِيثُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ حَسَنٌ غَرِيبٌ، وَقَدْ رَوَى مَالِكٌ ، وَابْنُ عُيَيْنَةَ وَغَيْرُ وَاحِدٍ هَذَا الْحَدِيثَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى، وَلَمْ يَذْكُرُوا هَذَا الْحَرْفَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ مِنْ كَفٍّ وَاحِدٍ ، وَإِنَّمَا ذَكَرَهُ خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، وَخَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ ثِقَةٌ حَافِظٌ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ، وقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ: الْمَضْمَضَةُ

وهكذا في الوجه وهكذا في اليدين،

وَالِاسْتِنْشَاقُ مِنْ كَفٍّ وَاحِدٍ يُجْزِئُ ، وقَالَ بَعْضُهُمْ: تَفْرِيقُهُمَا أَحَبُّ إِلَيْنَا، وقَالَ الشَّافِعِيُّ: إِنْ جَمَعَهُمَا فِي كَفٍّ وَاحِدٍ فَهُوَ جَائِزٌ، وَإِنْ فَرَّقَهُمَا فَهُوَ أَحَبُّ إِلَيْنَا))

سیدنا عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث حسن غریب ہے، مالک، سفیان رحمۃ اللہ علیہ، ابن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر کئی لوگوں نے یہ حدیث عمرو بن یحییٰ سے روایت کی ہے، لیکن ان لوگوں نے یہ بات ذکر نہیں کی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی چلو سے کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا، اسے صرف خالد ہی نے ذکر کیا ہے اور خالد محدثین کے نزدیک ثقہ اور حافظ ہیں، بعض اہل علم نے کہا ہے کہ ایک ہی چلو سے کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا کافی ہو گا، اور بعض نے کہا ہے کہ دونوں کے لیے الگ الگ پانی لینا ہمیں زیادہ پسند ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اگر ان دونوں کو ایک ہی چلو میں جمع کرے تو جائز ہے لیکن اگر الگ الگ چلّو سے کرے تو یہ ہمیں زیادہ پسند ہے۔

(جامع الترمذی، کتاب الطهارة، باب: ایک ہی چلو سے کلی کرنے اور ناک میں پانی چڑھانے کا بیان، تحت حدیث:28)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

((وَجَمَعَ بَيْنَ الْمَضْمَضَةِ وَالِاسْتِنْشَاقِ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ فِي مُسْنَدِهِ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ فَهَذِهِ أَحَادِيثُ صِحَاحٌ فِي الْجَمْعِ))

مضمضہ اور استنشاق یعنی کہ کلی اور ناک میں پانی چڑھانے کا عمل جمع کرنا س روایت کو امام دارمی نے اپنی مسند میں صحیح اسناد کے ساتھ بیان کیا ہے چنانچہ اس بابت احادیث صحیح ہیں۔ یعنی کہ کلی اور ناک میں پانی چڑھانے کا عمل جمع کرنا

(المجموع شرح المہذب للنووی:1/360، کتاب الطہارۃ، باب السواک، الناشر: ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ، القاہرۃ)

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

((يَجْمَعُ بَيْنَهُمَا أَيِ الْجَمْعُ بَيْنَ الْمَضْمَضَةِ وَالِاسْتِنْشَاقِ بِمَاءٍ وَاحِدٍ أَفْضَلُ مِنْ أَنْ يَفْصِلَ كُلَّ وَاحِدٍ بِمَاءٍ))

یعنی کہ ان دونوں کو جمع کرنا بہتر ہے کہ یعنی کہ کلی اور ناک میں الگ الگ پانی ڈالنے کے بجائے دونوں کو بہ ایک وقت پانی پہنچایا جائے۔

(شرح العمدۃ فی الفقہ، کتاب الطہارۃ لابن تیمیہ، صفحہ:176، باب الوضوء مسألة المضمضة والاستنشاق في الوضوء، الناشر: مکتبۃ العبیکان، ریاض)

امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

((وَكَانَ يَتَمَضْمَضُ وَيَسْتَنْشِقُ، تَارَةً بِغَرْفَةٍ، وَتَارَةً بِغَرْفَتَيْنِ))

یعنی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کلی اور ناک میں پانی کا عمل ایک چلو بھر پانی میں ملا کر کیا کرتے تھے اور کبھی دو چلو میں

(زاد المعاد فی ہدی خیر العباد لابن قیم:1/185، " فصول في هديه صلى الله عليه وسلم في العبادات فصل في هديه صلى الله عليه وسلم في الوضوء"، الناشر: مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت-ومکتبۃ المنار الاسلامیۃ، الکویت)

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

((اخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي كَيْفِيَّةِ الْمَضْمَضَةِ وَالاسْتِنْشَاقِ، فَذَهَبَ قَوْمٌ إِلَى أَنَّهُ يُجْمَعُ بَيْنَهُمَا، فَيَغْرِفُ غَرْفَةً، فَيَتَمَضْمَضُ وَيَسْتَنْشِقُ بِهَا مَرَّةً، ثُمَّ غَرْفَةً أُخْرَى، فَيَفْعَلُ كَذَلِكَ، ثُمَّ غَرْفَةً ثَالِثَةً كَذَلِكَ، وَهُوَ ظَاهِرُ رِوَايَةِ عَبْدِ اللهِ بْنِ زَيْدٍ، وَمِنْهُمْ مَنِ اخْتَارَ الْفَصْلَ بَيْنَ الْمَضْمَضَةِ

وَالاسْتِنْشَاقِ، قَالَ: يَغْرِفُ غَرْفَةً، فَيَتَمَضْمَضُ بِهَا ثَلاثًا، ثُمَّ يَغْرِفُ غَرْفَةً أُخْرَى، فَيَسْتَنْشِقُ بِهَا ثَلاثًا))

کلی اور ناک میں پانی چڑھانے (ان کو جمع کرنے) میں علمائے کرام کا اختلاف ہے بعض علمائے کرام کے نزدیک دونوں کو جمع کیا جائے گا ایک ہی چلو کے ساتھ کلی بھی کی جائے گی اور ناک میں پانی بھی چڑھایا جائے گا اسی طرح ایک مرتبہ دھوئیں یا دو مرتبہ یا تین مرتبہ سیدنا عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی حدیث کا ظاہری معنی یہی ہے، بعض علمائے کرام کلی اور ناک میں پانی ڈالنے کے عمل کو الگ الگ کرنے کے قائل ہیں یعنی کہ پہلے پانی لیکر تین مرتبہ کلی کی جائے گی پھر پانی لیکر تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالا جائے گا۔

(شرح السنۃ للبغوی: 1/436، کتاب الطہارۃ، باب صفة وضوء النبي صلى الله عليه وسلم، الناشر: المکتب الاسلامی، دمشق، بیروت)

دوسرا طریقہ:

پہلی حدیث:

((عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ التَّيْمِيِّ، قَالَ: سُئِلَ ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ الْوُضُوءِ، فَقَالَ: رَأَيْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ سُئِلَ عَنِ الْوُضُوءِ،" فَدَعَا بِمَاءٍ، فَأُتِيَ بِمِيضَأَةٍ فَأَصْغَى عَلَى يَدِهِ الْيُمْنَى، ثُمَّ أَدْخَلَهَا فِي الْمَاءِ، فَتَمَضْمَضَ ثَلَاثًا وَاسْتَنْثَرَ ثَلَاثًا))

عثمان بن عبد الرحمن تیمی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ابن ابی ملیکہ رحمۃ اللہ علیہ سے وضو کے متعلق پوچھا گیا، تو انہوں نے کہا: میں نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ سے وضو کے متعلق پوچھا گیا، تو آپ نے پانی منگایا، پانی کا لوٹا لایا گیا، آپ نے اسے اپنے داہنے ہاتھ پر انڈیلا (اور اس سے اپنا ہاتھ دھویا) پھر ہاتھ کو پانی میں داخل کیا، تین بار کلی کی، تین بار ناک میں پانی ڈالا۔

(سنن ابو داود، کتاب الطہارۃ، باب: نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے وضو کا بیان، حدیث نمبر:108، شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے)

دوسری حدیث:

((حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ، حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ، قَالَ: سَمِعْتُ لَيْثًا يَذْكُرُ، عَنْ طَلْحَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ:" دَخَلْتُ يَعْنِي عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَتَوَضَّأُ وَالْمَاءُ يَسِيلُ مِنْ وَجْهِهِ وَلِحْيَتِهِ عَلَى صَدْرِهِ، فَرَأَيْتُهُ يَفْصِلُ بَيْنَ الْمَضْمَضَةِ وَالِاسْتِنْشَاقِ" .))

"طلحہ کے دادا کعب بن عمرو یامی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس گیا، اس وقت آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم وضو کر رہے تھے، پانی چہرے اور داڑھی سے آپ کے سینے پر ٹپک رہا تھا، میں نے دیکھا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کلی، اور ناک میں پانی الگ الگ ڈال رہے تھے۔"

(سنن ابو داود، کتاب الطہارۃ، باب: الگ الگ کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کا بیان، حدیث نمبر :139، شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو "ضعیف" کہا ہے، اس حدیث میں لیث[50] بن ایمن بن زنیم

[50] لیث بن ایمن بن زنیم کا تعارف

الأسم : ليث بن أيمن بن زنيم

الشهرة : الليث بن أبي سليم القرشي ، الكنيه: أبو بكر، أبو بكير

النسب : الكوفي، القرشي

الرتبة : ضعيف الحديث

عاش في : الكوفة

مولي : مولى عتبة بن أبي سفيان

توفي عام : ١٣٨

لیث کے بارے میں ائمہ محدثین کے اقوال

❖ أبو أحمد الحاكم : ليس بالقوي

- أبو أحمد بن عدي الجرجاني : روى عنه شعبة والثوري وغيرهما من ثقات الناس ومع الضعف الذي فيه يكتب حديثه
- أبو بكر البيهقي : ضعيف، ليس بالقوي، ومرة قال: غير محتج به
- أبو حاتم الرازي : يكتب حديثه، ضعيف الحديث، ومرة: لايشتغل به، مضطرب الحديث
- أبو حاتم بن حبان البستي : اختلط في آخر عمره، فكان يقلب الأسانيد ويرفع المراسيل، ويأتي عن الثقات بما ليس من حديثهم
- أبو حفص عمر بن شاهين : وهو به أعلم من غيره، لأنه من بلده، ولكن الكل أطلق عليه الاضطراب
- أبو زرعة الرازي : لا يشتغل به، هو مضطرب الحديث، ومرة: لين الحديث لا تقوم به الحجة عند أهل العلم بالحديث
- أبو عبد الله الحاكم النيسابوري : مجمع على سوء حفظه
- أحمد بن حنبل : مضطرب الحديث، ولكن حدث عنه الناس، ومرة: لا يفرح بحديثه، ومرة: يرفع أشياء لا يرفعها غيره فلذلك ضعفوه
- أحمد بن شعيب النسائي : ضعيف
- إبراهيم بن يعقوب الجوزجاني : يضعف حديثه
- ابن حجر العسقلاني : صدوق اختلط جدا ولم يتميز حديثه فترك، وقال في المطالب العالية: ضعيف
- الحسن بن الصباح البزار : أصابه اختلاط فاضطرب حديثه، لا نعلم أحدا ترك حديثه، ولم يثبت عنه الاختلاط فبقى في حديثه لين
- الدارقطني : صاحب سنة، يخرج حديثه، ومرة: ليس بحافظ، ومرة: سيئ الحفظ، ومرة: ضعيف
- الذهبي : فيه ضعف يسير من سوء حفظه
- جرير بن عبد الحميد الضبي : أكثر تخليطا من عطاء بن السائب
- زكريا بن يحيى الساجي : صدوق فيه ضعف، سيئ الحفظ كثير الغلط
- سفيان بن عيينة : ضعفه
- عبد الرحمن بن مهدي : ليث أحسنهم حالا عندي من عطاء ويزيد

ضعیف راوی اور جمہور علمائے کرام اس کے ضعف اور تدلیس پر اتفاق رکھتے ہیں۔

تیسری حدیث:

((حَدَّثَنا عَلِيّ بْن الجعد، قَالَ: أخبرنا عَبْد الرَّحْمَن بْنُ ثابت بْن ثوبان، عَنْ عَبْدَة بْن أَبِي لُبَابَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ شَقِيقَ بْنَ سَلَمَة، قَالَ: رَأَيْتُ عَلِيًّا وعُثْمَان توضَّآ ثَلاثًا ثَلاثًا" ثُمَّ قَالا: "هَكَذَا تَوَضَّأَ النَّبِيّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" وَذَكَرَ أَنَّهُمَا أَفْرَدَا الْمَضْمَضَةَ وَالاسْتِنْشَاقَ))

شقیق بن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ یہ دونوں اپنے اعضائے وضوء کو تین تین بار دھویا اور فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح سے اعضائے وضوء کو دھویا تھا، (شقیق بن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ مزید کہتے ہیں) سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کلی الگ کرتے تھے اور ناک میں پانی الگ سے چڑھاتے تھے۔

(التاریخ الکبیر المعروف بتاریخ ابن ابی خیثمہ، السفر الثالث:3/187، "تسمية من نزل بالكوفة من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم "رقم:4419، الناشر: الفاروق الحدیثۃ للطباعۃ

- عثمان بن أبي شيبة العبسي : صدوق، ولكن ليس بحجة، ومرة قال: أنه ثقة
- عيسى بن يونس السبيعي : رأيته وكان قد اختلط
- محمد بن إسماعيل البخاري : صدوق يهم، ومرة: صدوق
- محمد بن سعد كاتب الواقدي : رجل صالح عابد، ضعيف في الحديث
- يحيى بن سعيد القطان : كان سيئ الرأي فيه جدا
- يحيى بن معين : منكر الحديث، ومرة: ضعيف إلا أنه يكتب حديثه، ومرة: أضعف من عطاء ويزيد، ومرة: ليس به بأس، وعامة شيوخه لا يعرفون، ومرة: ليس حديثه بذاك ضعيف، وفي رواية ابن محرز عنه سئل عن كتابة حديثه قال: نعم
- يعقوب بن سفيان الفسوي : حديثه مضطرب

يعقوب بن شيبة السدوسي : صدوق، ضعيف الحديث

والنشر، القاہرة، الطبعة الاولی1424ھ،2004م)

بعض علماء اور محققین تاریخ ابن ابی خیثمہ رحمۃ اللہ علیہ کی اس روایت کو ضعیف کہتے ہیں اور بعض نے اس روایت کو "حسن لذاتہ" کہا ہے چنانچہ اس روایت کے راویوں کا تعارف پیش خدمت ہے:

((حَدَّثَنا عَلِيّ بْن الجعد، قَالَ: أخبرنا عَبْد الرَّحْمَن بْنُ ثابت بْن ثوبان، عَنْ عَبْدَة بْن أَبِي لُبَابَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ شَقِيقَ بْنَ سَلَمَة))[51]

51

(1)شقیق بن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ

الأسم : شقيق بن سلمة

الشهرة : شقيق بن سلمة الأسدي ،

الكنيه: أبو وائل

النسب : الأسدي، الكوفي

الرتبة : مخضرم

عاش في : الكوفة

شقیق بن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ائمہ محدثین کے اقوال

- ❖ أبو حاتم الرازي : لم يكن يدلس
- ❖ أحمد بن صالح الجيلي : رجل صالح
- ❖ ابن حجر العسقلاني : ثقة مخضرم
- ❖ ابن عبد البر الأندلسي : أجمعوا على أنه ثقة
- ❖ الذهبي : من كبار العاملين ومرة: من سادة التابعين أدرك النبي ولم يره
- ❖ محمد بن سعد كاتب الواقدي : ثقة كثير الحديث
- ❖ وكيع بن الجراح : ثقة
- ❖ يحيى بن معين : ثقة لا يسأل عن مثله

(2)عبدة بن ابی لبابۃ

الأسم : عبدة بن أبي لبابة

الشهرة : عبدة بن أبي لبابة الأسدي ،

الكنيه: أبو القاسم

النسب : الغاضري، الأسدي، الكوفي

الرتبة : ثقة

عاش في : الكوفة

عبدة بن ابی لبابۃ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ائمہ محدثین کے اقوال

- أبو حاتم الرازي : ثقة
- أحمد بن شعيب النسائي : ثقة
- أحمد بن صالح الجيلي : ثقة
- ابن حجر العسقلاني : ثقة
- الذهبي : إمام فاضل ورع
- عبد الرحمن بن يوسف بن خراش : ثقة
- يعقوب بن سفيان الفسوي : ثقة

(3)عبد الرحمٰن ثابت بن ثوبان

الأسم : عبد الرحمن بن ثابت بن ثوبان

الشهرة : عبد الرحمن بن ثابت العنسي ،

الكنيه: أبو عبد الله

النسب : العنسي، الشامي، الدمشقي

الرتبة : صدوق يخطئ اختلط ورمي بالقدر

عاش في : دمشق، بغداد، الشام

مات في : بغداد

ولد عام : ٧٥

توفي عام : ١٦٥

عبد الرحمن بن ثابت بن ثوبان کے بارے میں ائمہ محدثین کے اقوال

- ❖ أبو أحمد بن عدي الجرجاني : له أحاديث صالحة، وقد كتبت حديثه، ويبلغ أحاديث صالحة، وكان رجلا صالحا ويكتب حديثه على ضعفه
- ❖ أبو جعفر العقيلي : ضعيف، وأبوه ثقة
- ❖ أبو حاتم الرازي : ثقة، ومرة: يشوبه شيء من القدر وتغير عقله في آخر حياته وهو مستقيم الحديث
- ❖ أبو حفص عمر بن شاهين : ليس به بأس
- ❖ أبو دواد السجستاني : ليس به بأس، ونفى عنه تهمة القدر
- ❖ أبو زرعة الرازي : ليس به بأس ومرة: لين
- ❖ أبو عبد الله الحاكم النيسابوري : ثقة
- ❖ أحمد بن حنبل : أحاديثه مناكير، ومرة: لم يكن بالقوي في الحديث
- ❖ أحمد بن شعيب النسائي : ضعيف، ومرة: ليس بالقوي، ومرة: ليس بثقة
- ❖ أحمد بن صالح الجيلي : ليس به بأس، ومرة: لين
- ❖ ابن حجر العسقلاني : صدوق زاهد يخطىء ورمي بالقدر وتغير بأخرة
- ❖ الخطيب البغدادي : يذكر بالزهد والعبادة والصدق في الرواية
- ❖ الذهبي : لم يكن بالمكثر، ولا هو بحجة، بل صالح الحديث
- ❖ المفضل بن غسان الغلابي : ليس بشيء
- ❖ دحيم الدمشقي : ثقة يرمي بالقدر
- ❖ صالح بن محمد جزرة : صدوق إلا أن مذهبه مذهب القدر
- ❖ عبد الرحمن بن يوسف بن خراش : في حديثه لين
- ❖ علي بن المديني : ليس به بأس
- ❖ عمرو بن علي الفلاس : ثقة، ومرة: حديث الشاميين كله ضعيف إلا نفر وذكر منهم عبد الرحمن بن ثابت بن ثوبان
- ❖ مصنفوا تحرير تقريب التهذيب : صدوق حسن الحديث
- ❖ يحيى بن معين : ضعيف يكتب حديثه على ضعفه وكان رجلا صالحا، في رواية

عباس: ليس به بأس، وفي رواية عثمان بن سعيد: ضعيف، ومرة: لا شيء ومرة: ما ذكره إلا بخير

- ❖ يعقوب بن شيبة السدوسي : رجل صدق لا بأس به

(4)علی بن الجعد بن عبید

الأسم : علي بن الجعد بن عبيد

الشهرة : علي بن الجعد الجوهري ،

الكنيه: أبو الحسن

النسب : التميمي، البغدادي، الكوفي

الرتبة : ثقة ثبت رمي بالتشيع

عاش في : بغداد، الكوفة

مات في : بغداد

الوظيفة : الجوهري

مولي : مولى بني هاشم

ولد عام : ١٣٦

توفي عام : ٢٣٠

علی بن الجعد بن عبید کے بارے میں ائمہ محدثین کے اقوال

- ❖ أبو أحمد بن عدي الجرجاني : ما أرى بحديثه بأسا ولم أر في رواياته إذا حدث عن ثقة حديثا منكرا فيما ذكره
- ❖ أبو جعفر العقيلي : لا يتابع على حديثه فأما المتن فيروى من غير طريق بأسانيد جياد
- ❖ أبو حاتم الرازي : متقن صدوق يحفظ ويأتي بالحديث علي لفظ واحد لا يغيره، ومرة: ثقة صدوق
- ❖ أبو دواد السجستاني : وسم بميسم سوء، قال: ما يسوؤني أن يعذب الله معاوية
- ❖ أبو زرعة الرازي : صدوق

صحیح بخاری(حدیث نمبر:199)میں اس مسئلہ کا حل موجود ہے البتہ دوسرے طریقہ کی دوسری روایت بالاتفاق ضعیف ہے تاریخ ابن ابی خیثمہ رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کو بعض نے "حسن لذاتہ" کہا ہے اسی بنیاد پر بعض علمائے کرام کلی الگ کرنے اور ناک میں پانی الگ چڑھانے کی بھی اجازت دیتے ہیں، بعض علماء کہتے ہیں کہ ایک ہی چلو سے کلی الگ سے کی جائے اور ناک میں پانی الگ سے ڈالیں البتہ ایک ہی چلو سے کلی اور ناک میں پانی ڈالنے والی حدیث اور اس کی سند بہت زیادہ معتبر ہے[52] اور قوی ہے چنانچہ پہلا طریقہ

- أحمد بن حنبل : ثقة اكتب عنه وإن كان حديثه قليلا عنده نتف حسان
- أحمد بن شعيب النسائي : صدوق
- إبراهيم بن يعقوب الجوزجاني : متشبث بغير بدعة، زائغ عن الحق
- ابن حجر العسقلاني : ثقة ثبت رمي بالتشيع، ومرة: أحد الحفاظ
- الدارقطني : يثني عليه خيرا
- الذهبي : الحافظ
- صالح بن محمد جزرة : ثقة
- عبد الباقي بن قانع البغدادي : ثقة ثبت
- علي بن المديني : وهم ترك حديثه
- محمد بن عبد الرحمن بن أبي ذئب : ما رأيت أحفظ منه
- مسلم بن الحجاج النيسابوري : أعرض عنه لأنه لم يعنف من قال القرءان مخلوق
- مطين الحضرمي : ثقة
- موسى بن داود الضبي : ما رأيت أحفظ منه
- يحيى بن معين : ثقة صدوق، ومرة: أثبت البغداديين في شعبة، ومرة: سئل أيما أفضل وأوثق أبو النضر هاشم بن القاسم أو علي بن الجعد فقال علي بن الجعد، وقال مرة: ثقة لا بأس به، ومرة قيل له: فإن الناس يغمزونه، قال يكذبون عليه، كان صدوق

52 وقال شيخ الإسلام ابن تيمية رحمه الله:

ہی صحیح اور درست ہے یعنی کہ کلی اور ناک میں پانی ایک ساتھ ڈالا جائے، اور دوسرے طریقہ کے لئے بھی علماء کے اقوال کے مطابق نرمی کی جاسکتی ہے لہذا اس مسئلے میں بے جا سختی نہ کی جائے۔(واللہ اعلم)

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

"الجمع بين المضمضة والاستنشاق بماء واحد أفضل من أن يفصل كل واحد بماء ؛ لأن في حديث عبدالله بن زيد في صفة وضوء النبي صلى الله عليه وسلم : (أنه مضمض واستنشق واستنثر ثلاثا بثلاث غرفات).

وفي لفظ : (تمضمض واستنشق من كف واحد ، فعل ذلك ثلاثا) متفق عليهما.

وفي لفظ : (تمضمض واستنثر ثلاثا من غرفة واحدة) رواه البخاري.

"الجمع بين المضمضة والاستنشاق بماء واحد أفضل من أن يفصل كل واحد بماء ؛ لأن في حديث عبدالله بن زيد في صفة وضوء النبي صلى الله عليه وسلم : (أنه مضمض واستنشق واستنثر ثلاثا بثلاث غرفات).

وفي لفظ : (تمضمض واستنشق من كف واحد ، فعل ذلك ثلاثا) متفق عليهما.

وفي لفظ : (تمضمض واستنثر ثلاثا من غرفة واحدة) رواه البخاري.

وكذلك في حديث ابن عباس وعثمان وغيرهما.

وهذه الأحاديث أكثر وأصح من أحاديث الفصل " انتهى.

"شرح العمدة. (١/١٧٧-١٧٨) "

وكذلك في حديث ابن عباس وعثمان وغيرهما .

وهذه الأحاديث أكثر وأصح من أحاديث الفصل " انتهى .

"شرح العمدة. (١٧٨-١/١٧٧) "





وضوء کی ترتیب - نمبر 3:

تین مرتبہ چہرہ دھونا

کتاب اللہ سے دلیل:

قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ﴾

(سورۃ المائدۃ، سورۃ نمبر 5، آیت نمبر:6)

"اے ایمان والو! جب تم نماز کے لئے اٹھو تو اپنے منہ کو دھولو۔"

حدیث سے دلیل:

حمران رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں

((ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا))

کہ میں نے دیکھا کہ سیدنا عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ نے وضوء میں اپنا چہرہ تین بار دھویا۔

(صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب: وضو میں ہر عضو کو تین تین بار دھونا (سنت ہے)، حدیث نمبر :159۔و صحیح مسلم:226[539])

چہرہ دھونے کا مفہوم

علمائے کرام کہتے ہیں کہ چہرے سے وہ تمام حصہ مراد ہے جو ایک کان سے دوسرے کان کے بیچ کا حصہ ہوتا ہے اور پیشانی کے بالوں سے لیکر تھوڑی کے بیچ کا حصہ چہرہ کہلاتا ہے اور اس میں مکمل داڑھی شامل ہے لہذا تمام چہرہ کو اچھی طرح سے دھونا چاہئے، پورے چہرے کو دھونے میں تمام علمائے کرام کا اتفاق ہے۔

وضوء میں اپنا چہرہ پورا دھونا چاہئے :

(حدیثِ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ)

نعیم بن عبد اللہ مجمر رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں:

((رَأَيْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَتَوَضَّأُ، فَغَسَلَ وَجْهَهُ فَأَسْبَغَ الْوُضُوءَ))

"کہ میں نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا وضو کرتے ہوئے انہوں نے منہ دھویا تو اس کو پورا دھویا"۔

(صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب: اعضاء وضو کو چمکانے کے لیے مقررہ حد سے زیادہ دھونے کا استحباب، حدیث نمبر: 246[579])

داڑھی کا خلال کرنا

اس مسئلے میں دو موقف پائے جاتے ہیں پہلا موقف یہ ہے کہ داڑھی کا خلال کرنا ضروری نہیں بلکہ داڑھی پر صرف پانی بہا دینا کافی ہے اور دوسرا موقف یہ ہے کہ داڑھی کا خلال کیا جائے پہلے موقف کی دلیل جس روایت پر ہے اس کی سند ضعیف ہے لہذا اس میں دوسرا موقف راجح ہے۔

پہلا موقف:

((حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ، عَنْ يَزِيدَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، قَالَ: «رَأَيْتُهُ تَوَضَّأَ، وَلَمْ أَرَهُ خَلَّلَ لِحْيَتَهُ» ثُمَّ قَالَ: «هَكَذَا رَأَيْتُ عَلِيًّا تَوَضَّأَ»))

یزید کہتے ہیں کہ میں نے عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ کو وضوء کرتے ہوئے دیکھا انہوں نے داڑھی کا خلال نہیں کیا، عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے وضو کرنے کے بعد کہا میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو اسی طرح وضو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: 2/33، کتاب الطہارۃ، من كان لا يخلل لحيته ويقول: يكفيك ما

سال علیها، رقم :123، الناشر: دارا لکنوز اشبیلیا، ریاض ، الشیخ سعد بن ناصر بن عبد العزیز ابو حبیب الشثری حفظہ اللہ نے اس کی سند کو "ضعیف" کہا ہے:"لحال یزید بن أبي زیاد[53]

---

[53] اس روایت میں یزید بن ابی زیاد نامی راوی سخت ضعیف اور مدلس ہے چنانچہ یہ روایت ضعیف ہے یزید بن ابی زیاد کا تعارف ملاحظہ فرمائیں:

الأسم : يزيد بن أبي زياد

الشهرة : يزيد بن أبي زياد الهاشمي ، الكنيه: أبو عبد الله

النسب : الكوفي، القرشي، الهاشمي

الرتبة : ضعيف الحديث

عاش في : الكوفة

مولي : مولى عبد الله بن الحارث بن نوفل الهاشمي

ولد عام : ٤٩

توفي عام : ١٣٧

یزید بن ابی زیاد کے بارے میں ائمہ محدثین کے اقوال

- ❖ أبو أحمد الحاكم : ليس بالقوي عندهم
- ❖ أبو أحمد بن عدي الجرجاني : من شيعة أهل الكوفة، ومع ضعفه يكتب حديثه
- ❖ أبو بكر البيهقي : غير قوي، ومرة: نقل عن الأوزاعي أنه قال: يزيد رجل ضعيف الحديث وحديثه مخالف للسنة
- ❖ أبو حاتم الرازي : ليس بالقوي
- ❖ أبو حاتم بن حبان البستي : كان صدوقا إلا أنه لما كبر ساء حفظه وتغير، فكان يتلقن ما لقن، فوقع المناكير في حديثه من تلقين غيره إياه وإجابته فيما ليس من حديثه لسوء حفظه فسماع من سمع منه قبل دخوله الكوفة في أول عمره سماع صحيح وسماع من سمع منه في آخر قدومه الكوفة بعد تغير حفظه وتلقنه ما
- ❖ أبو دواد السجستاني : لا أعلم أحدا ترك حديثه، وغيره أحب إلي منه
- ❖ أبو زرعة الرازي : لين، يكتب حديثه ولا يحتج به
- ❖ أبو عيسى الترمذي : نقل عن البخاري، أنه قال: صدوق ولكنه يغلط

- ❖ أحمد بن حنبل : لم يكن بالحافظ، ومرة: حديثه ليس بذاك
- ❖ أحمد بن شعيب النسائي : ليس بالقوي
- ❖ أحمد بن صالح الجيلي : جائز الحديث، وكان بأخرة يلقن
- ❖ أحمد بن صالح المصري : ثقة ولا يعجبني قول من تكلم فيه
- ❖ أحمد بن هارون البرديجي : ليس هو بالقوي
- ❖ إبراهيم بن يعقوب الجوزجاني : سمعتهم يضعفون حديثه
- ❖ ابن حجر العسقلاني : ضعيف كبر فتغير وصار يتلقن، وقال مرة: مختلف فيه والجمهور على تضعيف حديثه
- ❖ الدارقطني : ضعيف يخطئ كثيرا، ويلقن إذا لقن، وكان قد اختلط
- ❖ الذهبي : صدوق فهم عالم شيعي ردئ الحفظ لا يترك
- ❖ حماد بن أسامة الكوفي : لو حلف لي خمسين يمينا قسامة ما صدقته
- ❖ شعبة بن الحجاج : كان رفاعا
- ❖ عبد الباقي بن قانع البغدادي : ضعيف
- ❖ محمد بن إسحاق بن خزيمة : في القلب منه
- ❖ محمد بن سعد كاتب الواقدي : ثقة في نفسه، إلا أنه اختلط في آخر عمره فجاء بالعجائب
- ❖ محمد بن عبد الله المخرمي : ارم به، أكرم به
- ❖ محمد بن فضيل الضبي : من أئمة الشيعة الكبار
- ❖ مسلم بن الحجاج النيسابوري : ذكره فيمن اسم الستر والصدق يشملهم
- ❖ وكيع بن الجراح : ليس بشيء
- ❖ يحيى بن معين : لا يحتج بحديثه، ومرة: ليس بالقوي، ومرة: ضعيف الحديث ومر: يضعف ومرة: ليس بذاك
- ❖ يعقوب بن سفيان الفسوي : إن كانوا يتكلمون فيه لتغيره فهو علي العدالة والثقة
- ❖ يزيد بن أبي زياد ضعيف،مدلس،مختلط (انظر التقريب: ٧٧١٧،وطبقات المدلسين: ١١٢/ ٣) و قال البوصيري: وضعفه الجمهور (زوائد ابن ماجه: ٢١١٦) وانظر ح ١٩٦٦ وحدث به بعد اختلاطه وعنعن في هذا اللفظ و قال الحافظ ابن

دوسرا موقف:

پہلی حدیث (حدیث عثمان رضی اللہ عنہ)

سیدنا عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((أَنّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ " يُخَلِّلُ لِحْيَتَهُ))

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی داڑھی میں خلال کرتے تھے۔"

(جامع الترمذی، کتاب الطہارۃ، باب: داڑھی کے خلال کرنے کا بیان، حدیث نمبر:31، شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ وسنن ابن ماجہ:430)

دوسری حدیث (حدیث انس رضی اللہ عنہ)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((أَنّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا تَوَضَّأَ أَخَذَ كَفًّا مِنْ مَاءٍ فَأَدْخَلَهُ تَحْتَ حَنَكِهِ فَخَلَّلَ بِهِ لِحْيَتَهُ، وَقَالَ: هَكَذَا أَمَرَنِي رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ))

"کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب وضو کرتے تو ایک چلو پانی لے کر اسے اپنی ٹھوڑی کے نیچے لے جاتے تھے، پھر اس سے اپنی داڑھی کا خلال کرتے اور فرماتے: میرے رب عزوجل نے مجھے ایسا ہی حکم دیا ہے"۔

(سنن ابوداود، کتاب الطہارۃ، باب داڑھی کے خلال کا بیان، حدیث نمبر:145، شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے)

حجر: و الجمهور علي تضعيف حديثه(هدي الساري ص٤٥٩)

تیسری حدیث (حدیثِ عمار رضی اللہ عنہ)

حسان بن بلال رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

((قَالَ: رَأَيْتُ عَمَّارَ بْنَ يَاسِرٍ تَوَضَّأَ، فَخَلَّلَ لِحْيَتَهُ، فَقِيلَ لَهُ: أَوْ قَالَ: فَقُلْتُ لَهُ: أَتُخَلِّلُ لِحْيَتَكَ ، قَالَ: وَمَا يَمْنَعُنِي وَلَقَدْ " رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخَلِّلُ لِحْيَتَهُ))

"میں نے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ انہوں نے وضو کیا تو اپنی داڑھی میں خلال کیا ان سے کہا گیا یا راوی حدیث حسان نے کہا کہ میں نے ان سے کہا: کیا آپ اپنی داڑھی کا خلال کر رہے ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ میں داڑھی کا خلال کیوں نہ کروں جب کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو داڑھی کا خلال کرتے دیکھا ہے۔"

(جامع الترمذی، کتاب الطہارۃ، باب: داڑھی کے خلال کرنے کا بیان، حدیث نمبر:29، شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے)

چوتھی (حدیثِ ابو امامہ رضی اللہ عنہ)

ابو غالب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

((حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ، عَنْ عُمَرَ بْنِ سُلَيْمٍ الْبَاهِلِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو غَالِبٍ، قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي أُمَامَةَ: أَخْبِرْنَا عَنْ وُضُوءِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، «فَتَوَضَّأَ ثَلَاثًا، وَخَلَّلَ لِحْيَتَهُ»، وَقَالَ: «هَكَذَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُ»))

"کہ میں نے سیدنا ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وضوء سکھادیں چنانچہ ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ نے اعضائے وضوء کو تین مرتبہ دھویا اور داڑھی کا خلال کیا اور فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح وضوء کرتے ہوئے دیکھا ہے۔"

(مصنف ابن ابی شیبہ:2/ 31، کتاب الطہارۃ، في تخليل اللحية في الوضوء، حدیث نمبر:112،

الناشر: دارا لکنوز اشبیلیا، ریاض، الشیخ سعد بن ناصر بن عبد العزیز ابو حبیب الشثری حفظہ اللہ نے اس کی سند کو "حسن" کہا ہے: "لحال عمر بن سليم، أخرجه الطبراني:8/333")

تین مرتبہ داڑھی کا خلال

(حدیثِ عثمان رضی اللہ عنہ)

ابو وائل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

((حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ عَامِرِ بْنِ شَقِيقٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، قَالَ: رَأَيْتُ عُثْمَانَ، «يَتَوَضَّأُ فَخَلَّلَ لِحْيَتَهُ ثَلَاثًا»، وَقَالَ: «رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَهُ»))

"کہ میں نے سیدنا عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ کو وضوء کرتے ہوئے دیکھا ہے انہوں نے وضوء کیا اور اور اپنی داڑھی کا تین مرتبہ خلال کیا اور فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح وضوء کرتے ہوئے دیکھا ہے۔"

(مصنف ابن ابی شیبہ:2/31، کتاب الطہارۃ، في تخليل اللحية في الوضوء، حدیث نمبر:113، الناشر: دارا لکنوز اشبیلیا، ریاض، الشیخ سعد بن ناصر بن عبد العزیز ابو حبیب الشثری حفظہ اللہ نے اس کی سند کو "حسن" کہا ہے :"لحال عامر، أخرجه الترمذی:31۔ وابن ماجہ:430۔ وابن حبان:1081۔ وابن خزیمۃ:151)

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

((قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ: أَصَحُّ شَيْءٍ فِي هَذَا الْبَابِ حَدِيثُ عَامِرِ بْنِ شَقِيقٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ عُثْمَانَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «كَانَ يُخَلِّلُ لِحْيَتَهُ»))

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اس مسئلے میں سب سے مستند روایت عَامِرِ بْنِ شَقِيقٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ عُثْمَانَ کی ہے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی وضوء کیا کرتے اپنی داڑھی کا خلال بھی فرماتے۔

((وَقَالَ أَبُو ثَوْرٍ: يَجِبُ تَخْلِيلُ اللِّحْيَةِ، وَقَالَ: إِنْ تَرَكَهُ عَامِدًا أَعَادَ الصّلاةَ، وَإِنْ تَرَكَهُ نَاسِيًا أَوْ مُتَأَوِّلا أَجْزَأَهُ، وَقَالَ أَحْمَدُ: إِنْ تَرَكَهُ نَاسِيًا جَازَ))

ابو ثور کا قول ہے کہ دورانِ وضوء داڑھی کا خلال واجب ہے اور جس شخص نے داڑھی کا خلال جان بوجھ کر چھوڑ دیا اس کو نماز کا اعادہ کرنا پڑے گا اور اگر کسی نے بھول چوک سے داڑھی کا خلال نہیں کیا تو کوئی بات نہیں، امام احمد ابن حنبل کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص داڑھی کا خلال کرنا بھول جائے تو کوئی بات نہیں اس کی نماز درست ہے۔

(شرح السنۃ للبغوی: 1/422، کتاب لطہارۃ، باب تخليل اللحية، الناشر: المکتب الاسلامی، دمشق، بیروت)

❖ بعض علمائے کرام ان احادیث کی بنیاد پر داڑھی کے خلال کو واجب قرار دیتے ہیں اور بعض اس کو مسنون کہتے ہیں



وضوء کی ترتیب - نمبر:4

تین مرتبہ کہنیوں سمیت پورا ہاتھ دھونا

کتاب اللہ سے دلیل:

قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ﴾

(سورۃ المائدۃ، سورۃ نمبر 5، آیت نمبر 6)

"اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھولو۔"

علمائے کرام کے دو موقف

اس مسئلے میں علمائے کرام کے دو موقف پائے جاتے ہیں:

- ❖ نمبر ایک: جمہور علمائے کرام کا یہ موقف ہے کہ ہاتھوں کو کہنیوں کے ساتھ دھونا چاہیے۔
- ❖ نمبر دو: کہنیوں سمیت ہاتھوں کا دھونا وجوب میں داخل نہیں ہے (بعض ظاہریوں نے اس موقف کو اختیار کیا ہے نیز امام زُفر رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی موقف ہے)۔

کہنیوں سمیت ہاتھ دھونے کی دلیل

احادیث سے دلیل:

پہلی دلیل: (حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ)

نعیم بن عبد اللہ مجمر رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں:

((رَأَيْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَتَوَضَّأُ، فَغَسَلَ وَجْهَهُ فَأَسْبَغَ الْوُضُوءَ، ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُمْنَى، حَتَّى أَشْرَعَ فِي الْعَضُدِ، ثُمَّ يَدَهُ الْيُسْرَى، حَتَّى أَشْرَعَ فِي الْعَضُدِ))

کہ میں نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو وضوء کرتے ہوئے دیکھا انہوں نے منہ دھویا تو اس کو

پورا دھویا، پھر داہنا ہاتھ دھویا، یہاں تک کہ بازو کا ایک حصہ دھویا، پھر بایاں ہاتھ دھویا، یہاں تک کہ بازو کا ایک حصہ بھی دھویا (یعنی کہنی کے اوپر تک ہاتھ دھویا)

(صحیح مسلم، کتاب الطھارۃ، باب: اعضاء وضو کو چمکانے کے لیے مقررہ حد سے زیادہ دھونے کا استحباب، حدیث نمبر:246[579])

دوسری دلیل:(حدیثِ عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہما)

(یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ) نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ میری موجودگی میں عمرو بن ابی حسن رحمۃ اللہ علیہ نے عبد اللہ بن زید بن عاصم رضی اللہ عنہما سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کے بارے میں پوچھا:

((فَأَكْفَأَ عَلَى يَدِهِ مِنَ التَّوْرِ فَغَسَلَ يَدَيْهِ ثَلَاثًا، ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فِي التَّوْرِ فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَاسْتَنْثَرَ ثَلَاثَ غَرَفَاتٍ، ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا، ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فَغَسَلَ يَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ مَرَّتَيْنِ،---))

تو انہوں نے پانی کا طشت منگوایا اور، (پہلے طشت سے) اپنے ہاتھوں پر پانی گرایا، پھر تین بار ہاتھ دھوئے، پھر اپنا ہاتھ طشت میں ڈالا (اور پانی لیا) پھر کلی کی، ناک میں پانی ڈالا، ناک صاف کی، تین چلوؤں سے، پھر اپنا ہاتھ طشت میں ڈالا اور تین مرتبہ منہ دھویا، پھر اپنے دونوں ہاتھ کہنیوں تک دوبار دھوئے۔۔۔۔

(صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب: اس بارے میں کہ ٹخنوں تک پاؤں دھونا ضروری ہے، حدیث نمبر :186۔ و صحیح مسلم:235[555]۔ و سنن ابو داود:118۔ و سنن النسائی:97)

تیسری دلیل:(حدیثِ عثمان رضی اللہ عنہ)

حمران رحمۃ اللہ علیہ نے انہوں نے سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو وضو کرتے دیکھا، آپ رضی اللہ عنہ نے (پہلے) اپنے دونوں ہاتھوں پر تین مرتبہ پانی ڈالا پھر کلی کی اور ناک صاف کی، پھر تین مرتبہ چہرہ دھویا:

((ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُمْنَى إِلَى الْمَرْفِقِ ثَلَاثًا، ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُسْرَى إِلَى الْمَرْفِقِ ثَلَاثًا))

"پھر دایاں ہاتھ کہنی تک دھویا، پھر بایاں ہاتھ کہنی تک دھویا تین تین مرتبہ"۔

(صحیح البخاری، کتاب الصوم باب: روزہ دار کے لیے تر، یا خشک مسواک استعمال کرنی درست ہے، حدیث نمبر:1934)

چوتھی دلیل:(حدیثِ جابر رضی اللہ عنہ)

سیدنا جابر ابن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

((عن جابرِ بنِ عبدِ اللهِ قال: كان رسولُ اللَّه - صلى الله عليه وسلم - إذا تَوضأَ أدارَ الماءَ على مِرفَقَيهِ))

"کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب وضوء فرماتے تو اپنی کہنیوں پر پانی ڈالتے"۔

(سلسلۃ احادیث الصحیحۃ للالبانی:5/99،حدیث نمبر:2067۔ و صحیح الجامع:4698۔ واخرجہ الدارقطنی :1/83۔ والبیہقی:259۔ وابن الجوزی فی "التحقیق"130)

امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

((غَسْلُ مَا فَوْقَ الْمِرْفَقَيْنِ وَالْكَعْبَيْنِ وَهُمَا مُسْتَحَبَّانِ بِلَا خِلَافٍ))

اس بات میں کسی کا اختلاف نہیں ہاتھوں کو کہنیوں کے ساتھ دھونا اور پیروں کو ٹخنوں کے ساتھ دھونا یہ دونوں مستحب عمل ہے۔(بلکہ جمہور علمائے کرام نے ان کو واجب قرار دیا ہے)

(نیل الاوطار للشوکانی:1/193،"أبواب صفة الوضوء فرضه وسننه - باب غسل اليدين مع المرفقين وإطالة الغرة"الناشر:دارالحدیث،المصر)

اعضائے وضو کو ان کی حدِ مقررہ سے زیادہ دھونے والوں کی دلیل

(حدیثِ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ)

ابو حازم اشجعی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں:

((كُنْتُ خَلْفَ أَبِي هُرَيْرَةَ وَهُوَ يَتَوَضَّأُ لِلصَّلَاةِ، فَكَانَ يَمُدُّ يَدَهُ حَتَّى تَبْلُغَ إِبْطَهُ، فَقُلْتُ لَهُ: يَا أَبَا هُرَيْرَةَ، مَا هَذَا الْوُضُوءُ؟ فَقَالَ: يَا بَنِي فَرُّوخَ، أَنْتُمْ هَاهُنَا، لَوْ عَلِمْتُ أَنَّكُمْ هَاهُنَا مَا تَوَضَّأْتُ هَذَا الْوُضُوءَ، سَمِعْتُ خَلِيلِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: " تَبْلُغُ الْحِلْيَةُ مِنَ الْمُؤْمِنِ، حَيْثُ يَبْلُغُ الْوَضُوءُ "))

کہ میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے تھا، وہ نماز کے لئے وضو کر رہے تھے تو اپنے ہاتھ کو دھوتے تھے لمبا کر کے یہاں تک کہ بغل تک دھویا، میں نے کہا: اے ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ)! یہ کیسا وضو ہے؟ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے فروخ کی اولاد! (فروخ ابراہیم علیہ السلام کے ایک بیٹے کا نام ہے جس کی اولاد میں عجم کے لوگ ہیں ابو حازم رحمۃ اللہ علیہ بھی عجمی تھے) تم یہاں موجود ہو اگر میں جانتا تم یہاں موجود ہو تو اس طرح وضو نہ کرتا، میں نے سنا اپنے خلیل سے (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: قیامت کے دن مؤمن کو وہاں تک زیور پہنایا جائے گا جہاں تک اس کا وضو پہنچتا ہو۔"

(صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب: جہاں تک وضو کا پانی پہنچے گا وہاں تک زیور پہنایا جائے گا، حدیث نمبر :250[586]۔ وسنن النسائی:149)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے عمل کی وضاحت

شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

((إذا عرفت هذا، فهل في الحديث ما يدل على استحباب إطالة الغرة والتحجيل؟والذي نراه إذا لم نعتد برأي أبي هريرة رضي الله

عنه – أنه لا يدل على ذلك،لأن قوله: " مبلغ الوضوء " من الواضح أنه أراد الوضوء الشرعي، فإذا لم يثبت في الشرع الإطالة، لم يجز الزيادة عليه كما لا يخفى. على أنه إن دل الحديث على ذلك، فلن يدل على غسل العضد لأنه ليس من الغرة ولاالتحجيل، ولذلك قال ابن القيم رحمه الله تعالى في " (حادي الأرواح إلى بلادالأفراح:١/٣١٥-٣١٦) وقد احتج بهذا الحديث من يرى استحباب غسل العضد وإطالته، والصحيح أنه لايستحب، وهو قول أهل المدينة، وعن أحمد روايتان، والحديث لا يدل على الإطالة فإن الحلية إنما تكون زينة في الساعد والمعصم، لا في العضد والكتف"))

کیا یہ روایت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وضوء میں زیادہ فضیلت حاصل کرنے کے لئے(کہنیوں سے آگے یعنی بازو سمیت بغلوں کے نیچے تک اور پاؤں دھوتے وقت ٹخنوں سے اوپر تک دھویا جاسکتا ہے ؟اور اسی طرح چہرے کے ساتھ گردن کا کچھ حصہ بھی دھویا جاسکتاہے؟)تو اس کا جواب یہ ہے کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے اس عمل کا اگر ہم اعتبار نہیں کریں گے تو اعضائے وضو کو مقررہ حد سے زیادہ دھونے پر یہ حدیث دلالت نہیں کرتی کیونکہ وضو کا تعلق اس حکم سے ہے جو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایاہے اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان میں اعضائے وضو کو ان کی حد سے زیادہ دھونا ثابت نہیں ہوتا ہے تو وہ عمل درست نہیں ہے،لہٰذا یہ حدیث کہنی کے اوپری حصے کو دھونے پر دلالت نہیں کرتی کیونکہ کہنی سے اوپر(الغرۃ)اور(التحجیل)کا حصہ نہیں ہے چنانچہ امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ اس بارے میں(حادي الأرواح إلى بلاد الأفراح:1/315-316)میں کہتے ہیں: جولوگ کہنی سے اوپر کا حصہ دھونے کے قائل ہیں وہ لوگوں اس حدیث کو بطورِ دلیل پیش کرتے ہیں،البتہ ان کا یہ عمل مستحب نہیں ہے اہل مدینہ کا یہی قول ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ

سے اس طرح کی دو حدیثیں نقل کی جاتی ہیں لہذا یہ حدیث اعضائے وضوء مقررہ حد سے زیادہ دھونے پر دلالت نہیں کرتی کیونکہ زیور کا حصہ کلائی سے لیکر کہنی تک ہی ہوتا ہے اور بازو اور مونڈھے پر زینت نہیں کی جاتی۔

((واعلم أن هناك حديثا آخر يستدل به من يذهب إلى استحباب إطالة الغرة والتحجيل وهو بلفظ:" إن أمتي يأتون يوم القيامة غرا محجلين من آثار الوضوء فمن استطاع منكم يطيل غرته فليفعل ". وهو متفق عليه بين الشيخين، لكن قوله: " فمن استطاع . . . " مدرج من قول أبي هريرة ليس من حديثه صلى الله عليه وسلم كما شهد بذلك جماعة من الحفاظ كالمنذري وابن تيمية وابن القيم والعسقلاني وغيرهم وقد بينت ذلك بيانا شافيا في " الأحاديث الضعيفة :١٠٣٠" فأغنى عن الإعادة، ولو صحت هذه الجملة لكانت نصا على استحباب إطالة الغرة والتحجيل لا على إطالة العضد)

اعضائے وضو کو حد مقررہ سے زیادہ دھونے والے دوسری دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ "میری امت کے لوگ وضو کے نشانات کی وجہ سے قیامت کے دن سفید پیشانی اور سفید ہاتھ پاؤں والوں کی شکل میں بلائے جائیں گے"(صحیح البخاری:136۔ وصحیح مسلم:246[579]) یہ حدیث متفق علیہ ہے البتہ اس حدیث کے آخری الفاظ((فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يُطِيلَ غُرَّتَهُ فَلْيَفْعَلْ))"تو تم میں سے جو کوئی اپنی چمک بڑھانا چاہتا ہے تو وہ بڑھالے (یعنی وضو اچھی طرح کرے)" یہ الفاظ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے الفاظ ہیں یہ مرفوع حدیث کے الفاظ نہیں ہیں یہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے چنانچہ محدثین کی ایک جماعت نے اس بات کی گواہی بھی دی ہے ان میں امام منذری رحمۃ اللہ علیہ، امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ ، امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ شامل ہیں ان تمام نے ان الفاظ کو "مدرج" کہا ہے، میں (شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ) نے اس بات کی وضاحت (سلسلۃ

الاحادیث الضعیفۃ، نمبر:1030) میں بھی بڑی وضاحت بیان کی ہے لہذا اگر کوئی ایسی بات ہوتی تب بھی زینت کے بڑھانے میں اہتمام مقصود ہے نہ کہ بازو تک وضوء کو بڑھانے میں۔

(سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ للالبانی:1/509-506، حدیث نمبر:252، الناشر: مکتبۃ المعارف، الریاض)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا وضو میں ہاتھوں کو دھوتے وقت کہنیوں سے آگے بڑھ کر بغل کے نیچے کے حصے تک دھونا سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا اجتہادی عمل ہے لہذا سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ابوحازم رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے اس اجتہاد کی وجہ بھی بتادی اور ساتھ میں ابوحازم رحمۃ اللہ علیہ سے یہ بھی کہا:

((يَا بَنِي فَرُّوخَ، أَنْتُمْ هَاهُنَا، لَوْ عَلِمْتُ أَنَّكُمْ هَاهُنَا مَا تَوَضَّأْتُ هَذَا الْوُضُوءَ))

اے فروخ کی اولاد! تم یہاں موجود ہو اگر میں جانتا تم یہاں موجود ہو تو اس طرح وضو نہ کرتا۔(صحیح مسلم:250[586])

لہذا اگر یہ عمل مسنون ہوتا تو سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اس کو اس طرح سے چھپا کر نہیں کرتے اور نہ ہی اس عمل کی وجہ بتاتے چنانچہ افضلیت کے اعتبار سے وہی وضو صحیح ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے جو مختلف احادیث کی کتابوں میں نقل کیا گیا ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کو اپنانے کی توفیق عطاء فرمائے، آمین۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

((قَالَ الْقَاضِي وَإِنَّمَا أَرَادَ أَبُو هُرَيْرَةَ بِكَلَامِهِ هَذَا أَنَّهُ لَا يَنْبَغِي لِمَنْ يُقْتَدَى بِهِ إِذَا تَرَخَّصَ فِي أَمْرٍ لِضَرُورَةٍ أَوْ تَشَدَّدَ فِيهِ لِوَسْوَسَةٍ أَوْ لِاعْتِقَادِهِ فِي ذَلِكَ مَذْهَبًا شَذَّ بِهِ عَنِ النَّاسِ أَنْ يَفْعَلَهُ بِحَضْرَةِ الْعَامَّةِ

الْجَهَلَةِ لِئَلَّا يَتَرَخَّصُوا بِرُخْصَتِهِ لِغَيْرِ ضَرُورَةٍ أَوْ يعتقدوا أن مَا تَشَدَّدَ فِيهِ هُوَ الْفَرْضُ اللَّازِمُ هَذَا كلام القاضي وَاللّٰهُ أَعْلَمُ))

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا اس طرح کا عمل اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اور ان کا یہ بتانا مقصود ہو کہ جو انسان امام وپیشوا ہو اس شخص کو چاہئے کہ جب بھی کسی ضرورت سے رخصت پر عمل کرے یا کسی وسوسہ کی وجہ سے یا کسی اعقاد کی وجہ سے جس میں اسکی رائے شاذ ہو چیز پر عمل کرے تو اس بات کا خیال رکھے کہ وہ اس طرح سے عوام الناس کے سامنے عمل نہ کرے کیونکہ ہو سکتا ہے وہ اس کو بلا ضرورت رخصت سمجھ لیں اور اس پر عمل کرنے لگے یا اس تشدد کو لازم اور فرض قرار دے لیں یہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔(اللہ اعلم)

(شرح مسلم للنووی:3/140-141، کتاب الطهارة،"باب استحباب إطالة الغرة والتحجيل في الوضوء"،الناشر:داراحیاء التراث العربی،بیروت)

امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

((أَبِي الْحَسَنِ بْنِ بَطَّالٍ الْمَالِكِيِّ وَالْقَاضِي عِيَاضٍ، اتِّفَاقُ الْعُلَمَاءِ عَلَى أَنَّهُ لَا يُسْتَحَبُّ الزِّيَادَةُ فَوْقَ الْمِرْفَقِ وَالْكَعْبِ فَبَاطِلَةٌ))

امام ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ اور قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ علمائے کرام کا اس پر اجماع ہے کہ ہاتھوں کو کہنیوں سے اوپر دھونا اور پیروں کو ٹخنوں سے اوپر دھونا مستحب نہیں بلکہ ایسا کرنا باطل ہے۔

(نیل الاوطار للشوکانی:1/194،" أبواب صفة الوضوء فرضه وسننه - باب تحريك الخاتم وتخليل الأصابع ودلك ما يحتاج إلى دلك"الناشر:دارالحدیث،المصر)

ہاتھوں کو دھونے کی حد اور اس کا طریقہ ﴿وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ﴾ کی وضاحت

ہاتھوں کو دھونے کا طریقہ اور اس کی حد یہ ہے کہ دورانِ وضو ہاتھ دھوتے وقت ہاتھوں کے انگلیوں کے سروں سے لیکر کہنیوں تک دھونا چاہیئے اس سے نہ زیادہ کرنا چاہیئے اور نہ کم چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ﴾

(سورۃ المائدۃ، سورۃ نمبر 5، آیت نمبر:6)

"جب تم نماز کے لئے اٹھو تو اپنے منھ کو، اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھولو۔"

یہاں پر (إِلَى) کا معنی "ساتھ" یعنی (مع) مراد لیا جائے گا قرآنِ مجید میں ہمیں اس طرح کی بیشمار مثالیں مل جاتی ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے عیسی علیہ السلام کے بارے فرمایا:

﴿مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ﴾

(سورۃ آل عمران، سورۃ نمبر 3، آیت نمبر 52)

"(عیسی علیہ السلام نے کہا) کون ہیں جو اللہ کی طرف سے میرے مددگار ہیں۔"

لہذا یہاں پر (من أنصاري مع اللہ) کا معنی مراد لیا جائے گا یعنی کہ کون ہیں جو اللہ کے ساتھ میرے مددگار ہیں، اسی طرح ہود علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا تھا:

﴿يَزِدْكُمْ قُوَّةً إِلَى قُوَّتِكُمْ﴾

(سورۃ ہود، سورۃ نمبر 11، آیت نمبر:52)

"اور تمہیں تمہاری قوت کے ساتھ اور قوت زیادہ دے۔"

یہاں پر یہ آیت بھی دلالت کرتی ہے ﴿إِلَى قُوَّتِكُمْ﴾ بمعنی "مع قوتکم: تمھاری قوت کے ساتھ" لہذا یہاں پر بھی (إلی) بمعنی (مع) ہے اسی طرح ﴿وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ﴾ بمعنی (مع المرافق) یعنی کہ کہنیوں کے ساتھ کہنیوں سمیت ہاتھوں کو دھویا جائے گا اور اس آیت میں ﴿أَيْدِيَكُمْ﴾ کا لفظ ہے (ید) کا معنی پورا ہاتھ ہوتا ہے لیکن یہاں پر ﴿الْمَرَافِقِ﴾ کہہ کر

ہاتھ کی حد بندی کر دی گئی یعنی کہ صرف کہنیوں سمیت ہاتھ دھونے کا حکم دیا گیا چنانچہ جمہور علمائے کرام کہنیوں کے ساتھ ہاتھ دھونے کو واجب قرار دیتے ہیں۔





وضوء کی ترتیب - نمبر 5: سر کا مسح کرنا

سر کا مسح کرنا

کتاب اللہ سے دلیل:

قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ﴾

(سورۃ المائدۃ، سورۃ نمبر 5، آیت نمبر: 6)

"اور سروں کا مسح کرو۔"

سر کا مسح کرنے میں کسی کا بھی اختلاف نہیں البتہ سر کے کتنے حصے کا مسح کیا جائے اس میں دو موقف پائے جاتے ہیں:

1) پہلا موقف: پورے سر کا مکمل مسح۔
2) دوسرا موقف: سر کے کچھ حصہ کا مسح۔

(1) پورے سر کے مسح کے دلائل

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

((وَسُئِلَ مَالِكٌ أَيُجْزِئُ أَنْ يَمْسَحَ بَعْضَ الرَّأْسِ فَاحْتَجَّ بِحَدِيثِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ))

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ کیا کچھ حصہ سر کا مسح کرنا کافی ہے؟ تو انہوں نے دلیل میں عبد اللہ بن زید رحمۃ اللہ علیہ کی (یہ) حدیث پیش کی، یعنی پورے سر کا مسح کرنا چاہیے۔

پورے سر کے مسح کی پہلی دلیل

(حدیثِ عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ)

سیدنا عبد اللہ بن زید بن عاصم انصاری رضی اللہ عنہ جو عمرو بن یحییٰ کے دادا ہیں، سے پوچھا گیا کیا آپ مجھے دکھا

سکتے ہیں کہ رسول اللہ رضی اللہ عنہم نے کس طرح وضو کیا ہے؟ سیدنا عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہاں!

((فَدَعَا بِمَاءٍ، فَأَفْرَغَ عَلَى يَده فَغَسَلَ مَرَّتَيْنِ، ثُمَّ مَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ ثَلَاثًا، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا، ثُمَّ غَسَلَ يَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ، ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَهُ بِيَدَيْهِ فَأَقْبَلَ بِهِمَا وَأَدْبَرَ بَدَأَ بِمُقَدَّمِ رَأْسِهِ حَتَّى ذَهَبَ بِهِمَا إِلَى قَفَاهُ ثُمَّ رَدَّهُمَا إِلَى الْمَكَانِ الَّذِي بَدَأَ مِنْهُ، ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ))

پھر انہوں نے پانی کا برتن منگوایا پہلے پانی اپنے ہاتھوں پر ڈالا اور دو مرتبہ ہاتھ دھوئے، پھر تین مرتبہ کلی کی، تین بار ناک صاف کی، پھر تین دفعہ اپنا چہرہ دھویا، پھر کہنیوں تک اپنے دونوں ہاتھ دو دو مرتبہ دھوئے، پھر اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کا مسح کیا، اس طور پر اپنے ہاتھ (پہلے) آگے لائے پھر پیچھے لے گئے، (مسح) سر کے ابتدائی حصے سے شروع کیا، پھر دونوں ہاتھ گدی تک لے جا کر وہیں واپس لائے جہاں سے (مسح) شروع کیا تھا، پھر اپنے پیر دھوئے۔

(صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب: اس بارے میں کہ پورے سر کا مسح کرنا ضروری ہے، حدیث نمبر :185۔ و صحیح مسلم:235[555]۔ وسنن النسائی:87۔ وجامع الترمذی:32۔ وسنن ابو داود:118)

قرآنِ مجید میں ﴿وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ﴾ کے الفاظ ہیں سر کے پورے حصے کو (رُءُوس) کہا جاتا ہے چنانچہ قرآنِ مجید میں مطلقاً سر کے مسح کا حکم دیا گیا یعنی کہ مکمل سر کے مسح کا حکم دیا گیا ہے۔

پورے سر کے مسح کی دوسری دلیل:

(حدیث عبد اللہ بن زید مازنی رضی اللہ عنہ)

((نا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، نا إِسْحَاقُ بْنُ عِيسَى قَالَ: سَأَلْتُ مَالِكًا، عَنِ الرَّجُلِ مَسَحَ مُقَدَّمَ رَأْسِهِ فِي الْوُضُوءِ أَيُجْزِيهِ ذَلِكَ؟ فَقَالَ: حَدَّثَنِي

عَمْرُو بْنُ يَحْيَى بْنِ عُمَارَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ زَيْدٍ الْمَازِنِيّ قَالَ: «مَسَحَ رَسُولُ اللهِ صَلّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلّمَ رَأْسَهُ فِي وَضُوئِهِ مِنْ نَاصِيَتِهِ إِلَى قَفَاهُ، ثُمّ رَدّ يَدَيْهِ إِلَى نَاصِيَتِهِ وَمَسَحَ رَأْسَهُ كُلّهُ»))

اسحاق بن عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ اگر کوئی شخص صرف پیشانی کا مسح کرتا ہے تو کیا اس کے لئے یہ مسح کافی ہو جائے گا؟ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا مجھے عمرو بن یحیٰی بن عمارہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد سے اور انہوں نے سیدنا عبد اللہ بن زید مازنی رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور وضو میں سر کا مسح اس طرح کیا کہ پیشانی سے لیکر سر کی گدی تک مسح کیا پھر واپس اپنے دونوں ہاتھوں کو پیشانی تک لیکر آئے اور مکمل سر کا مسح فرمایا۔

(صحیح ابن خزیمہ ، کتاب الوضوء، " باب مسح جميع الرأس في الوضوء"حدیث نمبر :157، محقق: محمد مصطفیٰ الاعظمی نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے، الناشر: المکتب الاسلامی، بیروت۔ موطا امام مالک روایۃ یحیٰی، حدیث نمبر:31۔تخريج الحديث: «صحيح، وأخرجه البخاري فى «صحيحه» برقم:185،186،191،192،197،199،ومسلم فى «صحيحه» برقم: 235،236، وابن حبان فى «صحيحه» برقم:1077،1084،1093، والحاكم فى «مستدركه» برقم:651،والنسائي فى «المجتبىٰ» برقم:97،98،99،والنسائي فى «الكبرىٰ» برقم: 86، 104، 171، وأبو داود فى «سننه» برقم: 118، 120، والترمذي فى «جامعه» برقم:28،32،47،والدارمي فى «مسنده» برقم:721، 722، وابن ماجه فى «سننه» برقم:405،434،والبيهقي فى «سننه الكبير» برقم: 119،229،وأحمد فى «مسنده» برقم:16694،16701،والحميدي فى «مسنده» برقم: 421، وعبد الرزاق فى «مصنفه» برقم: 5، 138، وابن أبى شيبة فى «مصنفه» برقم:57، شركة الحروف نمبر:29،فواد عبدالباقي نمبر:2- كِتَابُ

الطَّهَارَةِ-ح:1»)

پورے سر کے مسح کی تیسری دلیل:

(حدیثِ ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا)

سیدہ ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

((أَنّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ عِنْدَهَا، فَمَسَحَ الرَّأْسَ كُلَّهُ مِنْ قَرْنِ الشَّعْرِ كُلِّ نَاحِيَةٍ لِمُنْصَبِّ الشَّعْرِ لَا يُحَرِّكُ الشَّعْرَ عَنْ هَيْئَتِهِ".))

"کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پاس وضو کیا، تو پورے سر کا مسح کیا، اوپر سے سر کا مسح شروع کرتے تھے اور ہر کونے میں نیچے تک بالوں کی روش پر ان کی اصل ہیئت کو حرکت دیے بغیر لے جاتے تھے۔"

(سنن ابو داود، کتاب الطہارۃ، باب: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا بیان، حدیث نمبر: 128، شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو "حسن" کہا ہے)

پورے سر کے مسح کی چوتھی دلیل:

(حدیثِ مقدام رضی اللہ عنہ)

سیدنا مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ، فَلَمَّا بَلَغَ مَسْحَ رَأْسِهِ وَضَعَ كَفَّيْهِ عَلَى مُقَدَّمِ رَأْسِهِ فَأَمَرَّهُمَا حَتَّى بَلَغَ الْقَفَا ثُمَّ رَدَّهُمَا إِلَى الْمَكَانِ الَّذِي بَدَأَ مِنْهُ"، قَالَ مَحْمُودٌ: قَالَ: أَخْبَرَنِي حَرِيزٌ.))

کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر کے مسح پر پہنچے تو اپنی دونوں ہتھیلیوں کو اپنے سر کے اگلے حصہ پر رکھا، پھر انہیں پھیرتے

ہوئے گدی تک پہنچے، پھر اپنے دونوں ہاتھ اسی جگہ واپس لے آئے جہاں سے مسح شروع کیا تھا۔

(سنن ابو داود، کتاب الطہارۃ، باب: نبی اکرم ﷺ کے وضو کا بیان، حدیث نمبر:122، شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو "صحیح" کہا ہے۔ وسنن ابن ماجہ:442)

پورے سر کے مسح کی پانچویں دلیل:

(حدیثِ ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا)

سیدہ ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

((رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ، قَالَتْ: فَمَسَحَ رَأْسَهُ وَمَسَحَ مَا أَقْبَلَ مِنْهُ وَمَا أَدْبَرَ وَصُدْغَيْهِ وَأُذُنَيْهِ مَرَّةً وَاحِدَةً))

کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو وضو کرتے ہوئے دیکھا، آپ ﷺ نے اپنے سر کے اگلے اور پچھلے حصے کا اور اپنی دونوں کنپٹیوں اور دونوں کانوں کا ایک بار مسح کیا۔

(سنن ابو داود، کتاب الطہارۃ، باب: نبی اکرم ﷺ کے وضو کا بیان، حدیث نمبر:129، شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو "حسن" کہا ہے۔ وجامع الترمذی:33۔ وسنن ابن ماجہ:390۔ ومسند الحمیدی:345)

(2) دوسرا موقف: سر کے کچھ حصہ کا مسح کافی ہے

(حدیثِ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ)

سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((وَمَسَحَ بِنَاصِيَتِهِ))

"اور (آپ ﷺ نے) پیشانی پر مسح کیا۔"

(صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب: پیشانی اور عمامہ پر مسح کرنا، حدیث نمبر:274[633]۔ وسنن النسائی:82[107])

اکثر علمائے کرام کا اس حدیث پر یہ موقف ہے کہ آپ ﷺ نے پیشانی پر اس وقت مسح فرمایا جب کہ آپ ﷺ نے عمامہ پہن رکھا تھا لہذا امام نووی نے صحیح مسلم پر اسی طرح باب قائم فرمایا ہے یعنی: "((بَابُ الْمَسْحِ عَلَى النَّاصِيَةِ وَالْعِمَامَةِ)) پیشانی اور عمامہ پر مسح کرنا" چنانچہ یہ حدیث عمامہ باندھنے کی حالت کی ہے۔

سر کے مسح کے بارے میں علمائے کرام کے اقوال

امام ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

((أَنَّ الْعُلَمَاءَ أَجْمَعُوا عَلَى أَنَّ غَسْلَ الْوَجْهِ وَالْيَدَيْنِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ وَالرِّجْلَيْنِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ وَمَسْحَ الرَّأْسِ فَرْضٌ))

اس بات پر علمائے کرام کا اجماع ہے کہ وضو میں چہرے کو دھونا اور ہاتھوں کو کہنیوں تک دھونا اور پاؤں کو ٹخنوں تک دھونا اور سر کا مسح کرنا فرض ہے۔

(التمہید لما فی الموطأ من المعانی والاسانید لابن عبد البر: 4/31، " زيد بن أسلم الحديث التاسع "، الناشر: وزارة عموم الاوقاف والشؤون الاسلامية، المغرب)

امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

((وَاتَّفَقُوا أَن مسح بعض الرَّأْس بِالْمَاءِ غير معين لذَلِك الْبَعْض فرض))

اس بات پر (علمائے کرام کا) اتفاق ہے پانی کے ساتھ سر کے بعض حصے کا مسح متعین نہیں اور سر کے بعض حصے کا مسح فرض ہے۔

((وَاتَّفَقُوا أَن من مسح جَمِيع رَأسه فَأقبل وَأدبر وَمسح أُذُنَيْهِ وَجَمِيع شعره فقد أدّى مَا عَلَيْهِ))

اور اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ جس نے اپنے پورے سر کا، آگے اور پیچھے کا مسح کیا اور اپنے کانوں اور بالوں کا مسح کیا تو گویا کہ اس کا فرض ادا ہو گیا۔

(مراتب الاجماع فی العبادات والمعاملات والاعتقادات لابن حزم، کتاب الطہارۃ، صفحہ:19، الناشر: دارالکتب العلمیۃ، بیروت)

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

((وَاخْتَلَفَ الْعُلَمَاءُ فِي تَقْدِيرِ مَسْحِهِ عَلَى أَحَدَ عَشَرَ قَوْلًا، ثَلَاثَةٌ لِأَبِي حَنِيفَةَ، وَقَوْلَانِ لِلشَّافِعِيِّ، وَسِتَّةُ أَقْوَالٍ لِعُلَمَائِنَا، وَالصَّحِيحُ مِنْهَا وَاحِدٌ وَهُوَ وُجُوبُ التَّعْمِيمِ لِمَا ذَكَرْنَاهُ. وَأَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلَى أَنَّ مَنْ مَسَحَ رَأْسَهُ كُلَّهُ فَقَدْ أَحْسَنَ وَفَعَلَ مَا يَلْزَمُهُ))

سر کے مسح کے مسئلے میں علمائے کرام کے گیارہ اقوال ملتے ہیں ان میں سے تین اقوال امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں اور دو قول امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں اور چھ اقوال ہمارے علمائے کرام کے ہیں ان تمام اقوال میں سے صحیح ترین قول یہ ہے کہ پورے سر کا مسح کیا جائے جیسا کہ ہم نے اس کا پہلے ہی ذکر کر دیا ہے لہذا پورے سر کے مسح پر علمائے کرام کا اجماع ہے اور یہ عمل بہتر ہے جس نے پورے سر کا مسح کیا تو اس نے اپنا فرض ادا کر دیا۔

(الجامع لاحکام القرآن للقرطبی (تفسیر قرطبی):6/87، الناشر: دارالکتب المصریۃ، القاہرۃ)

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

((وَاخْتَلَفُوا فِي الْقَدْرِ الْمَفْرُوضِ مِنَ الْمَسْحِ، فَذَهَبَ قَوْمٌ إِلَى أَنَّ مَسْحَ جَمِيعِ الرَّأْسِ فَرْضٌ، وَهُوَ قَوْلُ مَالِكٍ، وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ: يَجِبُ مَسْحُ رُبْعِ الرَّأْسِ، وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: يَجِبُ أَنْ يَمْسَحَ قَدْرَ مَا يَنْطَلِقُ عَلَيْهِ اسْمُ الْمَسْحِ، وَإِنْ قَلَّ، وَاحْتَجُّوا بِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَسَحَ

بِنَاصِيَتِهِ وَعَلَى عِمَامَتِهِ وَالْفَرْضُ إِنَّمَا يَسْقُطُ بِمَسْحِ النَّاصِيَةِ، فَثَبَتَ أَنَّ مَسْحَ جَمِيعِ الرَّأْسِ لَيْسَ بِوَاجِبٍ))

علمائے کرام کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ سر کے کتنے حصے کا مسح فرض ہے:

1) امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پورے سر کا مسح کرنا فرض ہے۔

2) امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سر کے ایک چوتھائی حصہ کا مسح کرنا فرض ہے۔

3) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سر کے اتنے حصے کا مسح کرنا فرض ہے جس کو مسح کہا جاسکے چاہے وہ ایک چوتھائی حصے سے بھی کم کیوں نہ ہو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشانی اور عمامہ پر مسح کیا چنانچہ پیشانی پر مسح کرنے سے فرض ساقط ہو گیا اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ پورے سر کا مسح کرنا فرض نہیں ہے۔

(شرح السنۃ للبغوی: 1/439، کتاب الطہارۃ، "باب مسح الرأس والأذنين" الناشر: المکتب الاسلامی، دمشق، بیروت)

نوٹ: عورت بھی مرد کی طرح مسح کرے پیشانی سے گدی تک چوٹی پر مسح کرنا ضروری نہیں[54]

---

[54] شیخ بن باز رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: مرد اور عورت کے لئے سر کا مسح کا حکم برابر ہے چوٹی پر مسح فرض نہیں

السؤال: تقول: عند القيام بفرض الوضوء، هل واجب على المرأة مسح جميع الرأس أم يكفي الناصية؟

الجواب: مثل الرجل تمسح جميع الرأس من مقدم الرأس إلى مؤخره، مؤخر الرأس المنبت، أما العمائل الأطراف ما نزل من الضفائر لا يُمسح، ما يجب مسحه، لكن تمسح المرأة كالرجل منبت الشعر من مقدم الرأس إلى آخر الرأس. والرقبة وما بعدها والعمائل ليس لها، الظفائر لا تُمسح، لا يجب مسحها، إنما هو منبت الشعر من مقدم الرأس إلى مؤخر الرأس، تمسح عليه

سر کا مسح کرنے کا طریقہ

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

سر کے مسح کا طریقہ بیان کرتے ہوئے امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

((ظَاهِرُ الْقُرْآنِ يُوجِبُ مَسْحَ جَمِيعِ الرَّأْسِ، وَالسُّنَّةُ خَصَّتْهُ بِمَسْحِ قَدْرِ النَّاصِيَةِ، وَلا يَسْقُطُ الْفَرْضُ عَنْهُ بِأَقَلّ مِنْ قَدْرِ النَّاصِيَةِ وَالسُّنَّةُ أَنْ يَمْسَحَ جَمِيعَ الرَّأْسِ، وَيَبْدَأَ بِمُقَدّمِ رَأْسِهِ، وَيَذْهَبَ إِلَى مُؤَخّرِهِ، ثُمّ يَرُدّ إِلَى مُقَدّمِهِ))

قرآنِ مجید کا ظاہری معنی تو یہ ہے کہ پورے سر کا مسح کرنا فرض ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت نے اس فرض کی مقدار کو پیشانی کے ساتھ مخصوص کر دیا لہذا پیشانی کی مقدار سے کم مسح کرنے سے مسح کی فرضیت ساقط نہیں ہوتی اور سنت تو یہ ہے کہ پورے سر کا مسح کیا جائے سر کے آگے کے حصے سے مسح شروع کرکے سر کے پچھلے حصے کی جانب ہاتھوں کو لے کر جائے اور پھر واپس سر کے آگے کے حصے کی طرف لے کر آئے۔

((وَقَالَ وَكِيعُ بْنُ الْجَرّاحِ: يَبْدَأُ بِمُؤَخّرِ رَأْسِهِ، وَيَأْتِي إِلَى مُقَدّمِهِ، وَهُوَ قَوْلُ بَعْضِ أَهْلِ الْكُوفَةِ، وَالأَوّلُ أَصَحُّ فِي الأَثَرِ))

امام وکیع بن الجراح رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ مسح سر کے پچھلے حصے کی جانب سے شروع کیا جائے اور اس کے بعد مسح کرتے ہوئے سر کے اگلے حصے کی طرف آئیں، کوفہ کے بعض لوگ یہی کہتے ہیں، لیکن پہلا قول ہی صحیح (یعنی کہ سر کا مسح سر کے اگلے حصے سے شروع کیا جائے)۔

(شرح السنۃ للبغوی:1/440، کتاب الطہارۃ، "باب مسح الرأس والأذنين" الناشر: المکتب الاسلامی، دمشق، بیروت)

ويمسح الرجل . نعم .

صفی الرحمٰن مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مسح کا آغاز سر کے اگلے حصے سے کرنا چاہئیے، ائمہ اربعہ کے علاوہ اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ کی بھی یہی رائے ہے، لیکن ترمذی میں منقول ایک روایت (جسے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حسن کہا ہے) سے معلوم ہوتا ہے کہ سر کے مسح کا آغاز پچھلے حصے سے کرنا بھی جائز ہے، اس بنا پر بعض اہل کوفہ کا یہی مذہب ہے، وکیع بن جراح رحمۃ اللہ علیہ بھی انہی لوگوں میں سے ہیں، مگر یہ روایت حسن نہیں، اس کا راوی عبداللہ بن محمد بن عقیل "متكلم فيه" ہے، محدثین کی ایک جماعت نے اس پر حافظے کی وجہ سے جرح کی ہے، لہٰذا مسح کا پہلا طریقہ ہی صحیح ہے۔

(شرح بلوغ المرام، تحت حدیث:32)

سر کا مسح کتنے بار کرنا چاہئے؟

سر کا مسح ایک بار کرنے والی حدیث:

عمرو بن عبداللہ ابو حیہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں:

((رَأَيْتُ عَلِيًّا تَوَضَّأَ فَغَسَلَ كَفَّيْهِ حَتَّى أَنْقَاهُمَا ثُمَّ مَضْمَضَ ثَلَاثًا ، وَاسْتَنْشَقَ ثَلَاثًا ، وَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا ، وَذِرَاعَيْهِ ثَلَاثًا ، وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ مَرَّةً ، ثُمَّ غَسَلَ قَدَمَيْهِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ ، ثُمَّ قَامَ فَأَخَذَ فَضْلَ طَهُورِهِ فَشَرِبَهُ وَهُوَ قَائِمٌ، ثُمَّ قَالَ: أَحْبَبْتُ أَنْ أُرِيَكُمْ كَيْفَ كَانَ طُهُورُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ))

کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے وضو کیا تو اپنے دونوں پہنچے دھوئے یہاں تک کہ انہیں خوب صاف کیا، پھر تین بار کلی کی، تین بار ناک میں پانی چڑھایا، تین بار اپنا چہرہ دھویا اور ایک بار اپنے سر کا مسح کیا، پھر اپنے دونوں پاؤں ٹخنوں تک دھوئے، پھر کھڑے ہوئے اور وضو سے بچے ہوئے پانی کو کھڑے کھڑے پی لیا، پھر کہا: میں نے تمہیں دکھانا چاہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو کیسے ہوتا تھا۔

قَالَ أَبُو عِيسَى: وَفِي الْبَاب عَنْ عُثْمَانَ، وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، وَالرُّبَيِّعِ، وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ أُنَيْسٍ، وَعَائِشَةَ رِضْوَانُ اللَّهِ عَلَيْهِمْ.

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اس باب میں عثمان، عبد اللہ بن زید، ابن عباس، عبد اللہ بن عمرو، ربیع، عبد اللہ بن انیس اور عائشہ رضوان اللہ علیہم سے بھی احادیث آئی ہیں۔

(جامع الترمذی، کتاب الطهارة، باب: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو کیسا تھا؟، حدیث نمبر: 48، شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ وسنن ابو داود: 111۔ وسنن النسائی: 93۔ وسنن ابن ماجہ: 436)

سر کا مسح دو بار کرنے والی روایت

((أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَنْصُورٍ، قال: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ الَّذِي أُرِيَ النِّدَاءَ، قال: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" تَوَضَّأَ فَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا وَيَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ وَغَسَلَ رِجْلَيْهِ مَرَّتَيْنِ وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ مَرَّتَيْنِ))

سیدنا عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ (جنہیں خواب میں کلمات اذان بتلائے گئے تھے) کہتے ہیں: کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا، تو اپنا چہرہ تین بار اور اپنے دونوں ہاتھ دو بار دھوئے، اور اپنے دونوں پاؤں دو بار دھوئے، اور دو بار اپنے سر کا مسح کیا۔

(سنن النسائی، کتاب صفة الوضوء، 82. باب: سر کا مسح کتنی بار کیا جائے؟، حدیث نمبر: 99، شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو "شاذ" کہا ہے)

عبد اللہ بن زید نام کے دو صحابی ہیں اس روایت کو بیان کرنے والے صحابی عبد اللہ بن زید بن عاصم رضی اللہ عنہ ہیں اور یہاں پر سفیان ابن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ سے یہ غلطی ہوئی ہے کہ وہ کہہ رہے ہیں کہ یہ عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ وہ صحابی ہیں جنہیں خواب میں اذان دکھلائی گئی حالانکہ جس صحابی کو خواب میں

اذان دکھلائی گئی ان کا نام "عبد اللہ بن زید بن عبد ربہ رضی اللہ عنہ" ہے اس بات کی وضاحت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں کی ہے اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کو اپنی سنن میں ذکر کیا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

((كَانَ ابْنُ عُيَيْنَةَ يَقُولُ: هُوَ صَاحِبُ الْأَذَانِ وَلَكِنَّهُ، وَهْمٌ لِأَنَّ هَذَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ زَيْدِ بْنِ عَاصِمٍ الْمَازِنِيُّ مَازِنُ الْأَنْصَارِ))

کہ ابن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے تھے کہ (حدیث کے راوی عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ) وہی ہیں جنہوں نے اذان خواب میں دیکھی تھی لیکن یہ ان کا سہو ہے کیونکہ یہ عبد اللہ ابن زید بن عاصم مازنی رضی اللہ عنہ ہیں جو انصار کے قبیلہ مازن سے تھے۔

(صحیح البخاری، کتاب الاستسقاء، باب: استسقاء میں چادر الٹنا، تحت حدیث: 1012)

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

((قَالَ أَبُو عَبْد الرَّحْمَنِ: هَذَا غَلَطٌ مِنَ ابْنِ عُيَيْنَةَ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ زَيْدٍ الَّذِي أُرِيَ النِّدَاءَ هُوَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ زَيْدِ بْنِ عَبْدِ رَبِّهِ، وَهَذَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ زَيْدِ بْنِ عَاصِمٍ))

یہ ابن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ کا سہو ہے عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ جنہیں خواب میں اذان دکھائی گئی تھی وہ عبد اللہ بن زید بن عبد ربہ رضی اللہ عنہ ہیں، اور یہ جو استسقا کی حدیث روایت کر رہے ہیں عبد اللہ بن زید بن عاصم مازنی ہیں۔

(سنن النسائی، کتاب الاستسقاء، باب: امام کا استسقاء کے لیے عید گاہ جانے کا بیان، تحت حدیث نمبر 1506:)

عبد العزیز بن عبد اللہ الراجحی حفظہ اللہ کا قول:

اس روایت کے بارے میں عبد العزیز بن عبد اللہ الراجحی حفظہ اللہ کہتے ہیں:

((وقوله: (مرتين) معناه: أنه اعتبر الذهاب من مقدم الرأس مرة والرجوع مرة، وهذا ليس بمرتين، وإنما مرة واحدة))

دو بار سے مراد پیچھے سے آگے لانا، اور آگے سے پیچھے لے جانا ہے، یہ فی الواقع ایک ہی مسح ہے، راوی نے اس کی ظاہری شکل دیکھ کر اس کی تعبیر (مرتین - دو بار) سے کر دی ہے حالانکہ یہ ایک دفعہ ہی ہے۔

((قوله: [الذي أري النداء] قالوا: هذا خطأ؛ لأن راوي حديث الوضوء هو عبد الله بن زيد بن عاصم المازني، وراوي الأذان هو عبد الله بن زيد بن عبد ربه))

(الذي أري النداء) یہ راوی کی غلطی ہے، اس لیے کہ وضو والی حدیث کے راوی عبد اللہ بن زید بن عاصم مازنی رضی اللہ عنہ ہیں، اور اذان والی حدیث کے راوی عبد اللہ بن زید بن عبد ربہ رضی اللہ عنہ ہیں، اس لیے اس سند میں زید بن عاصم مازنی رضی اللہ عنہ مراد ہیں۔

(شرح سنن النسائی للراجحی:6/17، "عدد مرات مسح الرأس شرح حديث عبد الله بن زيد في مسح الرأس مرتين")

سر کا مسح تین بار کرنے والی روایت

(حدیثِ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ)

ابو وائل شقیق بن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں

((رَأَيْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ،" غَسَلَ ذِرَاعَيْهِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا وَمَسَحَ رَأْسَهُ ثَلَاثًا، ثُمَّ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَ هَذَا"، قَالَ أَبُو دَاوُد: رَوَاهُ وَكِيعٌ، عَنْ إِسْرَائِيلَ، قَالَ: تَوَضَّأَ ثَلَاثًا فَقَطْ.))

کہ میں نے سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے وضو میں اپنے دونوں ہاتھ تین تین بار دھوئے اور تین بار سر کا مسح کیا پھر کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا۔ ابو داؤد کہتے ہیں: وکیع (وکیع بن جراح رحمۃ اللہ علیہ) نے اسے اسرائیل سے روایت کیا ہے اس میں صرف "تَوَضَّأَ ثَلَاثًا" ہے۔

(سنن ابوداو، کتاب الطہارۃ، باب: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا بیان، حدیث نمبر: 110، شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو "حسن صحیح" کہا ہے)

- اس حدیث میں تین دفعہ سر کا مسح کرنے کا ذکر ہے اور اس حدیث کو شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے "حسن" کہا ہے لہذا تین دفعہ سر کا مسح کرنا بھی جائز ہے۔
- بعض اہل علم نے کہا کہ یہ حدیث سنداً گو حسن صحیح ہے لیکن معناً شاذ ہے۔

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

((اخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي التَّكْرَارِ فِي مَسْحِ الرَّأْسِ ثَلاثًا هَلْ هُوَ سُنَّةٌ أَمْ لَا ؟ فَذَهَبَ أَكْثَرُهُمْ إِلَى أَنَّهُ يَمْسَحُ مَرَّةً وَاحِدَةً، وَهُوَ قَوْلُ الْحَكَمِ، وَحَمَّادٍ، وَالْحَسَنِ، وَبِهِ قَالَ مَالِكٌ، وَسُفْيَانُ، وَابْنُ الْمُبَارَكِ، وَأَبُو حَنِيفَةَ، وَأَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ))

علمائے کرام کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ سر کا مسح کتنے بار کرنا سنت ہے:

1) پہلا موقف یہ ہے کہ سر کا مسح ایک بار ہی کرنا چاہئے حکم رحمۃ اللہ علیہ، حماد رحمۃ اللہ علیہ اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا یہی قول ہے کہ سر کا مسح ایک بار ہے اور اسی طرح امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، سفیان رحمۃ اللہ علیہ، عبد اللہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ، ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور اسحاق ابن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ اسی کے قائل ہیں۔

2) اس مسئلے میں دوسرا موقف امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے وہ کہتے ہیں کہ سر کا مسح تین دفعہ الگ الگ پانی لیکر کرنا سنت ہے عطاء ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی کے قائل ہیں۔

امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

((وَالْإِنْصَافُ أَنَّ أَحَادِيثَ الثَّلَاثِ لَمْ تَبْلُغْ إِلَى دَرَجَةِ الِاعْتِبَارِ حَتَّى يَلْزَمَ التَّمَسُّكُ بِهَا لِمَا فِيهَا مِنْ الزِّيَادَةِ، فَالْوُقُوف عَلَى مَا صَحَّ مِنْ الْأَحَادِيثِ الثَّابِتَةِ فِي الصَّحِيحَيْنِ وَغَيْرِهِمَا مِنْ حَدِيثِ عُثْمَانَ وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ وَغَيْرِهِمَا هُوَ))

(نیل الاوطار للشوکانی:1/201،"أبواب صفة الوضوء فرضه وسننه-باب هل يسن تكرار مسح الرأس أم لا"،الناشر:دارالحدیث،مصر)

یعنی انصاف کا تقاضہ یہ ہے کہ جن احادیث میں تین مرتبہ سر کا مسح کا ذکر بیان ہوا ہے وہ احادیث درجہ کے اعتبار سے صحیحین کے مقام تک نہیں پہنچتی اور صحیحین میں سر کا مسح کا ایک دفعہ کرنے کا ذکر ہی موجود ہے لہذا جن احادیث میں ایک مرتبہ سے زیادہ کا ذکر ہے اس پر عمل کرنا ضروری نہیں ہے چنانچہ جو احادیث درجہ کے اعتبار سے اعلی ہیں ان سے تمسک اختیار کرنا لازم ہے صحیحین میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبد اللہ بن زید بن عاصم رضی اللہ عنہ کی احادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ سر کا مسح صرف ایک مرتبہ ہی ہے۔

شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

((بلى قد صح من حديث عثمان رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم مسح رأسه ثلاثا أخرجه أبو داود بسندين حسنين وله إسناد ثالث حسن أيضا وقد تكلمت على هذه الأسانيد بشيء من التفصيل في "صحيح أبي داود" رقم ٩٥ ٩٨ وقد قال الحافظ في "الفتح وقد روى أبو داود من وجهين صحح أحدهما ابن خزيمة وغيره في حديث عثمان تثليث مسح الرأس والزيادة من الثقة مقبولة". وذكر في "التلخيص" أن ابن الجوزي مال في "كشف

المشكل" إلى تصحيح التكرير قلت: وهو الحق لأن رواية المرة الواحدة وإن كثرت لا تعارض رواية التثليث إذ الكلام في أنه سنة ومن شأنها أن تفعل أحيانا وتترك أحيانا وهو اختيار الصنعاني في "سبل السلام" فراجعه إن شئت. قوله تحت رقم ١٠ -: أن النبي صلى الله عليه وسلم أتي بثلث مد فتوضأ. . . . رواه ابن خزيمة. قلت: الحديث في "بلوغ المرام" وغيره برواية ابن خزيمة بلفظ: "ثلثي" على التثنية وكذلك هو))

یعنی کہ وضو میں سر کا مسح ایک سے زائد مرتبہ کرنا کیوں صحیح ہے اس بارے میں تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی صحیح حدیث موجود ہے اس حدیث میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ سر کا مسح فرمایا، امام ابو داود رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو دو سندوں کے ساتھ ذکر کیا ہے اور یہ احادیث حسن درجہ کی ہیں اور اس حدیث کی تیسری سند بھی حسن درجہ کی ہے میں نے صحیح ابو داود: 95-98 میں ان روایات کی سندوں پر تفصیل کے ساتھ کام کیا ہے۔

امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے "فتح الباری" میں کہا ہے کہ امام ابو داود رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو دو الگ الگ سندوں سے نقل کیا ہے ان میں سے ایک سند کو امام ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی حدیث جس میں تین مرتبہ سر کا مسح کا ذکر ہے اس کو صحیح قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ ثقہ کی زیادتی مقبول ہوتی ہے اور "التلخیص" میں یہ نقل کیا گیا ہے کہ امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے "کشف المشکل" میں ایک سے زیادہ سر کے مسح کو صحیح کہا ہے۔

میں (شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ) یہ کہتا ہوں کہ یہ بات حق ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ سر کا مسح کرنے کی روایات بہت زیادہ ہیں لیکن وہ تین مرتبہ والی احادیث کی معارض نہیں ہیں کیونکہ اس میں سر کے مسح کو تین بار کرنے کو سنت کہا گیا ہے اور سنت اس عمل کو کہتے ہیں جس کو کبھی کیا جائے اور کبھی چھوڑ دیا جائے امام صنعانی رحمۃ اللہ علیہ نے "سبل السلام" میں اسی

کو اختیار کیا ہے اگر آپ چاہیں تو اس کی تحقیق کر سکتے ہیں اور مراجعہ کر سکتے ہیں۔

(تمام المنة فی التعلیق علی فقه السنة للالبانی، صفحہ: 91، "و من سنن الوضوء" الناشر: دار الرایة)

کانوں کا مسح

(حدیثِ مقدام رضی اللہ عنہ)

عبد الرحمٰن بن میسرہ حضرمی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے مقدام بن معد یکرب کندی رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے:

((أُتِيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَضُوءٍ فَتَوَضَّأَ، فَغَسَلَ كَفَّيْهِ ثَلَاثًا، ثُمَّ تَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ ثَلَاثًا، وَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا، ثُمَّ غَسَلَ ذِرَاعَيْهِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا، ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ وَأُذُنَيْهِ ظَاهِرِهِمَا وَبَاطِنِهِمَا))

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وضو کا پانی لایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا، اپنے دونوں پہونچے تین بار دھلے، پھر کلی کی اور تین بار ناک میں پانی ڈالا اور اپنا چہرہ تین بار دھویا، پھر دونوں ہاتھ (کہنیوں تک) تین تین بار دھلے، پھر اپنے سر کا اور اپنے دونوں کانوں کے باہر اور اندر کا مسح کیا۔

(سنن ابو داود، کتاب الطہارۃ، باب: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا بیان، حدیث نمبر: 121، شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے)

کانوں کے مسح کے بارے میں پائے جانے والے پانچ اقوال:

دونوں کان سر کا حصہ کہلاتے ہیں لہذا ان کا مسح کرنا بھی لازم ہے اس بارے میں پانچ اقوال ہیں:

((وَذَهَبَ أَكْثَرُ أَهْلِ الْعِلْمِ إِلَى أَنَّهُمَا مِنَ الرَّأْسِ يُمْسَحَانِ مَعَهُ، وَبِهِ قَالَ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ، وَعَطَاءٌ، وَحَسَنٌ، وَابْنُ سِيرِينَ، وَسَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ، وَالنَّخَعِيُّ، وَهُوَ قَوْلُ الثَّوْرِيِّ، وَابْنُ الْمُبَارَكِ، وَمَالِكٌ، وَأَصْحَابُ الرَّأْيِ، وَأَحْمَدُ،

وَإِسْحَاقُ))

1) (پہلا قول)اکثر اہل علم یہ کہتے ہیں کہ سر کے ساتھ ہی کانوں کا مسح کیا جائے گا کیونکہ کان سر کا حصہ ہیں ان میں سعید ابن المسیب رحمۃ اللہ علیہ، عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ، حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ، محمد ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ ،سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ ،ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ قابلِ ذکر ہیں اور سفیان الثوری رحمۃ اللہ علیہ، عبد اللہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ، امام اسحاق ابن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ اور اصحاب الرائے کا بھی یہی قول ہے۔

((وَقَالَ الزُّهْرِيُّ: هُمَا مِنَ الْوَجْهِ يُمْسَحَانِ مَعَهُ))

2) (دوسرا قول)امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ کانوں کا پچھلی جانب کا حصہ سر میں شامل ہے اور کانوں کی اگلی جانب کا حصہ چہرے میں شامل ہے۔

((وَقَالَ الشَّعْبِيُّ: ظَاهِرُهُمَا مِنَ الرَّأْسِ وَبَاطِنُهُمَا مِنَ الْوَجْهِ))

3) (تیسرا قول)اور امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ کانوں کا باہری حصہ سر کا حصہ ہے اور کانوں کا اندرونی حصہ چہرے کا حصہ کہلاتا ہے

((وَقَالَ حَمَّادٌ: يُغْسَلُ ظَاهِرُهُمَا وَبَاطِنُهُمَا يُرْوَى ذَلِكَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، وَالنَّخَعِيِّ))

4) (چوتھا قول)حماد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ کانوں کو دونوں طرف سے یعنی کہ اندر باہر کی طرف سے دھویا جائے گا نیز سعید ابن جبیر رحمۃ اللہ علیہ اور ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی یہی منقول ہے۔

((وَقَالَ إِسْحَاقُ: أَخْتَارُ أَنْ يُمْسَحَ مُقَدَّمُهُمَا مَعَ وَجْهِهِ، وَمُؤَخَّرُهُمَا مَعَ رَأْسِهِ))

5) (پانچواں قول)اسحاق ابن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ وہ کہتے ہیں کانوں کی اگلی جانب کا حصہ چہرہ دھوتے وقت مسح کیئے جائیں گے اور کانوں کی پچھلی جانب کا حصہ سر کے مسح کے ساتھ مسح کیا جائے گا۔

(شرح السنۃ للبغوی: 1 / 441، کتاب الطہارۃ، "باب مسح الرأس والأذنین" الناشر: المکتب الاسلامی، دمشق، بیروت)

کانوں کا مسح کرنے کا طریقہ

سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اور اس نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! وضو کس طرح کیا جائے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک برتن میں پانی منگوایا:

((فَغَسَلَ كَفَّيْهِ ثَلَاثًا، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا، ثُمَّ غَسَلَ ذِرَاعَيْهِ ثَلَاثًا، ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ فَأَدْخَلَ إِصْبَعَيْهِ السَّبَّاحَتَيْنِ فِي أُذُنَيْهِ وَمَسَحَ بِإِبْهَامَيْهِ عَلَى ظَاهِرِ أُذُنَيْهِ بَاطِنَ أُذُنَيْهِ، ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ: هَكَذَا الْوُضُوءُ، فَمَنْ زَادَ عَلَى هَذَا أَوْ نَقَصَ، فَقَدْ أَسَاءَ وَظَلَمَ، أَوْ ظَلَمَ وَأَسَاءَ))

اور اپنے دونوں پہونچوں کو تین بار دھویا، پھر چہرہ تین بار دھویا، پھر دونوں ہاتھ تین بار دھلے، پھر سر کا مسح کیا، اور شہادت کی دونوں انگلیوں کو اپنے دونوں کانوں میں داخل کیا، اور اپنے دونوں انگوٹھوں سے اپنے دونوں کانوں کے اوپری حصہ کا مسح کیا اور شہادت کی دونوں انگلیوں سے اپنے دونوں کانوں کے اندرونی حصہ کا مسح کیا، پھر اپنے دونوں پاؤں تین تین بار دھلے، پھر فرمایا: ”وضو (کا طریقہ) اسی طرح ہے جس شخص نے اس پر زیادتی یا کمی کی اس نے برا کیا، اور ظلم کیا“، یا فرمایا: ”ظلم کیا اور برا کیا"۔

(سنن ابو داود، کتاب باب: وضو میں اعضاء کو تین تین بار دھونے کا بیان، حدیث نمبر :135، شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے)

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ کانوں کے مسح کا طریقہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

((وَمَسْحُ الأُذُنَيْنِ سُنَّةٌ ظَاهِرُهُمَا وَبَاطِنُهُمَا، يُدِيرُ الْمُسَبِّحَتَيْنِ فِي بَاطِنِهِمَا، وَيُمِرُّ الإِبْهَامَيْنِ عَلَى ظَاهِرِهِمَا))

کانوں کے اندر اور باہر مسح کرنا سنت سے ثابت ہے شہادت کی انگلیوں سے کانوں کے اندر مسح کیا جائے اور دونوں انگوٹھوں سے کانوں کے باہری حصے کا مسح کیا جائے۔

(شرح السنۃ للبغوی:1/440، کتاب الطہارۃ، "باب مسح الرأس والأذنين" الناشر: المکتب الاسلامی، دمشق، بیروت)

تر ہاتھوں سے سر اور کانوں کا مسح کرنا یا نئے پانی سے مسح کرنا؟

جمہور علمائے کرام یہ کہتے ہیں کہ پہلے ہی سے تر ہاتھوں سے سر اور کانوں کا مسح کرنا کافی ہے[55] الگ سے نیا

[55] ایک ہی پانی سے سر کے ساتھ کانوں کا مسح کرنا سنت ہے اور یہ حنفیّۃ(1) اور ایک روایت کے مطابق، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (2) کا مذہب ہے اور یہی ثوري رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور سلف کی ایک جماعت سے یہی مروی ہے اور اسی کو ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ (4)، ابن قیّم(5)، صنعانی رحمۃ اللہ علیہ (6)، ابن باز رحمۃ اللہ علیہ (7)، شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ (8) اور ابن عثیمین رحمۃ اللہ علیہ (9) نے اختیار کیا ہے۔

(1) ۔علامہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "المبسوط" (1/62-63)، نیز ملاحظہ فرمائیں: کاساني کی کتاب "بدائع الصنائع" (1/23).

(2) ۔مرداوي کی کتاب "الإنصاف" (1/105)۔

(3) ۔امام ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: (امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب اور ثوري فرماتے ہیں کہ: کانوں کا سر کے ساتھ ایک ہی پانی سے مسح کیا جائے گا اور سلف صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت سے بھی اس جیسا قول منقول ہے)۔ "الاستذکار" (1/199)۔

(4) ۔امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: (کانوں کے مسح کے لئے نیا پانی لینا مسنون نہیں ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے مروی دو میں سے یہی صحیح ترین روایت ہے اور یہی امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا قول ہے۔ "الفتاوی الکبری" (5/303)۔ نیز فرمایا: (نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیحین وغیرهما میں مذکور دیگر سندوں سے ثابت شدہ وضوء میں کانوں کے لئے نیا پانی لینے کا ذکر موجود نہیں ہے)۔ "مجموع الفتاوی" (1/279)۔

(5) ۔امام ابن قیم رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:(نبی صلی اللہ علیہ وسلم سر کے ساتھ اپنے دونوں کانوں کے بیرونی اور بالائی دونوں حصوں کا مسح کیا کرتے تھے)۔"زاد المعاد"(1/194،195)۔

(6) ۔امام صنعانی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:(بیہقیؒ میں سیدنا عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی حدیث کہ:-

((عن عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ رَأَى رَسُول اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ، فَأَخَذَ لأُذُنَيْهِ مَاءً خِلاَفَ الْمَاءِ الَّذِي مَسَحَ بِهِ رَأْسَهُ))

سیدنا عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وضوء فرماتے ہوئے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر کے مسح کے علاوہ پانی کانوں کے لئے لیا۔

اس حدیث بیہقی رحمۃ اللہ نے "السنن الکبری"(308) میں اور حاکم نے "المستدرک":538 میں سیدنا عبد اللہ بنِ زیدِ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، اس حدیث کے شذوذ کو جاننے کے لئے ملاحظہ فرمائیں:"السلسلة الصحيحة"(1/905)اور "السلسلة الضعيفة"(2/424)، نیز ملاحظہ فرمائیں:"الشرح الممتع"از ابن عثیمین، صفحہ یا نمبر:1/178، ابن عثیمین رحمۃ اللہ نے اس حدیث کو شاذ قرار دیتے ہوئے ضعیف کہا۔ ملاحظہ فرمائیں

یہ امام احمد رحمۃ اللہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ کی دلیل ہے کہ کانوں کے لئے نیا پانی لیا جائے گا اور یہ واضح دلیل ہے۔ اور وہ احادیث جو گزری ہیں، ان میں زیادہ سے زیادہ یہ بات ہے کہ کسی سے یہ منقول نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نیا پانی لیا اور کسی چیز کا ذکر نہ ہونا اس فعل کے نہ ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتی، تاہم رواۃ صحابہ کا یہ قول کہ:"نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر اور دونوں کانوں کا مسح ایک مرتبہ ہی فرمایا" سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ایک ہی پانی سے ہوا۔ اور حدیث" الأذنان من الرَّأس،یعنی کان، سر ہی کا حصہ ہیں"کی اسانید کی صحت اور ضعف کے تئیں گرچہ اقوال پائے جاتے ہیں لیکن اس کے اسانید کی کثرت ایک دوسرے کو مضبوط و قوی بنا دیتی ہے اور اس کی وہ احادیث بھی شواہد ہیں جس میں کانوں کو سر کے ساتھ ایک مرتبہ مسح کرنے کا ذکر موجود ہے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما، سیدنا ربیع رضی اللہ عنہا، اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ(رضی اللہ عنھم اجمعین)سے وہ احادیث بکثرت مروی ہیں، یہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس بات پر متفق ہیں کہ کانوں کا سر کے ساتھ ایک ہی مرتبہ مسح کیا جائے گا یعنی ایک ہی پانی سے جیسا کہ لفظ "مرّۃ" سے ظاہر ہے کیونکہ اگر یہ کہا جائے کہ کانوں کے لئے نیا پانی لیا جاتا تھا تو یہ کہنا درست نہ ہوتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر اور دونوں کانوں کا مسح ایک مرتبہ ہی کیا، گرچہ یہ احتمال بھی ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کانوں کے مسح کی تکرار نہیں فرمائی اور کانوں کے لئے نیا پانی لیا لیکن یہ دور کی کوڑی ہے اور حدیث" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر کے مسح کے علاوہ پانی کانوں کے لئے لیا" کی زیادہ سے زیادہ یہ تاویل کی جا سکتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں کانوں کے مسح لئے مناسب تری باقی نہ رہی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کانوں کے لئے نیا پانی لیا)۔"سبل السلام" (1/49)۔

پانی لیکر سر اور کانوں کا مسح کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

❖ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ کانوں کے مسح کے لئے نیا پانی لیا جائے گا۔

جمہور علمائے کرام کے قول کی دلیل:[56]

---

(7) ۔ابن باز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:(درست بات یہ ہے کہ :یہ ایک وقت سر اور کانوں کا مسح نئے پانی سے کیا جائے اور کانوں کے لئے علحدہ نیا پانی نہ لیا جائے)۔"اختيارات الشيخ ابن باز الفقهية"(146/1)۔

(8) ۔ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:(وہ احادیث جن میں سر اور کانوں کے مسح کا ذکر وارد ہے،ان میں کسی راوی نے یہ بات ذکر نہیں کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نیا پانی لیا ہے اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا فرماتے تو ضرور نقل کیا جاتا اور اس موقف کی تائید نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان" الأُذنانِ مِن الرَّأس ،دونوں کان،سر کا حصہ ہیں"سے ہوتی ہے"۔)" سلسلة الأحاديث الضعيفة"(424/2)۔

(9) ۔ابن عثیمین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:(درست موقف یہ ہے کہ :کانوں کے لئے نیا پانی لینا مسنون عمل نہیں)۔"الشرح الممتع"(178/1)۔نیز فرمایا:(کانوں کے لئے نیا پانی لینا لازم نہیں ہے بلکہ صحیح قول کے مطابق نہ ہی مستحب ہے؛کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وضوء کا طریقہ ذکر کرنے والوں میں سے کسی نے یہ ذکر نہیں کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کانوں کے لئے نیا پانی لیا کرتے تھے،اس لئے افضل یہی ہے کہ سر کے مسح سے بچنے والی پانی کی تری ہی سے کانوں کا مسح کیا جائے)۔"مجموع فتاوی ورسائل العثیمین"(141/11)۔

[56] دلائل:

اول:سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دلیل

عَنِ ابنِ عبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عنهما: ((رأيتُ النبيَّ صلَّى الله عليه وسلَّم توضَّأَ، وفيه: وغَرَف غَرفةً فمسَحَ رأسَه وباطِنَ أذُنَيه وظاهِرَهما، وأدخَلَ أُصبُعَيه فيهما))(١٠)(١١)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وضوء فرماتے ہوئے دیکھا،اور اس حدیث میں یہ الفاظ ہیں:نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چلو پانی لیا اور اس اپنے سر کا اور اپنے دونوں کانوں کے بالائی اور اندرونی حصوں کا مسح کیا اور اپنے دونوں کانوں میں انگلیاں ڈالیں۔(10)(11)

(سنن ترمذی / کتاب: طہارت کے احکام و مسائل / باب: دونوں کانوں کے بالائی اور اندرونی حصوں کے مسح کرنے کا بیان ۔حدیث نمبر:36، امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا،ابن مندہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا جیسا کہ ابن حجر کی "التلخیص الحبیر"(1/132) میں ہے، سنن النسائی / الطہارۃ 84(101،102)، سنن ابی داود / الطہارۃ 52(137)، ابن خزیمۃ(148) اور حدیث کے الفاظ ابن خزیمہ کے ہیں،(تحفة الأشراف:5978)، ألبانی نے "صحیح سنن ابن ماجه"(439) میں اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا اور مقبل بن ہادی الوادی رحمہ اللہ نے "الصحیح المسند"(640) میں اس حدیث کو حسن قرار دیا)

((عَنْ أَبِي أُمَامَةَ ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:" الْأُذُنَانِ مِنَ الرَّأْسِ، وَكَانَ يَمْسَحُ رَأْسَهُ مَرَّةً، وَكَانَ يَمْسَحُ الْمَأْقَيْنِ))

سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"(وضو کے باب میں) دونوں کان سر میں داخل ہیں" آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر کا مسح ایک بار کرتے تھے، اور گوشہ چشم پر بھی انگلی پھیرتے تھے۔

(سنن ابن ماجہ / کتاب: طہارت اور اس کے احکام و مسائل / باب: وضو کے باب میں کان سر میں داخل ہے۔ حدیث نمبر: 444 ، سنن ابی داود / الطہارۃ 50 (134)، سنن الترمذی / الطہارۃ 29 (37)، (تحفۃ الأشراف: 4887)، مسند احمد (5/258،264،268)، اس حدیث کی سند میں شہر بن حوشب ضعیف ہیں، اور ان کی اس روایت میں "وکان یمسح رأسه" کا لفظ ضعیف ہے، بقیہ حدیث شواہد کی وجہ سے حسن ہے، ملاحظہ ہو: سلسلة الاحاديث الصحيحة، للالبانی: 36)، شیخ البانی رحمہ اللہ نے "مسح المأقين" کے الفاظ کے ماسوا حدیث کو حسن قرار دیا)

حدیث سے استدلال کی صورت :

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وضوء کا طریقہ نقل کرنے والے تمام راویوں نے اس بات کا کہیں بھی تذکرہ نہیں کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کانوں کے لئے نیا پانی لیا ہو۔(12)

(12) ۔ شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ کی کتاب "الشرح الممتع"(1/178)۔

دوم: آثار صحابہ رضی اللہ عنہم کی دلیل

عن عبدِ الله بن عمَرَ رَضِيَ اللهُ عنهما قال: (الأُذنانِ مِن الرَّأس). (١٣)(١٤)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا:"دونوں کان، سر کا حصہ ہیں)۔(13)

(13)۔ شرح الاثر

(14)۔ اس روایت کو امام عبد الرزاق رحمہ اللہ نے اپنی "المصنف"(24) میں اور امام دار قطنی رحمہ اللہ نے (1/98) میں روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ: درست یہ ہے کہ یہ روایت ابن عُمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔ اور عبد الحق إشبيلي نے

پہلی دلیل:

(حدیثِ ابن عباس رضی اللہ عنہما)

سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

((أَنَّهُ تَوَضَّأَ فَغَسَلَ وَجْهَهُ، أَخَذَ غَرْفَةً مِنْ مَاءٍ فَمَضْمَضَ بِهَا وَاسْتَنْشَقَ، ثُمَّ أَخَذَ غَرْفَةً مِنْ مَاءٍ فَجَعَلَ بِهَا هَكَذَا أَضَافَهَا إِلَى يَدِهِ الْأُخْرَى فَغَسَلَ بِهِمَا وَجْهَهُ، ثُمَّ أَخَذَ غَرْفَةً مِنْ مَاءٍ فَغَسَلَ بِهَا يَدَهُ الْيُمْنَى، ثُمَّ أَخَذَ غَرْفَةً مِنْ مَاءٍ فَغَسَلَ بِهَا يَدَهُ الْيُسْرَى، ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ، ثُمَّ أَخَذَ غَرْفَةً مِنْ مَاءٍ فَرَشَّ عَلَى رِجْلِهِ الْيُمْنَى حَتَّى غَسَلَهَا، ثُمَّ أَخَذَ غَرْفَةً أُخْرَى فَغَسَلَ بِهَا رِجْلَهُ يَعْنِي الْيُسْرَى، ثُمَّ قَالَ: هَكَذَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ))

عطاء بن یسار رحمۃ اللہ علیہ سے سنا، انہوں نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا کہ (ایک مرتبہ) انہوں نے (یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہما نے) وضو کیا تو اپنا چہرہ دھویا (اس طرح کہ پہلے) پانی کے ایک چلو سے کلی کی اور ناک میں پانی دیا، پھر پانی کا ایک اور چلو لیا، پھر اس کو اس طرح کیا (یعنی) دوسرے ہاتھ کو ملایا، پھر اس سے اپنا چہرہ دھویا، پھر پانی کا دوسرا چلو لیا اور اس سے اپنا داہنا ہاتھ دھویا، پھر پانی کا ایک اور چلو لے کر اس سے اپنا بایاں ہاتھ دھویا، اس کے بعد اپنے سر کا مسح کیا، پھر پانی کا چلو لے کر داہنے پاؤں پر ڈالا اور اسے دھویا، پھر دوسرے چلو سے اپنا پاؤں دھویا، یعنی بایاں پاؤں اس کے بعد کہا کہ میں نے رسول اللہ

"الأحكام الشرعية الكبرى" (1/468) میں اس روایت کی بعض اسانید کو ابنِ عمر رضی اللہ عنہما پر موقوف کرتے ہوئے صحیح قرار دیا۔

اثر سے استدلال کی صورت:

دونوں کان مستقل عضو کی حیثیت نہیں رکھتے ہیں؛ اسی لئے سر کے ساتھ ان کا مسح بہ ایک ساتھ کیا جائے گا۔ (15)

(15)۔ ابن عثیمین رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "الشرح الممتع" (1/179)۔

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو اسی طرح وضو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب: دونوں ہاتھوں سے چہرے کا صرف ایک چلو (پانی) سے دھونا بھی جائز ہے، حدیث نمبر:140۔ وسنن النسائی:102۔ وسنن ابوداود:117)

اس حدیث میں سر اور کانوں کے مسح کے لئے الگ سے نیا پانی لینے کا ذکر نہیں ہے لہذا جمہور علمائے کرام یہ کہتے ہیں کہ پہلے ہی سے تر ہاتھوں سے بیک وقت سر اور کانوں کا مسح کیا جائے گا۔

دوسری دلیل: (حدیثِ ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا)

ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

((أَنّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَسَحَ بِرَأْسِهِ مِنْ فَضْلِ مَاءٍ كَانَ فِي يَدِهِ))

کہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے اپنے ہاتھ کے بچے ہوئے پانی سے اپنے سر کا مسح کیا۔

(سنن ابوداود، کتاب الطهارة، باب: نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے وضو کا بیان، حدیث نمبر:130، شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو "حسن" کہا ہے)

امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

((وَلَمْ يَثْبُتْ عَنْهُ أَنَّهُ أَخَذَ لَهُمَا مَاءً جَدِيدًا))

کانوں کے مسح کے لئے نیا پانی لینا یہ عمل نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے ثابت نہیں ہے۔

(زاد المعاد فی ہدی خیر العباد لابن لقیم 1/188، "فصول في هديه صلى الله عليه وسلم في العبادات فصل في هديه صلى الله عليه وسلم في الوضوء"، الناشر: مؤسسة الرسالة، بيروت۔ ومكتبة المنار الاسلامية، الكويت)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی دلیل:

سیدنا عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((مَسَحَ أُذُنَيْهِ بِغَيْرِ الْمَاءِ الَّذِي مَسَحَ بِهِ رَأْسَهُ» . «وَهَذَا يُصَرِّحُ بِمَعْنَى الْأَوَّلِ، وَهُوَ صَحِيحٌ مِثْلُهُ»[التعليق - من تلخيص الذهبي]٥٣٩ - صحيح))

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کانوں کا مسح اسی پانی سے نہیں کیا جس کے ساتھ سر کا مسح کیا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کانون کے مسح کے لئے نیا پانی لیا۔

(المستدرک علی الصحیحین للحاکم:1 / 253،کتاب الطہارۃ،رقم:539، مصطفیٰ عبد القادر عطانے اس کی سند کو صحیح کہاہے)

جمہور علمائے کرام کا قول راجح ہے لیکن نئے پانی کے ساتھ کانوں کا مسح کرنا اس وقت اجازت دی ہے جب سر کا مسح کرتے ہوے پانی سوکھ گیا تو اجازت ہے نئے پانی سے مسح کی جیسا کہ شیخ فرکوس کے فتوی میں تفصیلات ہے

https://ferkous.com/home/?q=fatwa-974

گردن کا مسح

گردن کا مسح احادیث سے ثابت نہیں ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو وضو کا طریقہ بتایا ہے اس میں گردن کے مسح کا کوئی ذکر نہیں ہے اور نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے گردن کا مسح کیا لیکن بعض لوگ اس کو مستحب قرار دیتے ہیں حالانکہ کسی بھی صحیح حدیث سے گردن کا مسح ثابت نہیں ہے:

گردن کے مسح کے بارے میں پائی جانے ولی ضعیف حدیث:

((حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، وَمُسَدَّدٌ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ لَيْثٍ، عَنْ طَلْحَةَ بْنِ مُصَرِّفٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ:" رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ رَأْسَهُ مَرَّةً وَاحِدَةً حَتَّى بَلَغَ الْقَذَالَ

وَهُوَ أَوَّلُ الْقَفَا"، وَقَالَ مُسَدَّدٌ: مَسَحَ رَأْسَهُ مِنْ مُقَدَّمِهِ إِلَى مُؤَخَّرِهِ حَتَّى أَخْرَجَ يَدَيْهِ مِنْ تَحْتِ أُذُنَيْهِ، قَالَ مُسَدَّدٌ: فَحَدَّثْتُ بِهِ يَحْيَى فَأَنْكَرَهُ، قَالَ أَبُو دَاوُد: وسَمِعْت أَحْمَدَ يَقُولُ: إِنَّ ابْنَ عُيَيْنَةَ زَعَمُوا أَنَّهُ كَانَ يُنْكِرُهُ وَيَقُولُ: إِيش هَذَا طَلْحَةُ؟ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ.))

طلحہ کے دادا کعب بن عمرو یامی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے سر کا ایک بار مسح کرتے دیکھا یہاں تک کہ یہ "القذال "یعنی (گردن کے سرے) تک پہنچا، مسدد کی روایت میں یوں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگلے حصہ سے پچھلے حصہ تک اپنے سر کا مسح کیا یہاں تک کہ اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے دونوں کانوں کے نیچے سے نکالا، مسدد کہتے ہیں: تو میں نے اسے یحییٰ (یحییٰ بن سعید القطان) سے بیان کیا تو آپ نے اسے منکر کہا۔ ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: میں نے احمد رحمۃ اللہ علیہ (احمد بن حنبل) کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ لوگوں کا کہنا ہے کہ (سفیان) ابن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ (بھی) اس حدیث کو منکر گردانتے تھے اور کہتے تھے کہ ((طلحة عن أبيه عن جده)) کیا چیز ہے؟

(سنن ابوداود، کتاب الطہارۃ، باب: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا بیان، حدیث نمبر :132، شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو "ضعیف" کہا ہے)

گردن کے مسح کی مرویات کے بارے میں علمائے کرام کے اقوال

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

اس روایت کے بارے میں امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

((وَأَمَّا الْحَدِيثُ الْمَرْوِيُّ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ مُصَرِّفٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّهُ رَأَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ رَأْسَهُ حَتَّى يَبْلُغَ الْقَذَالَ وَمَا يَلِيهِ مِنْ مُقَدَّمِ الْعُنُقِ فَهُوَ حَدِيثٌ ضَعِيفٌ بِالِاتِّفَاقِ رَوَاهُ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَالْبَيْهَقِيُّ مِنْ رِوَايَةِ لَيْثِ بْنِ أَبِي سُلَيْمٍ وَهُوَ ضَعِيفٌ))

جہاں تک اس روایت کا تعلق ہے یہ حدیث بالاتفاق ضعیف ہے اس کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی نقل کیا ہے اور اس کا راوی لیث بن ابی سلیم وہ بھی ضعیف ہے۔

❖ نیز امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت پر نقد کرنے سے پہلے یہ کہا کہ گردن کا مسح بدعت ہے۔

(المجموع شرح المہذب للنووی:1/464-465، کتاب الطہارۃ، باب السواک، الناشر: ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ، القاہرۃ)

امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

اس روایت کے بارے میں امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

((الْحَدِيثُ فِيهِ لَيْثُ بْنُ أَبِي سَلِيمٍ وَهُوَ ضَعِيفٌ، قَالَ ابْنُ حِبَّانَ: كَانَ يُقَلِّبُ الْأَسَانِيدَ وَيَرْفَعُ الْمَرَاسِيلَ، وَيَأْتِي عَنْ الثِّقَاتِ بِمَا لَيْسَ مِنْ حَدِيثِهِمْ، تَرَكَهُ يَحْيَى بْنُ الْقَطَّانِ وَابْنُ الْمَهْدِيِّ وَابْنُ مَعِينٍ وَأَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ))

اس حدیث میں لیث بن ابو سلیم ہے جو ضعیف راوی ہے امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ لیث بن ابو سلیم سندوں کو گڈمڈ کرتا تھا اور مرسل کو مرفوع بنا کر پیش کرتا تھا اور وہ ثقہ راویوں سے ایسی باتیں بیان کرتا تھا جو انہوں نے کبھی بیان نہیں کی تھیں، لہذا یحیٰ بن القطان رحمۃ اللہ علیہ، ابن مہدی رحمۃ اللہ علیہ، ابن معین رحمۃ اللہ علیہ اور احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی بیان کردہ روایات کو ترک کر دیا۔

(نیل الاوطار للشوکانی:1/206،أبواب صفة الوضوء فرضه وسننه-باب مسح العنق، الناشر: دارالحدیث، مصر)

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

((لَمْ يَصِحَّ عَنْ النَّبِيّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ مَسَحَ عَلَى عُنُقِهِ فِي الْوُضُوءِ بَلْ وَلَا رُوِيَ عَنْهُ ذَلِكَ فِي حَدِيثٍ صَحِيحٍ بَلْ الْأَحَادِيثُ الصَّحِيحَةُ الَّتِي فِيهَا صِفَةُ وَضَوْءِ النَّبِيّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ يَمْسَحُ عَلَى عُنُقِهِ؛ وَلِهَذَا لَمْ يَسْتَحِبَّ ذَلِكَ جُمْهُورُ الْعُلَمَاءِ كَمَالِكٍ وَالشَّافِعِيّ وَأَحْمَد فِي ظَاهِرِ مَذْهَبِهِمْ وَمَنْ اسْتَحَبَّهُ فَاعْتَمَدَ فِيهِ عَلَى أَثَرٍ يُرْوَى عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَوْ حَدِيثٍ يَضْعُفُ نَقْلُهُ:"أَنَّهُ مَسَحَ رَأْسَهُ حَتَّى بَلَغَ الْقَذَالَ" وَمِثْلَ ذَلِكَ لَا يَصْلُحُ عُمْدَةً وَلَا يُعَارِضُ مَا دَلَّتْ عَلَيْهِ الْأَحَادِيثُ وَمَنْ تَرَكَ مَسْحَ الْعُنُقِ فَوُضُوءُهُ صَحِيحٌ بِاتِّفَاقِ الْعُلَمَاءِ. وَاَللَّهُ أَعْلَمُ.))

اس مسئلے میں یہ بات درست نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو میں گردن کا بھی مسح کیا تھا اس بارے میں کوئی بھی صحیح حدیث وارد نہیں اور احادیث صحیحہ میں اس بات کا ثبوت نہیں ملتا اور جن احادیث مبارکہ میں وضو کا طریقہ بیان کیا گیا ان احادیث میں بھی گردن کے مسح کا ذکر نہیں ملتا لہذا جمہور علمائے کرام کے نزدیک گردن کا مسح نہیں ہے جیسا کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ،امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا ظاہری مسلک یہی ہے،اور جو لوگ گردن کے مسح کو مستحب قرار دیتے ہیں انہوں نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک اثر یا ایک ضعیف اثر کو بطورِ استدلال پیش کیا ہے اس اثر میں یہ ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے گردن کا مسح کیا" اس طرح کی ضعیف روایت قابل اعتماد اور نہ یہ اثر لائق ہے وہ اس مسئلہ میں وارد احادیثِ صحیحہ کا معارضہ کر سکے لہذا جو شخص وضو میں گردن کا مسح نا کرے تو تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس کو وضوء درست اور صحیح ہے

(مجموع الفتاویٰ لابن تیمیہ:21/127-128،"باب الوضوء سئل: هل صح عن النبي صلى الله عليه وسلم مسح العنق ؟"،الناشر: مجمع الملك فهد لطباعة المصحف الشريف-المدينة المنورة-السعودية)

امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

((وَلَمْ يَصِحّ عَنْهُ فِي مَسْحِ الْعُنُقِ حَدِيثٌ الْبَتّةَ))

تحقیقی بات یہ ہے کہ گردن کے مسح کے بارے میں کوئی صحیح روایت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی نہیں۔

(زادالمعاد فی ہدی خیر العباد لابن القیم جوزیہ:1/187،"فصول في هديه صلى الله عليه وسلم في العبادات فصل في هديه صلى الله عليه وسلم في الوضوء"الناشر: مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت-ومکتبہ المنار الاسلامیۃ، الکویت)

شیخ بن باز رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

((س: هل مسح الرقبة في الوضوء غير مستحب؛ لأنه تشبه باليهود كما سمعت؟))

((ج: نعم، لا يستحب، ولا يشرع مسح العنق، وإنما المسح يكون للرأس والأذنين فقط، كما دل على ذلك الكتاب والسنة))

گردن کا مسح نہ مستحب ہے اور نہ مشروع بلکہ صرف سر اور کانوں کا مسح کیا جائے گا جیسا کہ یہ بات قرآن وسنت سے ثابت ہے۔

(مجموع فتاویٰ ومقالات متنوعۃ لابن باز:10/102،(جمع اشراف: محمد بن سعد الشویعر) باب فروض الوضوء وصفته هل مسح الرقبة في الوضوء غير مستحب،الناشر رئاسۃ ادارۃ البحوث العلمیۃ والافتاء بالمملکۃ العربیۃ السعودیۃ)

عمامہ[57] اور موزوں پر مسح کرنا

---

[57] سر کا مسح چھوڑتے ہوئے صرف پگڑی پر مسح کرنا جائز ہے اور مشہور قول کے مطابق حنابلہ (1) کا اور ظاہریہ (2) کا مذہب ہے اور جمہور صحابہ اور تابعین (3) اسی کے قائل ہیں اور امام ابن منذر رحمۃ اللہ علیہ (4)، امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ (5)، امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ (6)، امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ (7)، امام شنقیطی رحمۃ اللہ علیہ (8) اور شیخ ابن عثیمین رحمۃ اللہ علیہ (9) نے اسی کو اختیار کیا ہے۔

(1) ۔بھوتي کی کتاب "کشاف القناع" (1/119)، نیز ملاحظہ فرمائیں: ابن قدامۃ کی کتاب "المغني" (1/219)، امام ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "الشرح الكبير" (1/150)۔

(2) ۔ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: (سر پر پہنا جانے والا عمامہ یا دوپٹا اوڑھنی، یا (دبیر و موٹے طرز کی سوتی یا اونی) ٹوپی یا خود یا ہیلمٹ وغیرہ ان سب پر مسح کرنا جائز ہے اور اس میں مرد اور عورت کی کوئی تفریق نہیں، اور چاہے کوئی سبب ہو یا نہ ہو ۔۔اور یہ امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، امام اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ، امام ابو ثور رحمۃ اللہ علیہ، اور امام داود بن علی رحمۃ اللہ علیہ، وغیرھم کا قول ہے)۔ "المحلى" (2/58-61)۔

3) امام ابن منذر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: (عمامہ پر مسح کے سلسلہ میں علماء کے درمیان اختلاف ہے، ایک جماعت نے مسح کو جائز قرار دیا، جس میں سیدنا ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ، سیدنا أنس رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ ہیں، اور یہ روایت سیدنا سعد بن ابي وقاص رضی اللہ عنہ، سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ اور عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ، مکحول رحمۃ اللہ علیہ، الحسن رحمۃ اللہ علیہ، قتادۃ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے۔۔۔ اور ہ امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، امام اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ، امام ابو ثور رحمۃ اللہ علیہ، بھی اسی کے قائل ہیں) "الأوسط" (2/120)۔ ابن حزم فرماتے ہیں: (جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم بھی اسی کے قائل ہیں)۔ "المحلى" (1/305)۔ امام نووی ہ امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، امام اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ، امام ابو ثور رحمۃ اللہ علیہ، فرماتے ہیں: (ایک جماعت کا کہنا ہے: عمامہ پر اقتصار و اکتفاء کرنا جائز ہے؛ اس کے امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، امام اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ، امام ابو ثور رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد بن جریر رحمۃ اللہ علیہ اور داود قائل ہیں)۔ "المجموع (1/407) "

(4) ۔ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ "المغني" (1/219)۔

(5) ۔امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: (یہ بات معلوم و مسلم ہے کہ اس باب کا تعلق اس رخصت سے ہے جو شریعت اسلامیہ کے اصول سے مشابہت و مماثلت رکھتی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت شدہ آثار سے موافقت رکھتی ہے۔ جاننا چاہئے کہ ان احادیث کی تاویل کرنے والے (یعنی عمامہ پر مسح کے ساتھ سر کے کچھ حصہ کا مسح کرنے ہی کو جائز مسح قرار دینے والے) تمام احادیث کے مجموعہ سے واقف نہیں ہیں ورنہ اگر کوئی اس تمام مجموعہ سے واقف ہوتا تو اس کو اس کے برعکس یقینی علم حاصل ہوتا)۔ "مجموع الفتاوى" (21/21)۔

6) امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ (عمامہ پر مسح کے عدم جواز کے قائلین پر رد کرتے ہوئے) فرماتے ہیں:(تم نے عمامہ پر مسح کے سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت شدہ سنتوں کو رد کرتے ہوئے کہا: یہ سنن، کتاب اللہ کی نص سے زائد ہیں، اس طرح یہ احادیث، کتاب اللہ کے حکم کو نسخ کرنے والی ہوں گی، اس لئے انہیں قبول نہیں کیا جاسکتا ہے، پھر تم ہی نے اپنے قول کی مخالفت کرتے ہوئے خفین پر مسح کی احادیث کو اپنالیا جبکہ یہ بھی تو قرآن مجید کے حکم سے زائد ہیں اور ان دونوں احکام کے مابین کوئی فرق نہیں اور پھر تم نے اس فرق کی یہ علت بیان کی کہ عمامہ کے مقابلہ میں خفین پر مسح کی احادیث متواتر درجہ کی ہیں جو ایک فاسد بہانہ ہے کیونکہ حدیث کا علم رکھنے والے پر عمامہ سے متعلق وارد تمام احادیث کی شہرت، ان کے متعدد طرق واسانید، ان کے راویوں کے اختلاف اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول اور فعل کے ثبوت کے تئیں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہ جاتی۔۔)"أعلام الموقعين عن رب العالمين "(2/322،323)۔

(7) ۔امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:(حاصل یہ ہے کہ:روایات میں کہیں صرف سر کا مسح ثابت ہے اور کہیں صرف عمامہ کا اور کہیں سر اور عمامہ دونوں پر مسح کا ثبوت موجود ہے، اور یہ تمام دلائل صحیح اور ثابت ہیں؛اس لئے بلا سبب وبلا دلیل وارد شدہ احکام میں سے بعض کے اجزاء پر اکتفاء کرلینا، یہ انصاف پسندوں کا کبھی شیوہ نہیں ہوتا)۔"نیل الأوطار "(1/166)۔

(8) ۔امام شنقیطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:(سر کے مسح کی تین صورتیں ثابت ہیں:اول سر کا مسح، دوم عمامہ کا مسح اور سوم: دونوں کو جمع کرتے ہوئے پیشانی اور عمامہ کا مسح۔ اور دلیل سے واضح ہے کہ مذکورہ تینوں صورتیں جائز ہیں اور حقیقی علم صرف اللہ تعالی کے پاس ہے)۔"أضواء البيان "(1/353)۔

(9) ۔ شیخ ابن عثیمین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:(عمامہ کے مسح کی دلیل سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، اس لئے عمامہ پر مسح کرنا جائز ہے اور کل عمامہ پر یا اس کے بیشتر حصہ پر مسح کیا جاسکتا ہے)۔"مجموع فتاوی ورسائل ابن عثیمین " (170/11)۔

دلائل:

اول: کتاب اللہ کی دلیل

وضوء کی آیت میں فرمان الہی ہے:وَامْسَحُوا بِرُؤُوسِكُمْ [المائدة:6](10).

اپنے سروں کا مسح کرو

(10)۔تفسیر قول الله عزَّ وجلَّ

آیت سے استدلال کی صورت:

درحقیقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وظیفہ وعمل یہی تھا کہ اللہ تعالی کے کلام کو کھول کھول کر بتائیں اور اس کی تفسیر کریں اور یقینا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمامہ پر مسح فرمایا ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے قرآن مجید میں دونوں قدم دھونے کا حکم دیا اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں

دونوں پر حائل ہونے والی چیزوں پر مسح کرنے کی رخصت مشروع ہوئی۔(11)

(11)۔ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "المغني "(1/219)۔

دوم: سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے دلائل

1۔عن المُغيرة بن شُعبةَ رَضِيَ اللهُ عنه: "أنَّ النبيَّ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم توضَّأ، فمسحَ بناصِيَتِه، وعلى العمامةِ، وعلى الخفَّينِ"۔(12(13)

سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضوء فرمایا اور اپنی پیشانی، عمامہ اور موزوں پر مسح کیا"۔(12)(13)

(صحیح مسلم / طہارت کے احکام و مسائل / باب: پیشانی اور پگڑی پر مسح کرنا۔حدیث نمبر:274)

2۔عن عمرِو بن أُميَّة رَضِيَ اللهُ عنه قال: "رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ عَلَى عِمَامَتِهِ وَخُفَّيْهِ"۔

سیدنا عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے عمامے اور موزوں پر مسح کرتے دیکھا۔

(15) صحیح بخاری / کتاب: وضو کے بیان میں / باب: موزوں پر مسح کرنے کے بیان میں۔حدیث نمبر:205)

سوم: آثار صحابہ رضی اللہ عنہم کی دلائل:

1۔عبد الرَّحمن بن عُسيلةَ صُنابحي سے روایت ہے کہ:"میں نے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو(وضوء میں)چادر پر مسح کرتے ہوئے دیکھا)۔(16)

(16)۔اس روایت کو امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے "المصنف"(1/22) میں نقل کیا۔امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے "المحلی" (2/60)میں فرمایا:اس کی سند حد درجہ صحت کی حامل ہے۔

1۔عن سُوَيد بن غَفَلَة قال: (سألتُ عُمرَ بن الخطَّاب عن المسح على العِمامةِ؟ قال: إنْ شئتَ فامسَحْ عليها، وإنْ شئتَ فلا)(١٧).

2۔سوید بن غفلہ سے روایت ہے:"میں نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے عمامہ پر مسح کے تئیں دریافت کیا تو کہا:اگر چاہو تو اس پر مسح کر لو اور چاہو تو نہ کرو)۔(17)

(17)۔اس روایت کو امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے "المصنف"(1/22) میں نقل کیا۔امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے "المحلی" (2/60)میں فرمایا:اس کی سند حد درجہ صحت کی حامل ہے۔

پہلی حدیث:(حدیث عمرو رضی اللہ عنہ)

عمرو بن امیہ الضمری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ عَلَى عِمَامَتِهِ وَخُفَّيْهِ"، وَتَابَعَهُ مَعْمَرٌ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَمْرٍو، قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ))

کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے عمامے اور موزوں پر مسح کرتے دیکھا، اس کو روایت کیا معمر نے یحییٰ سے، وہ ابو سلمہ سے، انہوں نے عمرو سے متابعت کی اور کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا (آپ صلی اللہ علیہ وسلم واقعی ایسا ہی کیا کرتے تھے)۔

(صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب: موزوں پر مسح کرنے کے بیان میں، حدیث نمبر :205۔ وسنن النسائی:119۔وسنن ابن ماجہ:562)

دوسری حدیث:(مغیرہ رضی اللہ عنہ)

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((فَغَسَلَ وَجْهَهُ، وَيَدَيْهِ، وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ، ثُمَّ مَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ))

" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چہرے کو اور ہاتھوں کو دھویا اور اپنے سر کا مسح کیا پھر موزوں کا مسح کیا۔"

(صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب موزوں پر مسح کا بیان، حدیث نمبر:274[627]۔)

عمامہ پر مسح کیلئے جراب کی طرح طہارت کی حالت میں پہنا جائے کیا ایسی شرط ہے؟[58]

---

[58] 1۔ پہلی فرع: عمامۃ صماء پر مسح کا حکم

عمامہ کا محنکہ یعنی سر سے تھوڑی کے نیچے تک باندھا ہوا یا پیچھے کی جانب اس کی چوٹیاں لٹکی ہونا شرط نہیں ہے، بلکہ "العمامة الصَّمَّاء "یعنی چوٹی وغیرہ کے بغیر سوتی یا اونی ٹوپی جیسے مکمل سر کو ڈھانکنے والے عمامہ (1) پر مسح کرنا جائز ہے اور یہ ظاہر یہ کا مذہب (2) ہے اور یہ حنابلہ (3) میں ایک موقف ہے، اور اسی کو امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ (4) اور شیخ ابن عثیمین رحمۃ اللہ علیہ (5) نے اختیار کیا ہے؛ اس کی وجہ یہ ہے کہ نص میں عمامہ کی مطلق رخصت وارد ہے؛ اس لئے جہاں کسی چیز پر عمامہ کا لفظ چسپاں ہو، ان سب پر مسح کرنا جائز ہو گا (6)۔

(1)۔العمامة الصماء: کناروں پر لٹکی چوٹی کے بغیر اور ٹھوڑی کے نیچے تک بغیر کسا ہوا مکمل سر کو ڈھانکنے والا عمامہ۔مرداوي کی کتاب "الإنصاف" (1/140)۔

(2)۔امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: (سر پر پہنا جانے والا عمامہ، یا چادر یا ٹوپی یا خود (زنجیروں سے لپٹی) وغیرہ جیسی تمام چیزوں پر مسح کرنا جائز ہے، اس مسئلہ میں مرد اور عورت یکساں ہیں، اور چاہے کسی سبب سے ہو یا بلا کسی سبب۔۔۔اور یہ امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، امام اسحاق ابن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ، امام ابو ثور رحمۃ اللہ علیہ، امام داود بن علی رحمۃ اللہ علیہ وغیر ہم کا موقف ہے)۔"المحلی" (2/58-61)۔

(3)۔ابن مفلح رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "الفروع" (1/200)، مرداوي کی کتاب "الإنصاف" (1/140)۔

(4) امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: (سلف کا معمول تھا کہ وہ اپنے عمامے مضبوط کس کر تھوڑی کے ساتھ باندھا کرتے تھے کیونکہ ان کی سواری گھوڑے ہوتے تھے اور وہ اسی پر سوار ہو کر اللہ کی راہ میں جہاد کیا کرتے تھے، اگر وہ اپنے عمامے اپنی تھوڑی کے ساتھ کس کر نہ باندھتے تو گر پڑتے، اور ان عماموں کے ساتھ گھوڑوں کو ہانک کر سواری کرنا ممکن نہ ہوتا؛ یہی وجہ ہے کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اہل شام کے بارے میں ذکر کیا کہ وہ اس سنت کی محافظت کیا کرتے تھے کیونکہ وہی ان کے زمانہ میں مجاہدین تھے۔ اور امام اسحاق ابن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی سند سے یہ بات بھی ذکر کی کہ: مہاجرین اور انصار، عمامے تھوڑی کے ساتھ کسے بغیر پہنا کرتے تھے، اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ تابعین کے زمانہ میں سر زمین حجاز کے اندر جہاد نہیں کرتے تھے)۔ "مجموع الفتاوی" (21/187)۔اور مَرداوي فرماتے ہیں: (شیخ تقی الدین وغیرہ نے مسح کے جواز کے قول کو اختیار کیا، اور کہا کہ وہ (عمامہ پر پہنی جانے والی) ٹوپیاں ہوتی تھیں)۔ "الإنصاف" (1/139، 140)۔

(5)۔شیخ ابن عثیمین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: (عمامہ کے لئے یہ شرط نہیں کہ وہ کسی متعین چیز کا ہو؛ ہر وہ چیز جس کو سر پر اوپر سے لپیٹا جائے تو وہ عمامہ ہو گا، اس پر مسح کرنا جائز ہو گا تاہم بعض علماء نے بے دلیل یہ شرط لگائی کہ: عمامہ محنکہ یعنی عمامہ کی ایک تہہ تھوڑی کے نیچے تک لپیٹی ہوئی ہو یا اس کے کناروں میں چوٹی ہو یعنی پیٹھ کے پیچھے سے اس کا کنارہ لٹکا ہوا ہو لیکن

درست قول یہ ہے کہ عمامہ میں ایسی کوئی شرط نہیں اور جب بھی سر پر عمامہ موجود ہو تو اس پر مسح کیا جائے گا کیونکہ اس کو نکال کر دوسری مرتبہ سر پر لپیٹنے میں مشقت در پیش ہوتی ہے)۔"ماہانہ مجلس"(مجلس نمبر:23)۔

(6)۔شیخ ابن عثیمین رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "الشرح الممتع"(1/238)۔

2۔دوسری فرع: باطہارت عمامہ پہننے کا حکم

عمامہ پہننے کے لئے طہارت کی شرط نہیں اور یہ ظاہر یہ(7)،امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (8) سے مروی ایک روایت اور بعض سلف(9) کا قول ہے اور اسی کو امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ (10) اور شیخ ابن عثیمین رحمۃ اللہ علیہ (11) نے اختیار کیا ہے۔

(7)۔امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:(باطہارت یا بے طہارت کسی بھی حالت میں ہمارا ذکر کردہ عمامہ پہننا جائز ہے۔۔۔اور جیسا کہ ہم نے کہا کہ یہی ہمارے اصحاب کا قول ہے)۔"المحلی"(1/309)۔

(8)۔مرداوي کی کتاب "الإنصاف"(1/130)۔

(9)۔امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:(امام ابن منذر رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:عمامہ پر مسح کرنے والوں میں سیدنا ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ ہیں،اور اسی کے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ،سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ قائل ہیں،اور سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ،سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ،مکحول رحمۃ اللہ علیہ،حسن،قتادۃ رحمۃ اللہ علیہ،اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ،احمد رحمۃ اللہ علیہ،سحاق اور ابو ثور رحمۃ اللہ علیہ سے یہی قول مروی ہے،اس کے بعد ان میں سے بعض نے باطہارت پہننے کی شرط لگائی اور بعض نے محنکہ یعنی تھوڑی کے نیچے تک ہونے کی شرط لگائی اور بعض نے ایسی کوئی شرط نہیں رکھی)۔ "المجموع"(1/407)۔نیز ملاحظہ فرمائیں:"نووی رحمۃ اللہ علیہ کی شرح مسلم"(3/172)۔

(10)۔مَرداوي فرماتے ہیں:(شیخ تقی الدین نے اسی کو اختیار کیا،نیز فرمایا:یہ امر ذہن نشین رہے کہ عمامہ پہننے کے آغاز میں باطہارت ہونے کی شرط نہیں بلکہ اس میں سابقہ طہارت کافی ہے کیونکہ عموماً وضوء کرنے والا اپنے سر کا مسح کرتا ہے اور عمامہ نکالتا ہے،پھر دوبارہ پہن لیتا ہے اور وضوء کے آخر تک برہنہ سر نہیں رہتا ہے)۔"الإنصاف"(1/130)۔

(11)۔شیخ ابن عثیمین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:(عمامہ باطہارت پہننے کی شرط نہیں ہے اور نہ اس کی کوئی متعینہ مدت ہے اور موزہ و پائتابہ پر اس کو قیاس کرنا قیاس مع الفارق (مقیس و مقیس علیہ کے درمیان علت مشترکہ نہ ہو تو اسے قیاس مع الفارق کہتے ہیں) کی قبیل سے ہوگا کیونکہ پائتابہ،دھوئے جانے والے ایک عضوء پر اور عمامہ،مسح کئے جانے والے عضوء پر پہنا جاتا ہے اور اصل میں اس کی طہارت ہلکی ہوتی ہے)۔"لقاء الباب المفتوح"(مجلس نمبر:8)۔

اس کی درج ذیل وجوہات ہیں:

اول:نصوص میں عمامہ پہننے کی رخصت وارد ہے اور ان نصوص میں طہارت کی شرط نہیں رکھی گئی۔

دوم:عمامہ پر مسح اور خفین پر مسح کے مابین کوئی جامع علت نہیں،بلکہ شارع یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمامہ کے بجائے صرف خفین

ہی پر طہارت کے وجوب کی صراحت کی ہے، اگر عمامہ کی طہارت بھی واجب ہوتی تو شارع ضرور بیان کرتے۔(12)

(12) ۔امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "المحلی"(1/309)۔

3۔ تیسری فرع: کیا عمامہ پر مسح کے لیے بھی متعین وقت کی شرط ہے

عمامہ پر مسح کے لئے وقت متعین و محدود کرنے کی شرط نہیں اور یہ ظاہر یہ (13) کا مذہب ہے اور اسی کو الشیخ ابن عثیمین رحمۃ اللہ علیہ (14) نے اختیار کیا ہے؛اس کی وجہ یہ ہے کہ وقت متعین کرنے کی شرط رکھنے کی کوئی دلیل نہیں اور نہ اس کو مسح علی الخفین پر قیاس کرنا درست ہے(15)۔

(13) ۔امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:(ان تمام قسم کے عماموں پر ہمیشہ، کسی بھی وقت اور بلا تعیین مسح کیا جاسکتا ہے، جبکہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی جانب سے مسح علی الخفین کی طرح اس سلسلہ میں وقت کی تعیین ثابت ہے اور ابو ثور اسی کے قائل ہیں۔اور جیسا کہ ہم نے کہا کہ ہمارے اصحاب فرماتے ہیں:اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں کسی کا قول حجت و دلیل نہیں اور قیاس باطل ہے اور قائل کا یہ قول کہ: جس طرح خفین پر سفر اور حضر میں وقت محدود کیا گیا ہے تو واجب ہے کہ عمامہ پر بھی اسی طرح وقت کی تعیین ہو "تو یہ بے دلیل دعوی ہے اور ایسا قول ہے جس سے وجوب ثابت نہیں ہوتا، ان سے یہ پوچھا جائے گا کہ: مسح علی الخفین کے تئیں سفر اور حضر کے سلسلہ میں وارد ہونے والے نصوص کے مثل عمامہ پر مسح کا حکم لگائے جانے کی صحت کے سلسلہ میں تمہارے پاس کیا دلیل ہے؟ اور محض دعوی سے زیادہ اس حکم کی حیثیت نہیں اور یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمامہ اور چادر پر مسح کیا ہے اور اس ضمن میں کوئی وقت متعین نہیں فرمایا اور مسح علی الخفین کے تئیں وقت کی تعیین فرمائی، اس لئے ہم پر لازم ہے کہ وہی کہیں جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا اور دین میں ایسی باتیں نہ کہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمائیں؛فرمان الٰہی ہے:

تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَعْتَدُوهَا (البقرة:229)

"یہ اللہ کی حدود ہیں خبر دار ان سے آگے نہ بڑھنا۔"

(14) ۔الشیخ ابن عثیمین رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

(عمامہ پر مسح کے لئے وقت متعین کرنے کی شرط نہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ثبوت نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا کوئی وقت متعین کیا ہو، موزے کے عضوء کی طہارت کے مقابلہ میں عمامہ پر مسح کی طہارت بہت ہلکی ہے، اس لئے عمامہ کو خف کے ساتھ ملانا ممکن نہیں، لہذا جب بھی یہ تمہارے سر پر موجود رہے، مسح کر لیا کرو اور جب نہ ہو تو سر پر مسح کرو، اس میں وقت کی کوئی تحدید نہیں۔لیکن اگر آپ احتیاط کی راہ اختیار کرنا چاہیں تو باطہارت پہننے ہی کی صورت میں اور خفین کی متعینہ مدت ہی میں ان پر مسح کریں تو یہ بہتر ہے)۔" مجموع فتاوی ورسائل العثیمین "(11/170)۔

(15) ۔امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "المحلی"(1/309)۔

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

((وَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي جَوَازِ الْمَسْحِ عَلَى الْعِمَامَةِ، فَأَجَازَهُ بَعْضُهُمْ، يُرْوَى ذَلِكَ عَنْ أَبِي بَكْرٍ، وَعُمَرَ، وَأَنَسٍ، وَبِهِ قَالَ الأَوْزَاعِيُّ، وَأَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ، وَدَاوُدُ، رُوِيَ عَنْ أَنَسٍ أَنَّهُ مَسَحَ عَلَى قَلَنْسُوَتِهِ. وَذَهَبَ أَكْثَرُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ فَمَنْ بَعْدَهُمْ إِلَى أَنَّهُ لَا يَجُوزُ مَا لَمْ يَمْسَحْ شَيْئًا مِنَ الرَّأْسِ، وَقَالُوا فِي حَدِيثِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ: إِنَّ فَرْضَ الْمَسْحِ إِنَّمَا سَقَطَ عَنْهُ بِمَسْحِ النَّاصِيَةِ. وَفِيهِ دَلِيلٌ عَلَى أَنَّ مَسْحَ جَمِيعِ الرَّأْسِ غَيْرُ وَاجِبٍ، وَمَنْ جَوَّزَ الْمَسْحَ عَلَى الْعِمَامَةِ إِنَّمَا يُجَوِّزُ إِذَا تَعَمَّمَ بِهَا عَلَى كَمَالِ الطَّهَارَةِ، كَالْمَسْحِ عَلَى الْخُفِّ))

عمامہ پر مسح کے متعلق علمائے کرام میں اختلاف پایا جاتا ہے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ ، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے عمامے پر مسح کیا ،امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ ، امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحاق ابن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ اسی کے قائل ہیں، اور یہ بھی حدیث بیان کی جاتی ہے کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے ٹوپی پر مسح کیا حالانکہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور بعض تابعین رحمۃ اللہ علیہم اس وقت تک عمامے پر مسح جائز نہیں کہتے جب تک عمامے کے ساتھ سر کے کچھ حصے کا بھی مسح نہ کرلیا جائے ، سیدنا مغیر بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے بارے میں کہتے ہیں کہ پیشانی کے بالوں پر مسح کرنے سے مسح کرنے کا حکم ختم ہو گیا تھا اور یہ حدیث اس بات کی بھی دلیل ہے کہ مکمل سر کا مسح فرض نہیں ہے اور جو لوگ عمامے پر مسح کرنے کے قائل ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ عمامے پر مسح اسی وقت جائز ہے جب کہ عمامہ بحالتِ وضو باندھا گیا ہو (اگر عمامہ بحالتِ وضو نہیں باندھا گیا ہو تو پھر عمامہ پر مسح سے وضو پورا نہیں ہو گا)۔

(شرح السنۃ للبغوی: 1/ 453، کتاب الطہارۃ، باب مسح علی الخفین، الناشر: المکتب الاسلامی، دمشق، بیروت)

فرع: عمامہ اوراوڑھنی پر مسح کے شرائط[59]؟

[59] عورت کا اپنے دوپٹہ واوڑھنی پر مسح کرنے کے بارے میں اہل علم کے دو قول ہیں:

(1) ۔الخمار: یہ اس کپڑے کو کہتے ہیں جس سے عورت اپنا سر ڈھانکتی ہے اور یہ عورت کے لئے ویسے ہی ہے جیسے مرد کے لئے عمامہ۔ دیکھیں: ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی "فتح الباری"(8/490)، فیومي کی کتاب "المصباح المنیر"(1/181)۔

پہلا قول: عورت کا اپنے دوپٹہ پر مسح کرنا جائز نہیں ہے؛ اور یہ جمہور: حنفیہ(2)، مالکیہ(3)، شافعیہ(4)، اور ایک روایت کے مطابق حنابلہ(5) کا مذہب ہے اور بعض سلف(6) کا یہی قول ہے۔

(2) ۔علامہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "المبسوط"(1/95)، نیز ملاحظہ فرمائیں: کاسانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "بدائع الصنائع" (1/5)۔

(3) ۔حطاب کی کتاب "مواهب الجلیل"(1/299)، نیز ملاحظہ فرمائیں: قرافي کی کتاب "الذخیرة"(1/267)۔

(4) ۔امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "المجموع"(1/410)، شربیني کی کتاب "مغني المحتاج"(1/60)۔

(5) ۔ابن مفلح رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "الفروع"(1/204)، نیز ملاحظہ فرمائیں: امام ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "المغني" (1/222)۔

(6) ۔امام ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: (عورت، اپنی اوڑھنی پر مسح نہیں کر سکتی، اس موقف کے قائلین: امام نخعی رحمۃ اللہ علیہ، امام حماد بن ابی سلیمان رحمۃ اللہ علیہ، امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ، امام سعید بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ)۔ "المغني"(1/222)۔

دلائل:

اول: کتاب اللہ کی دلیل

فرمان باری تعالی ہے: وَامْسَحُوا بِرُؤُوسِكُمْ[المائدۃ:6](7).

اپنے سروں کا مسح کرو

and wipe over your heads

(7)۔تفسیر قول اللہ عزّ وجلّ

آیت سے استدلال کی صورت:

اللہ تعالی نے سر کے مسح کا حکم فرمایا اور جب عوت دوپٹہ پر مسح کرے گی تو اس نے سر کے بجائے اس پر حائل چیز یعنی دوپٹہ پر مسح کیا، اس لئے یہ جائز نہ ہو گا۔(8)

(8) ۔شیخ ابن عثیمین رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "الشرح الممتع"(1/239)۔

دوم: عمامہ پر مسح کرنے کی اجازت شریعت میں وارد ہوئی ہے جبکہ اوڑھنی کے تیئں ایسی کوئی اجازت وارد نہیں۔

دوسرا قول: عورت اپنی اسکارف پر مسح کرسکتی ہے، یہ حنابلۃ(9)اور ظاھریۃ(10)کا مذہب ہے اور یہ بعض سلف کا قول ہے (11)، اسی کو ابن باز(12)اور ابن عثیمین(13)نے اختیار کیا ہے، کیونکہ عام طور پر یہ سر پر پہنا جانے والا لباس ہے جس کو نکالنے میں دشواری پیش آتی ہے، اس لئے یہ عمامہ کے مشابہہ ہے بلکہ عمامہ سے زیادہ اس پر مسح کرنا اولی ہے کیونکہ مرد کے عمامہ کے بالمقابل، عورت کی اوڑھنی ستر کا کام دیتی ہے، اور بسا اوقات اس کو نکالنے میں مشقت لاحق ہوتی ہے اور اس کی حاجت وضرورت، خفین سے زیادہ شدید ہے(14)۔

(9)۔ بھوتي کی کتاب "كشاف القناع"(1/112)، نیز ملاحظہ فرمائیں: امام ابن قدامہ رحمۃ اللہ کی کتاب "المغني" (1/222)۔

(10)۔ امام ابن حزم رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: (سر پر پہنا جانے والا عمامہ، یا اسکارف یا ٹوپی یا خود (زنجیروں والی خود) وغیرہ تمام پر مسح کرنا جائز ہے، اس مسئلہ میں مرد اور عورت یکساں ہیں، اور چاہے کسی سبب سے ہو یا بلا کسی سبب ---۔ اور یہ امام اوزاعی رحمۃ اللہ، امام احمد رحمۃ اللہ، امام اسحاق ابن راہویہ رحمۃ اللہ، امام ابوثور رحمۃ اللہ، امام داود بن علی رحمۃ اللہ وغیرہم کا قول ہے)۔ "المحلى"(2/58-61)۔

(11)۔ امام ابن منذر رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: (اس مسئلہ میں دوسرا قول یہ ہے کہ: عورت اپنے اسکارف پر مسح کرسکتی ہے، ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ وہ اپنی اوڑھنی پر مسح کیا کرتی تھیں، اور حسن بصری سے یہی مروی ہے)۔ "الأوسط" (1/471)۔

(12)۔ شیخ ابن باز رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: (اگر عورت پر ایسا دوپٹہ ہو جس کے ذریعہ اس نے اپنے سر کو تھوڑی کے ساتھ مضبوط باندھ رکھا ہے اور اس کو نکالنے میں مشقت پیش آتی ہو تو وہ ایک دن اور ایک رات اس پر مسح کرسکتی ہے بشرطیکہ اس کو باطہارت پہنا ہو، جس طرح آدمی حدث کے بعد عمامہ باطہارت پہنتا ہے تو ایک دن اور ایک رات مسح کرتا ہے بشرطیکہ وہ عمامہ سر پر باندھا ہوا ہو کیونکہ کبھی اس کو کھولنے میں کچھ دشواری ضرور پیش آتی ہے، یہی معاملہ تھوڑی تک باندھے ہوئے دوپٹہ کا ہے بشرطیکہ وہ اس کو باطہارت پہنے ہو تو وہ خفین کی طرح اس پر ایک دن اور ایک رات مسح کرسکتی ہے جس طرح وہ مرد کی طرح خفین پر ایک دن اور ایک رات مسح کرسکتی ہے تاہم یونہی سر پر ڈالی گئی عام قسم کی اوڑھنی پر مسح نہیں کیا جاسکتا ہے بلکہ اس کو نکال کر سر پر مسح کیا جائے گا، یا اگر اس نے بے طہارت اس کو پہنا ہو تو بھی اس پر مسح نہیں کرسکتی بلکہ اس کو نکالے گی یا ایک دن اور ایک رات سے زیادہ مدت ہوجائے تو مرد کی طرح اس کو بھی نکالے گی)"فتاوی نور علی الدرب لابن باز بعناية الشويعر"(5/192)، نیز غسل جنابت کے وقت عورت کے دوپٹہ پر مسح کرنے کے بارے میں ابن باز سے دریافت کیا گیا تو فرمایا: (شریعت مطہرہ اور اہل علم کے کلام سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ غسل جنابت میں خفین، عمامہ اور اوڑھنی جیسے حوائل پر مسح کرنا بالاجماع ناجائز ہے بلکہ اس کا جواز صرف وضوء کے ساتھ خاص ہے جیسا کہ حدیث میں ہے:

وَعَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَسَّالٍ – رضى الله عنه – قَالَ: " كَانَ رَسُولُ اَللَّهِ – صلى الله عليه وسلم يَأْمُرُنَا إِذَا كُنَّا سَفْرًا أَنْ لَا نَنْزِعَ خِفَافَنَا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَلَيَالِيَهُنَّ، إِلَّا مِنْ جَنَابَةٍ وَلَكِنْ مِنْ غَائِطٍ، وَبَوْلٍ، وَنَوْمٍ "

سیدنا صفوان بن عسال مرادی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "جب ہم سفر پر ہوتے یا سفر کرنے والے ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں حکم دیتے تھے کہ "ہم سفر کے دوران تین دن و تین رات اپنے موزے نہ نکالیں، مگر غسل جنابت کے لیے، پاخانہ پیشاب کرکے اور سو کر اٹھنے پر موزے نہ نکالیں()"

(سنن ترمذی/کتاب: مسنون ادعیہ واذکار/باب: توبہ واستغفار کی فضیلت اور بندوں پر اللہ کی رحمتوں کا بیان۔ حدیث نمبر: 3535، شیخ البانی رحمۃ اللہ نے التعلیق الرغیب (4/73) میں اس حدیث کو حسن قرار دیا)

" مجموع فتاوی ابن باز (10/168) "

(13)۔ شیخ ابن عثیمین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: (امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ اگر اسکارف وغیرہ کو تھوڑی کے نیچے لپیٹا جائے تو اس پر مسح کیا جاسکتا ہے کیونکہ بعض صحابیات رَضِيَ اللّٰہُ عنهنَّ سے اس کے ثبوت میں روایات وارد ہیں، بہرحال اگر کسی طرح کی مشقت ہو چاہے سرد موسم کی وجہ سے ہو یا نکال کر دوبارہ لپیٹنے میں مشقت ہو تو اس طرح کی صورتحال میں اجازت دیئے جانے میں کوئی حرج نہیں، اور اگر اس طرح کی صورتحال نہ ہو تو بہتر یہ ہے کہ وہ مسح نہ کرے)۔ "مجموع فتاوی ورسائل العثیمین" (11/171)، "الشرح الممتع" (1/239)۔

(14)۔ امام ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "المغني" (1/222)، امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی "شرح العمدۃ" (1/135)، "کشاف القناع" (1/112،113)۔

ٹوپی پر مسح کرنا درست نہیں (1) اور اس پر چاروں فقہی مذاہب: حنفیہ (2)، مالکیہ (3)، شافعیہ (4) اور حنابلہ (5) کا اتفاق ہے؛ اس کی وجہ یہ ہے کہ ٹوپی کے ضمن میں کوئی شرعی نص وارد نہیں ہے، اس لئے وہ عمامہ کے حکم میں نہیں ہوگی۔

(1)۔القلانس: قَلَنسُوۃ کی جمع ہے اور یہ وہ اونی یا سوتی ٹوپی ہوتی ہے جس پر عمامہ کو باندھا جاتا ہے "المخصص" (1/392)، "مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح" (7/2777)۔ اور المعجم الوسیط (2/754) میں ہے: (القلنسوۃ): سر پر پہنی جانے والی مختلف اقسام اور اشکال کی ٹوپیوں کو کہتے ہیں۔ اتارنے کی مشقت کے پیش نظر شیخ ابن عثیمین رحمۃ اللہ علیہ نے بعض ٹوپیوں کو مستثنی کرتے ہوئے کہا: (راجح قول یہ ہے کہ جن ٹوپیوں کو نکالنے میں مشقت لاحق ہو تو ان پر مسح کیا جاسکتا ہے جیسے بڑی بڑی ٹوپیاں اور استر والی ہیٹ) "الموقع الرسمي لابن عثيمين- التعليقات على الكافي"۔

(2)۔ علامہ زیلعی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "تبیین الحقائق" (1/52)، نیز ملاحظہ فرمائیں: کمال ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "فتح القدیر" (1/157)۔

وضوء کی ترتیب - نمبر 6: دونوں قدم ٹخنہ سمیت دھونا

آیت:وارجلکم الی الکعبین

حدیث:ویل للاعقاب من النار

قدموں (پاؤں) کو ٹخنہ سمیت دھونا

دونوں پیر دھونا

وضوء میں ٹخنوں (1) سمیت دونوں قدم دھونا فرض ہے

(1)۔الکعبان: وہ دو ابھری ہوئی ہڈیاں جو پنڈلی کے جوڑ اور قدم کے دونوں جانب ہوتی ہیں۔ ابن الأثیر کی کتاب "النهاية"(4/178)۔

دلائل:

اول: کتاب اللہ کی دلیل

اللہ تعالی کا فرمان ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُؤُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا [المائدة: ٦](٢).

اے ایمان والو! جب تم نماز کے لئے اٹھو تو اپنے منھ کو، اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھولو اپنے سروں کا مسح کرو اور اپنے پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھولو، اور اگر تم جنابت کی حالت میں ہو تو غسل کرلو،

(3) ۔حطاب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "مواهب الجليل"(1/298)۔

(4) ۔امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "المجموع"(1/463-464)، شربيني کی کتاب "مغني المحتاج"(1/53)۔

(5) ۔مرداوي کی کتاب "الإنصاف"(1/170)، بهوتي کی کتاب "شرح منتهى الإرادات"(1/62)۔

دوم: اجماع کی دلیل

اس مسئلہ میں امام ابن منذر رحمۃ اللہ علیہ (4)، امام ماوردی رحمۃ اللہ علیہ (5) اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ (6) نے اجماع (3) نقل کیا ہے۔

(3) ۔ دونوں قدم کے دھونے اور ان پر مسح کرنے کے ضمن میں نقل کئے گئے اختلاف کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ دیکھیں: امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "المحلی" (1/301)، ابن عبد البر کی کتاب "التمہید" (4/31)، ابن العربي رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "عارضة الأحوذي" (1/69)، امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "المجموع" (1/417)۔

(4) ۔ امام ابن منذر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: (اہل علم کی اکثریت اس بات پر متفق ہے کہ قدم میں موزے نہ ہوں تو ٹخنوں سمیت دونوں قدم دھونا واجب ہے) امام ابن منذر رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "الأوسط" (2/60)۔

(5) ۔ امام ماوردی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: (کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نصوص کی روشنی میں وضوء میں دونوں قدموں کے دھونے پر اجماع ثابت ہے اور تمام فقہاء کے نزدیک (قدم میں موزے نہ ہوں تو) مسح کرنا نہیں بلکہ ان کا دھونا فرض ہے) "الحاوي الكبير" (1/123)۔

(6)۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: (دونوں قدموں کے دھونے کے وجوب پر امت مسلمہ کا اجماع ہے اور اس سلسلہ میں کسی معتبر و مستند اہل علم کا اختلاف ثابت نہیں ہے، اسی طرح کا قول شیخ أبو حامد وغیرہ نے ذکر کیا ہے) "المجموع" (1/417)۔

جوتوں پر مسح کرنا درست نہیں؟

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

((حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي دَاوُدَ، قَالَ: ثنا أَحْمَدُ بْنُ الْحُسَيْنِ اللِّهْبِيُّ، قَالَ: ثنا ابْنُ

أَبِي فُدَيْكٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ نَافِعٍ: أَنَّ ابْنَ عُمَرَ، كَانَ إِذَا تَوَضَّأَ وَنَعْلَاهُ فِي قَدَمَيْهِ ، مَسَحَ عَلَى ظُهُورِ قَدَمَيْهِ بِيَدَيْهِ وَيَقُولُ: «كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ هَكَذَا» فَأَخْبَرَ ابْنُ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ كَانَ فِي وَقْتٍ مَا كَانَ يَمْسَحُ عَلَى نَعْلَيْهِ ، يَمْسَحُ عَلَى قَدَمَيْهِ فَقَدْ يَحْتَمِلُ أَنْ يَكُونَ مَا مَسَحَ عَلَى قَدَمَيْهِ ، هُوَ الْفَرْضُ ، وَمَا مَسَحَ عَلَى نَعْلَيْهِ كَانَ فَضْلًا . فَحَدِيثُ أَبِي أَوْسٍ ، يَحْتَمِلُ عِنْدَنَا مَا ذَكَرَ فِيهِ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَسْحِهِ عَلَى نَعْلَيْهِ ، أَنْ يَكُونَ كَمَا قَالَ أَبُو مُوسَى ، وَالْمُغِيرَةُ ، أَوْ كَمَا قَالَ ابْنُ عُمَرَ. فَإِنْ كَانَ كَمَا قَالَ أَبُو مُوسَى وَالْمُغِيرَةُ ، فَإِنَّا نَقُولُ بِذَلِكَ ، لِأَنَّا لَا نَرَى بَأْسًا بِالْمَسْحِ عَلَى الْجَوْرَبَيْنِ ، إِذَا كَانَا صَفِيقَيْنِ قَدْ قَالَ ذَلِكَ أَبُو يُوسُفَ ، وَمُحَمَّدٌ. وَأَمَّا أَبُو حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَى ، فَإِنَّهُ كَانَ لَا يَرَى ذَلِكَ حَتَّى يَكُونَا صَفِيقَيْنِ ، وَيَكُونَا مُجَلَّدَيْنِ ، فَيَكُونَانِ كَالْخُفَّيْنِ. وَإِنْ كَانَ كَمَا قَالَ ابْنُ عُمَرَ ، فَإِنَّ فِي ذَلِكَ إِثْبَاتَ الْمَسْحِ عَلَى الْقَدَمَيْنِ ، فَقَدْ ثَبَتَ ذَلِكَ ، وَمَا عَارَضَهُ وَمَا نَسَخَهُ فِي بَابِ فَرْضِ الْقَدَمَيْنِ. فَعَلَى أَيِّ الْمَعْنَيَيْنِ كَانَ وَجْهُ حَدِيثِ أَوْسِ بْنِ أَبِي أَوْسٍ ، مِنْ مَعْنَى حَدِيثِ أَبِي مُوسَى ، وَالْمُغِيرَةِ ، وَمِنْ مَعْنَى حَدِيثِ ابْنِ عُمَرَ ، فَلَيْسَ فِي ذَلِكَ مَا يَدُلُّ عَلَى جَوَازِ الْمَسْحِ عَلَى النَّعْلَيْنِ. فَلَمَّا احْتَمَلَ حَدِيثُ أَوْسٍ مَا ذَكَرْنَا ، وَلَمْ يَكُنْ فِيهِ حُجَّةٌ فِي جَوَازِ الْمَسْحِ عَلَى النَّعْلَيْنِ ، الْتَمَسْنَا ذَلِكَ مِنْ طَرِيقِ النَّظَرِ ، لِنَعْلَمَ كَيْفَ حُكْمُهُ؟ فَرَأَيْنَا الْخُفَّيْنِ اللَّذَيْنِ قَدْ جَوَّزَ الْمَسْحَ عَلَيْهِمَا إِذَا تَخَرَّقَا ، حَتَّى بَدَتِ الْقَدَمَانِ مِنْهُمَا أَوْ أَكْثَرُ الْقَدَمَيْنِ ، فَكُلٌّ قَدْ أَجْمَعَ أَنَّهُ لَا يُمْسَحُ عَلَيْهِمَا . فَلَمَّا كَانَ الْمَسْحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ إِنَّمَا يَجُوزُ إِذَا غَيَّبَا الْقَدَمَيْنِ ، وَيَبْطُلُ

ذَلِكَ إِذَا لَمْ يُغَيِّبَا الْقَدَمَيْنِ ، وَكَانَتِ النَّعْلَانِ غَيْرَ مُغَيِّبَيْنِ لِلْقَدَمَيْنِ ، ثَبَتَ أَنَّهُمَا كَالْخُفَّيْنِ اللَّذَيْنِ لَا يُغَيِّبَانِ الْقَدَمَيْنِ))

ابن ابی ذئب رحمۃ اللہ علیہ نے نافع رحمۃ اللہ علیہ سے روایت نقل کی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ سیدنا عبد اللہ ابن عمر جب وضو فرماتے اور وہ جوتے پہنے ہوئے ہوتے تو پیر کا جتنا حصہ جوتے کے باہر ہوتا اس پر وہ مسح کر لیتے نیز سیدنا عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما یہ کہتے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ سیدنا عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے قول کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جوتوں پر مسح نہ کرتے بلکہ جوتے کے باہر پیر کے حصے پر مسح فرماتے یعنی سیدنا عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ خبر دی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اوقات اپنے پیروں پر مسح کرتے تو جوتوں پر مسح کر لیتے لہذا اس قول میں اس بات کا احتمال ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیروں پر اس قدر مسح فرمایا جو کہ فرض ہے اور جوتوں پر مسح کیا وہ اضافہ تھا چنانچہ سیدنا ابو اوس رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی ہمارے ہاں یہی احتمال رکھتی ہے جو سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی حدیث مذکور ہے یا جو کچھ سیدنا عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں مذکور ہے لہذا اگر سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ اور سیدنا مغیر بن شعبہ رضی اللہ عنہ ان دونوں کی حدیث جیسا معنی لیا جائے تو ہم یہ کہیں گے کہ ہمارے نزدیک بھی ان جرابوں پر مسح کرنے میں کچھ حرج نہیں البتہ اس میں یہ ہے کہ وہ جرابیں موٹی ہونی چاہئے یہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور محمد بن حسن الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جرابوں پر مسح اس وقت تک جائز نہیں سمجھتے تھے جب تک کہ وہ جرابیں موٹی نہ ہوں اور ان کے تلے چمڑے کے نہ ہوں یعنی کہ جرابیں موزوں کی مانند ہونا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں لازم ہے اور اگر سیدنا عبد اللہ ابن عمر کی حدیث کا مفہوم لیا جائے تو اس حدیث میں پیروں پر بھی مسح کا ذکر ہے "باب فرض القدمین" میں ہم نے اس کے معارض اور ناسخ کو نقل کر دیا ہے لہذا سیدنا اوس بن ابی اوس رضی اللہ عنہ کی حدیث کو سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ اور سیدنا

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی مرویات کے معنی میں لیں یا سیدنا عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کے معنی میں کسی بھی حدیث سے جوتوں پر مسح کرنا ثابت نہیں ہوتا چنانچہ جب سیدنا اوس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں احتمال ہے اور جوتوں پر مسح کی دلیل نہیں ہے، اب ہم نے حدیث پر غور و فکر کیا تو اس کا حکم ظاہر ہو گیالہذا غور و فکر کرنے سے یہ بات معلوم ہوئی کہ وہ موزے جن پر مسح کا جواز ثابت کیا گیا جب وہ موزے اس حد تک پھٹ جائیں کہ اس میں سے پیر کا کچھ حصہ نظر آنے لگ جائے تو تمام علمائے کرام اس بات پر اتفاق رکھتے ہیں کہ ان پھٹے ہوئے موزوں پر مسح کرنا درست نہیں ہے چنانچہ جب موزوں کے مسح میں یہ شرط ہے کہ موزوں میں پوری طرح پیر چھُپ جائیں لہذا جب دونون پاؤں موزوں کے پھٹنے یا پیروں کے باہر نکل جانے ان دونوں صورتوں میں ان پر مسح کرنا جائز نہیں اسی طرح جوتوں میں دونوں پیروں کا اکثر حصہ چُھپا ہوا نہیں رہتا تو اس سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ جوتے موزوں کی طرح نہیں ہیں جن سے پاؤں پوری طرح چُھپ جاتے ہیں چنانچہ جوتوں پر مسح کرنا جائز نہیں۔

(شرح معانی الآثار للطحاوی 1 /97، کتاب الطہارۃ، "باب المسح علی النعلین "، الناشر: عالم الکتب)

ائمہ اربعہ رحمۃ اللہ علیہم کے یہاں جوتوں پر مسح کرنا صحیح نہیں چنانچہ اس پر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ باب قائم کرتے ہوئے کہتے ہیں:

((بَابُ غَسْلِ الرِّجْلَيْنِ وَلاَ يَمْسَحُ عَلَى الْقَدَمَيْنِ))

"باب: دونوں پاؤں دھونا چاہیے اور قدموں پر مسح نہ کرنا چاہیے۔"

(صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب نمبر:27)

(حدیثِ عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما)

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

((تَخَلَّفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنَّا فِي سَفْرَةٍ سَافَرْنَاهَا، فَأَدْرَكَنَا وَقَدْ أَرْهَقْنَا الْعَصْرَ، فَجَعَلْنَا نَتَوَضَّأُ وَنَمْسَحُ عَلَى أَرْجُلِنَا، فَنَادَى بِأَعْلَى صَوْتِهِ:" وَيْلٌ لِلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا))

کہ (ایک مرتبہ) رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ایک سفر میں ہم سے پیچھے رہ گئے، پھر (تھوڑی دیر بعد) آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ہم کو پالیا اور عصر کا وقت آ پہنچا تھا، ہم وضو کرنے لگے اور (اچھی طرح پاؤں دھونے کی بجائے جلدی میں) ہم پاؤں پر مسح کرنے لگے، آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا "وَيْلٌ لِلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ" ایڑیوں کے لیے آگ کا عذاب ہے، دو مرتبہ یا تین مرتبہ فرمایا۔

(صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب: دونوں پاؤں دھونا چاہیے اور قدموں پر مسح نہ کرنا چاہیے، حدیث نمبر :163۔و صحیح المسلم:241[570]۔وسنن ابوداود:97۔وسنن النسائی:111۔وسنن ابن ماجہ:451)

امام ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

پیروں اور ایڑیوں کو دھونے کا حکم اس وقت ہے جبکہ وہ موزوں یا جرابوں سے ڈھکی ہوئی نہ ہوں امام ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ اس پر باب قائم کرتے ہوئے کہتے ہیں:

((بَابُ التَّغْلِيظِ فِي تَرْكِ غَسْلِ الْعَقِبَيْنِ فِي الْوُضُوءِ " وَالدَّلِيلُ عَلَى أَنَّ الْفَرْضَ غَسْلُ الْقَدَمَيْنِ لَا مَسْحُهُمَا، إِذَا كَانَتَا بَادِيَتَيْنِ غَيْرَ مُغَطَّيَتَيْنِ بِالْخُفِّ أَوْ مَا يَقُومُ مَقَامَ الْخُفِّ، لَا عَلَى مَا زَعَمَتِ الرَّوَافِضُ أَنَّ الْفَرْضَ مَسْحُ الْقَدَمَيْنِ لَا غَسْلُهُمَا، إِذْ لَوْ كَانَ الْمَاسِحُ عَلَى الْقَدَمَيْنِ مُؤَدِّيًا لِلْفَرْضِ، لَمَا جَازَ أَنْ يُقَالَ لِتَارِكِ فَضِيلَةٍ: وَيْلٌ لَهُ، وَقَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «وَيْلٌ لِلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ» ، إِذَا تَرَكَ الْمُتَوَضِّئُ غَسْلَ عَقِبَيْهِ))

اور اس بات کی دلیل کا بیان کہ دونوں پیر جب موزوں ی جرابوں میں نہ ہوں تو دونوں پیروں کو دھونا فرض ہے ان پر مسح کرنا درست نہیں، اور یہ عمل رافضیوں کے قول کی مخالفت ہے رافضی یہ کہتے ہیں کہ پیروں پر مسح کرنا فرض ہے پیروں کا دھونا فرض نہیں ہے کیونکہ اگر پیروں پر مسح کرنے والا فرد فرض کو ادا کرنے والا ہوتا تو افضلیت کو چھوڑنے والے انسان کے لئے تباہی اور جہنم کی وعید سنانا جائز نہ ہوتا لہذا نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "ایڑیوں کے لیے آگ کا عذاب ہے"، نبی کریم نے یہ وعید اس وقت سنائی جبکہ وضو کرنے والوں نے (جلدبازی میں) ایڑیوں کو اچھی طرح نہیں دھویا تھا۔

(صحیح ابن خزیمہ: 1/83، الناشر: المکتب الاسلامی، بیروت)

شیخ ابن عثیمین رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

اس حدیث کی شرح میں شیخ ابن عثیمین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

((وهذا مسلك جيد، هذا المسلك مسلك جيد . لكن الاحتياط أن يخلع النعلين وأن يغسل الرجلين لعموم : (ويل للأعقاب من النار)، والبخاري رحمه الله جزم بأنه لا يمسح على النعلين))

یہ ایک اچھا مسلک ہے لیکن بطورِ احتیاط جوتوں کو اتار کر پاؤں دھولینا بہتر ہے " وَيْلٌ لِلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ ایڑیوں کے لیے آگ کا عذاب ہے"، چنان چہ امام بخاری نے کامل یقین کے ساتھ کہا کہ جوتوں پر مسح نہیں کیا جائے گا۔

(شرح (بخاری) کتاب الوضوء، غسل و تیمم لابن عثیمین)

https://www.alathar.net/home/esound/index.php?op=codevi&coid=39887

شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

((قلت: قد يوهم هذا الكلام أن المسح على النعلين غير جائز ودفعا

لذلك أقول:قد صح عنه صلى الله عليه وسلم المسح على النعلين استقلالا دون ذكر الجوربين من حديث علي بن أبي طالب وأوس بن أبي أوس الثقفي وابن عمر وصححه ابن القطان كما في "شرح علوم الحديث" للعراقي ص ١٢ وقد تكلمت على أسانيدها في "صحيح سنن أبي داود" رقم ١٥٠ و١٥٦. فهذه الأحاديث تدل على جواز المسح على النعلين أيضا وقد ثبت ذلك عن بعض السلف أيضا كما يأتي قريبا ففيه دليل واضح على عدم اشتراط كون الخف ساترا لمحل الفرض كما نقله المؤلف عن شيخ الإسلام ص ١٠٦))

اس بات پر یہ غلط فہمی ہو سکتی ہے کہ نعلین پر مسح کرنا جائز نہیں اور اس شبہ کے دور کرنے کے لئے میں یہ کہتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ سے بغیر موزوں کے جوتوں پر مسح کرنا ثابت ہے جیسا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ ،اوس بن اوس ثقفی رضی اللہ عنہ اور عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ احادیث صحیح ثابت ہیں جیسا کہ ابن القطان نے صحیح کہا ہے:" شرح علوم الحدیث للعراقی، صفحہ:12 "میں میں نے ان کی سندوں پر صحیح ابی داؤد حدیث نمبر:150 سے لیکر 156 تک مفصل گفتگو کی ہے چنانچہ یہ احادیث نعلین پر مسح کرنے پر دلالت کرتی ہیں اور سلف میں سے بعض کا یہی عمل ہے میں اس کا بھی عنقریب ذکر کروں گا لہذا اس میں موزوں کے محل فرض کے ساتر نہ ہونے کی شرط پر کھلی دلیل ہے جیسا کہ مؤلف(سید سابق)نے شیخ الاسلام سے صفحہ نمبر:106 میں نقل کیا ہے۔

((قلت: وهذا مذهب علي بن أبي طالب أيضا فقد أخرج البيهقي ١ / ٢٨٨ والطحاوي في "شرح المعاني" ١ / ٥٨ عن أبي ظبيان أنه رأى عليا رضي الله عنه بال قائما ثم دعا بماء فتوضأ ومسح على نعليه ثم دخل المسجد فخلع نعليه ثم صلى زاد البيهقي: "فأم الناس". وإسنادهما صحيح على شرط الشيخين. وفيه دليل على جواز المسح

على النعلين وقد صح ذلك عن النبي صلى الله عليه وسلم في أحاديث سبقت الإشارة إليها))

میں (شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہوں کہ سیدنا علی کا بھی یہی مذہب ہے، امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے 1/288 میں اور امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح معانی: 1/58 میں ابوظبیان سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے سیدنا علی رحمۃ اللہ علیہ کو کھڑے ہو کر پیشاب کرتے دیکھا اور اس کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ پانی مانگا اور وضو کیا اور اپنے جوتوں پر مسح کیا پھر مسجد میں داخل ہوئے اور اپنی نعلین کو اتارا اور نماز ادا فرمائی۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے (فأم الناس) کے اضافے کے ساتھ اس روایت کو بیان کیا ہے یعنی کہ سیدنا علی نے لوگوں کی امامت فرمائی اور ان دونوں کی اسناد بخاری کی شرط پر صحیح ہیں۔ اور اس میں جوتوں پر مسح کرنے کی دلیل موجود ہے اور یہ روایت ان بہت ساری روایات میں سے ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح ثابت ہیں۔

(تمام المنۃ فی التعلیق علی فقہ السنۃ للالبانی، صفحہ:115-113،" ومن المسح علی الخفین" الناشر: دارالرایۃ)

موزوں پر مسح کی کیفیت

(حدیث مغیر رضی اللہ عنہ)

موزوں پر مسح کا طریقہ یہ ہے کہ اگر بحالتِ وضو موزے پہنے گئے ہوں تو ان پر مسح کیا جائے گا لیکن اگر کسی نے بغیر وضو موزے پہن لئے تو اس صورت میں موزے اتار کر پہلے وضو کرے پھر موزے پہن لے اور اس کے بعد اگر وضو ٹوٹ تا ہے تو اس وقت اس کو موزے اتارنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ وہ پیر دھونے کے بجائے موزوں پر مسح کرے گا یہ عمل سنت سے ثابت ہے اور یہی افضل عمل ہے جیسا کہ حدیث میں ہے سیدنا مغیر بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَأَهْوَيْتُ لِأَنْزِعَ خُفَّيْهِ، فَقَالَ:" دَعْهُمَا، فَإِنِّي أَدْخَلْتُهُمَا طَاهِرَتَيْنِ، فَمَسَحَ عَلَيْهِمَا"))

"کہ میں ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا، تو میں نے چاہا (کہ وضو کرتے وقت) آپ ﷺ کے موزے اتار ڈالوں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ انہیں رہنے دو، چونکہ جب میں نے انہیں پہنا تھا تو میرے پاؤں پاک تھے، (یعنی میں وضو سے تھا) پس آپ ﷺ نے ان پر مسح کیا۔"

(صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب: وضو کر کے موزے پہننے کے بیان میں، حدیث نمبر: 206۔ و صحیح مسلم: 274[631])

ان تمام احادیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جس نے وضو کی حالت میں موزے پہنے ہوں پھر وضو ٹوٹنے پر وضو کر کے موزوں پر صرف مسح کافی ہو گا اور اس سے وضو پورا ہو جائے گا اور اگر کوئی اس کے بعد اپنے موزے اتار بھی لیتا ہے تو اس میں کوئی بات نہیں بعض لوگ کہتے ہیں اگر کوئی وضو کے بعد موزوں پر مسح کر کے موزے اتارتا ہے تو اس کا وضو ٹوٹ جاتا ہے لہذا اس کو نیا وضو کرنا پڑے گا بعض کہتے ہیں کہ موزے اتارنے کے بعد صرف پیر دھولینا کافی ہیں لیکن درست اور راجح قول یہ ہے کہ بحالتِ وضو موزے اتارنے سے وضو نہیں ٹوٹتا کیونکہ جس وقت موزے پہنے تھے اس وقت وہ وضو کی حالت میں تھا لہذا موزے اتارنے سے کوئی نقصان نہیں ہو گا اس مسئلے میں علمائے کرام کا اختلاف ہے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

((وَقَدِ اخْتَلَفَ الْعُلَمَاءُ فِي هَذِهِ الْمَسْأَلَةِ فَمَذْهَبُنَا أَنَّهُ يُشْتَرَطُ لُبْسُهُمَا عَلَى طَهَارَةٍ كَامِلَةٍ حَتَّى لَوْ غَسَلَ رِجْلَهُ الْيُمْنَى ثُمّ لَبِسَ خُفَّهَا وَغَسَلَ الْيُسْرَى ثُمّ لَبِسَ خُفَّهَا لَمْ يَصِحّ لُبْسُ الْيُمْنَى فَلَا بُدّ مِنْ نَزْعِهَا وَإِعَادَةِ لُبْسِهَا وَلَا يَحْتَاجُ إِلَى نَزْعِ الْيُسْرَى لِكَوْنِهَا أُلْبِسَتْ بَعْدَ كَمَالِ الطّهَارَةِ وَشَذّ بَعْضُ أَصْحَابِنَا فَأَوْجَبَ نَزْعَ الْيُسْرَى أَيْضًا وَهَذَا الّذِي ذَكَرْنَاهُ

مِنَ اشْتِرَاطِ الطَّهَارَةِ فِي اللُّبْسِ هُوَ مَذْهَبُ مَالِكٍ وَأَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ وَسُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَيَحْيَى بْنُ آدَمَ وَالْمُزَنِيُّ وَأَبُو ثَوْرٍ وَدَاوُدُ يَجُوزُ اللُّبْسُ عَلَى حَدَثٍ ثُمَّ يُكْمِلُ طَهَارَتَهُ وَاللهُ أَعْلَمُ))

علماء نے اس مسئلہ میں اختلاف کیا ہے ہمارے مذہب کا طریقہ یہ ہے کہ یہ لازم ہے کہ مکمل طہارت کے بعد موزے پہنے جائیں اگر کسی نے وضو کیا اور پیر دھوتے ہوئے ایک پیر دھو لیا اور دوسرا پیر دھونے سے پہلے دھوئے ہوئے سیدھے پیر میں موزہ پہن لیا تو اس کا یہ وضو کامل نہیں مانا جائے گا یہاں تک کہ وہ اپنا وضو مکمل کرے اور اس کے بعد موزہ پہنے کیونکہ جس وقت وہ موزہ پہن رہا تھا اس وقت اس کا وضو پورا نہیں ہوا تھا لہذا وہ شخص سب سے پہلے سیدھے پیر سے موزہ اتارے اور وضو کے کامل ہونے کے بعد پہنے بعض یہ کہتے ہیں کہ اس میں یہ ہے کہ سیدھے پیر کا موزہ اتارنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اس وقت اس کا وضو پورا ہو چکا تھا لیکن ہمارے بعض اصحاب نے شذوذ اختیار کیا وہ کہتے ہیں کہ بائیں پیر کا موزہ بھی اتارنا ہوگا اور کامل وضو کے بعد پہننا ہوگا لیکن امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، امام اسحاق ابن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ، ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ، سفیان الثوری رحمۃ اللہ علیہ، یحیٰ ابن آدم رحمۃ اللہ علیہ، مزنی رحمۃ اللہ علیہ، ابو ثور رحمۃ اللہ علیہ اور ابو داود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ پہنا ہوا موزہ حدث کی حالت میں بھی صحیح ہے اس کے بعد وہ اپنی طہارت پوری کر سکتا ہے۔

(شرح مسلم للنووی:3/170، کتاب الطہارۃ، "باب المسح علی الخفین" الناشر: داراحیاء التراث العربی، بیروت)

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

((الْمَسْحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ " فَإِنَّهُ لَمْ يَنْقُلْ أَحَدٌ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا لَبِسَ الْخُفَّيْنِ عَلَى طَهَارَةٍ ثُمَّ أَحْدَثَ أَنَّهُ يَنْزِعُهُمَا وَيَغْسِلُ رِجْلَيْهِ بَلْ كَانَ يَمْسَحُ عَلَيْهِمَا وَهَذَا مَوْرِدُ النِّزَاعِ فَأَمَّا إِذَا لَمْ

يَكُنْ عَلَيْهِ خُفَّانِ فَفَرْضُهُ الْغَسْلُ وَلَا يُشْرَعُ لَهُ أَنْ يَلْبَسَ الْخُفَّيْنِ لِأَجْلِ الْمَسْحِ بَلْ صُورَةُ الْمَسْأَلَةِ إِذَا لَبِسَهُمَا لِحَاجَتِهِ فَهَلْ الْأَفْضَلُ))

مسح علی خفین کے بارے میں کسی سے یہ بات منقول نہیں کہ نبی کریم ﷺ نے موزوں کو وضو کے بعد پہنا ہو اور پھر وضو ٹوٹ جانے پر دوبارہ سے وضو کرتے وقت موزوں کو اتار کر وضو میں پیر دھوئے ہوں بلکہ مسح کرتے تھے اور یہی نقطہ اختلافی ہے اور اگر پیروں میں موزے نہ ہوں تو ان کو دھونا فرض ہے اس وقت یہ مشروع نہیں کہ مسح کرنے کے لیے موزے پہنے۔

(مجموع الفتاویٰ لابن تیمیہ:26/94،" باب الإحرام بيان معنى قوله صلى الله عليه وسلم: " عمرة في رمضان تعدل حجة"،الناشر: مجمع الملك فهد لطباعة المصحف الشريف- المدينة المنورة-السعودية)

الشیخ محمد ابن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

((وهل المسح أفضل، أم غسل الرجلين أفضل، أم هما سواء؟ قال الشيخ تقي الدين: وفصل الخطاب أن الأفضل في حق كل واحد ما هو الموافق لحال قدمه))

مسح (خفین) افضل ہے یا پاؤں دھونا افضل ہے یا یہ دونوں برابر ہیں؟ شیخ تقی الدین کہتے ہیں اگر پاؤں میں موزے نہ پہنے ہوں تو پاؤں دھونا افضل ہے اور اگر پیر میں موزے پہنے ہوئے ہوں تو اس حالت میں موزوں پر مسح کرنا افضل ہے (اگر وہ موزے بحالتِ وضو پہنے گئے ہوں)۔

(الطہارۃ لمحمد ابن عبد الوہاب، صفحہ:3/22،"باب المسح على الخفين"الناشر: جامعۃ الامام محمد بن سعود، الریاض، المملکۃ العربیۃ السعودیۃ)

موزوں پر کس جانب مسح کرنا افضل ہے

(حدیثِ علی رضی اللہ عنہ)

امیر المؤمنین سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((لَوْ كَانَ الدِّينُ بِالرَّأْيِ، لَكَانَ أَسْفَلُ الْخُفِّ أَوْلَى بِالْمَسْحِ مِنْ أَعْلَاهُ، وَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ عَلَى ظَاهِرِ خُفَّيْهِ))

"اگر دین (کا معاملہ) رائے اور قیاس پر ہوتا، تو موزے کے نچلے حصے پر مسح کرنا اوپری حصے پر مسح کرنے سے بہتر ہوتا، حالانکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے دونوں موزوں کے اوپری حصے پر مسح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔"

(سنن ابوداود، کتاب الطہارۃ، باب: موزوں پر مسح کیسے کرے؟، حدیث نمبر :162، شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

حدیث کی مکمل تخریج:

"تفرد به أبوداود، (تحفة الأشراف: 10204)، وقد أخرجه: مسند احمد (1/95، سنن الدارمی/ الطهارة 43(742) (صحيح)

وأخرجه والبيهقي1/292من طريق يزيد بن عبد العزيز، والبزار (788) ، والدارقطني في "السنن"1/199 من طريق حفص بن غياث، والبزار (789) من طريق محاضر بن المورع، والنسائي في "الكبرى" (119) من طريق عيسى بن يونس

وأخرجه الدارقطني في "العلل" 4/47 من طريق سفيان الثوري، والبيهقي 1/292 من طريق إبراهيم بن طهمان، كلاهما عن أبي إسحاق، به.

وأخرجه ابن أبي شيبة1/19 عن وكيع، بهذا الإسناد. ولفظه عن علي قال: لو

كان الدين بالرأي كان باطن القدمين أحق بالمسح من ظاهرهما، ولكن رأيت رسول الله صَلّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلّمَ مسح ظاهرهما.

وأخرجه بهذا اللفظ ابن أبي شيبة 1/181، وأبو داود (162) و (164)، والدارقطني 1/199، والبيهقي 1/292، والبغوي (239) من طريق حفص بن غياث، عن الأعمش، به. وأورد الحافظ ابن حجر في هذا الحديث من رواية أبي داود في "التلخيص الحبير"1/160وفي "بلوغ المرام" (65)، فصحح إسناده في الأول، وحسنه في الثاني

شیخ ابن عثیمین رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

((وقد يقول قائل : إن ظاهر الأمر قد يكون باطن الخف أولى بالمسح لأنه هو الذي باشر التراب والأوساخ ، لكن عند التأمل نجد أن مسح أعلى الخف هو الأعلى والذي يدل عليه العقل ، لأن هذا المسح لا يراد به التنظيف والتنقية ، وإنما يراد به التعبد ، ولو أننا مسحنا أسفل الخف لكان ذلك تلويثاً له))

"کوئی یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ موزوں کا نچلا حصہ مسح کے زیادہ لائق ہے کیونکہ موزوں کا نچلا حصہ زمین پر لگتا ہے جس کی وجہ سے موزوں میں گندگی اور غلاظت لگ سکتی ہے، لیکن غوروفکر کرنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ موزوں کے اوپری حصہ پر مسح کرنے کا حکم ہے، اور حکمت بھی اسی پر دلالت کرتی ہے، کیونکہ موزوں کے اوپری حصے کے مسح کا مقصد صفائی وستھرائی نہیں ہے، بلکہ اس کا مقصد عبادت ہے، اور اگر ہم موزوں کے نچلے حصے کا مسح کریں تو مسح کرنے سے موزوں کا نچلا حصہ تلوث کا شکار ہو جائے گا۔

(شرح الممتع علی زادالمستقنع لابن عثیمین:1/240،الناشر:دارابن الجوزی)

موزوں پر مسح کا طریقہ

پہلی حدیث:

((حَدَّثَنِي يَحْيَى، عَنْ مَالِك، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ ، أَنَّهُ رَأَى أَبَاهُ يَمْسَحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ، قَالَ:" وَكَانَ لَا يَزِيدُ إِذَا مَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ عَلَى أَنْ يَمْسَحَ ظُهُورَهُمَا وَلَا يَمْسَحُ بُطُونَهُمَا"))

حضرت ہشام بن عروہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے والد کو دیکھا جب وہ مسح کرتے تو موزوں کے اوپری حصے پر مسح کرتے موزوں کے نچلے حصے (تلے) پر مسح نہ کرتے۔

(مؤطا مالک روایۃ یحیٰی، کتاب الطہارۃ، موزوں کے مسح کے طریقہ کا بیان، حدیث نمبر 74، تخریج الحديث: "مقطوع صحيح، وأخرجه الأم للشافعي برقم:7/226،شركة الحروف نمبر:68،فواد عبدالباقي نمبر:2- كِتَابُ الطَّهَارَةِ-ح:45")

دوسری حدیث:

((حَدّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ يَزِيدَ، وَكَانَ ثِقَةً، عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، قَالَ: "سَأَلْتُ الزُهْرِيّ، عَنِ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفّيْنِ، فَقَالَ بِيَدَهِ هَكَذَا، وَأَمَرّ أَصَابِعَهُ مِنْ مُقَدّمِ رِجْلِهِ إِلَى فَوْقِهَا"))

مخلد بن یزید رحمۃ اللہ علیہ جو ثقہ ہیں وہ کہتے ہیں سعید بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ابن شہاب الزہری رحمۃ اللہ علیہ سے مسح کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا کہ ہاتھوں کو پاؤں کے اگلے حصے سے اوپری حصے کی طرف پھیرو۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ:1/169، کتاب الطہارۃ، في المسح على الخفين كيف هو، حدیث نمبر :1943، الناشر: دار التاج-لبنان۔ مکتبۃ الرشد-الریاض۔ مکتبۃ العلوم والحکم-المدینۃ المنورۃ)

شیخ ابن عثیمین رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

((يعني أن الذي يمسح هو أعلى الخف، فيُمرّ يده من عند أصابع الرجل إلى الساق فقط، ويكون المسح باليدين جميعاً على الرجلين جميعاً، يعني اليد اليمنى تمسح الرجل اليمنى، واليد اليسرى تمسح الرجل اليسرى في نفس اللحظة، كما تمسح الأذنان، لأن هذا هو ظاهر السنة، لقول المغيرة بن شعبة رضي الله عنه: "فمسح عليهما"، ولم يقل بدأ باليمنى بل قال: مسح عليهما، فظاهر السنة هو هذا. نعم لو فرض أن إحدى يديه لا يعمل بها فيبدأ باليمنى قبل اليسرى، وكثير من الناس يمسح بكلتا يديه على اليمنى وكلتا يديه على اليسرى، وهذا لا أصل له فيما أعلم. . . . وعلى أي صفة مسح أعلى الخف فإنه يجزئ لكن كلامنا هذا في الأفضل))

یعنی جیسا کہ موزوں پر حصہ کا مسح کیا جائے گا وہ موزوں کے اوپر کے حصے ہیں یعنی کہ جب کوئی موزوں پر مسح کرتا ہے تو موزوں پر مسح کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنے ہاتھ کو پیر کی انگلیوں سے صرف پنڈلی تک لیکر جائے گا اور موزوں پر مسح دونوں ہاتھوں سے دونوں پیروں پر ایک ساتھ کیا جائے گا جیسا کہ دائیں ہاتھ سے دائیں پیر پر اور بائیں ہاتھ سے بائیں پر ایک ہی وقت میں مسح کیا جائے گا جس طرح سے دونوں کانوں کا مسح ایک ساتھ کیا جاتا ہے بعینہٖ اسی طرح موزوں پر مسح کیا جائے گا کیونکہ یہی سنت کا طریقہ ہے جیسا کہ حدیث میں ہے سیدنا مغیر بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں موزوں پر مسح فرمایا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے یہ نہیں کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے دائیں پیر کے موزے پر مسح کیا پھر بائیں پیر کے موزے پر مسح کیا بلکہ یہ کہا کہ مسح کیا، لہٰذا اس حدیث کا یہی معنی ہے، اور اگر یہ مان لیا جائے کہ کسی شخص کا ایک ہاتھ کام نہیں کرتا ہے تو وہ سب

سے پہلے سیدھے پیر کے موزے پر مسح کرے گا پھر اس کے بعد بائیں پیر کے موزے پر مسح کرے گا، بہت سے لوگ اپنے دونوں ہاتھوں سے پہلے سیدھے پیر کا مسح کرتے ہیں پھر دونوں ہاتھوں سے بائیں پیر کا مسح کرتے ہیں میرے علم کے مطابق ایسا کرنا احادیث سے ثابت نہیں ہے اور کوئی شخص کسی بھی طریقے سے اپنے موزوں پر مسح کرلیتا ہے تو وہ اس کے لئے یہ مسح کافی مانا جائے گا البتہ میری یہ بات افضلیت کے لئے ہے۔
(فتاوی المراۃ المسلمۃ لابن عثیمین:1/50)

افضلیت کے اعتبار سے موزوں پر مسح کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کو پانی سے بگھو کر ہاتھوں کی انگلیوں کو کھول کر سیدھے ہاتھ کی انگلیوں سے سیدھے پیر کے اوپری حصے پر پنڈلی تک اس طرح پھیریں کہ انگلیوں پر لگا ہوا پانی ان موزوں پر لگ جائے اسی طرح دائیں ہاتھ سے دائیں پیر پر اسی عمل کو دہرائیں موزوں پر مسح مکمل ہو جائے گا اور یہ عمل دونوں ہاتھوں سے دونوں پیروں پر ایک ساتھ کیا جائے۔

❖ **نوٹ**: موزوں اور جرابوں پر مسح کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے۔

جرابوں پر مسح

(حدیث مغیرہ رضی اللہ عنہ)

سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((أَنّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى الْجَوْرَبَيْنِ وَالنَّعْلَيْنِ))

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا اور دونوں جرابوں اور جوتوں پر مسح کیا۔"

((قَالَ أَبُو دَاوُد: كَانَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ لَا يُحَدِّثُ بِهَذَا الْحَدِيثِ، لِأَنَّ الْمَعْرُوفَ عَنْ الْمُغِيرَةِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَسَحَ عَلَى

الْخُفَّيْنِ، قَالَ أَبُو دَاوُد، وَرُوِيَ هَذَا أَيْضًا، عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ مَسَحَ عَلَى الْجَوْرَبَيْنِ، وَلَيْسَ بِالْمُتَّصِلِ وَلَا بِالْقَوِيِّ، قَالَ أَبُو دَاوُد: وَمَسَحَ عَلَى الْجَوْرَبَيْنِ:عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ، وَابْنُ مَسْعُودٍ، وَالْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ، وَأَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، وَأَبُو أُمَامَةَ، وَسَهْلُ بْنُ سَعْدٍ، وَعَمْرُو بْنُ حُرَيْثٍ، وَرُوِيَ ذَلِكَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، وَابْنِ عَبَّاسٍ))

ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اس حدیث کو عبد الرحمٰن بن مہدی رحمۃ اللہ علیہ بیان نہیں کرتے تھے کیونکہ مغیرہ رضی اللہ عنہ سے معروف و مشہور روایت یہی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں موزوں پر مسح کیا، ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں یہ حدیث ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے، اور ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جرابوں پر مسح کیا، مگر اس کی سند نہ متصل ہے اور نہ قوی، ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ، براء بن عازب رضی اللہ عنہ، انس بن مالک رضی اللہ عنہ، ابو امامہ رضی اللہ عنہ، سہل بن سعد رضی اللہ عنہ اور عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ نے جرابوں پر مسح کیا ہے، اور یہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے۔

(سنن ابو داود، کتاب الطہارۃ، باب: جراب پر مسح کرنے کا بیان، حدیث نمبر: 159، شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے)

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

((وَاخْتَلَفُوا فِي جَوَازِ الْمَسْحِ عَلَى الْجَوْرَبَيْنِ، فَأَجَازَهُ جَمَاعَةٌ، إِذَا كَانَ ثَخِينَيْنِ لَا يَشِفَّانِ، وَهُوَ قَوْلُ الثَّوْرِيِّ، وَابْنِ الْمُبَارَكِ، وَالشَّافِعِيِّ، وَأَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ، وَأَصْحَابِ الرَّأْيِ، قَالَ الشَّافِعِيُّ: «إِذَا كَانَا منعلين يُمْكِنُ مُتَابَعَةُ الْمَشْيِ عَلَيْهِمَا))

جرابوں پر مسح کرنے کے بارے میں علمائے کرام کا اختلاف ہے لہذا امام سفیان الثوری رحمۃ اللہ علیہ، امام عبد اللہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، امام اسحاق ابن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ اور اصحاب الرائے یہ کہتے ہیں کہ جرابوں پر مسح کرنا جائز ہے شرط یہ ہے کہ جرابیں موٹی ہوں اور اس میں جسم نظر نہ آئے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اگر ان جرابوں کا تلا چمڑے کا ہو اور ان جرابوں کو پہن کر لگاتار چلنا پھرنا آسان ہو تو ان جرابوں پر مسح کیا جاسکتا ہے۔

((وَرُوِيَ عَنْ عُمَرَ، وَعَلِيٍّ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَالْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، وَأَنَسٍ، وَأَبِي أُمَامَةَ، وَسَهْلِ بْنِ سَعْدٍ «الْمَسْحُ عَلَى الْجَوْرَبَيْنِ»، وَلَمْ يُجَوِّزْ مَالِكٌ، وَالأَوْزَاعِيُّ الْمَسْحَ عَلَى الْجَوْرَبَيْنِ))

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ، سیدنا علی رضی اللہ عنہ، سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما، سیدنا براء ابن عازب رضی اللہ عنہ، سیدنا انس رضی اللہ عنہ، سیدنا ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ، سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ ان تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جرابوں پر مسح کرنے کا جواز ثابت ہے لیکن امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جرابوں پر مسح کرنا جائز نہیں ہے۔

(شرح السنة للبغوی:1/459، کتاب الطهارة، " باب المسح علی الخفین "، الناشر: دار المکتب الاسلامی، دمشق، بروت)

جوتوں پر مسح کرنا

(حدیث مغیرہ رضی اللہ عنہ)

سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((" تَوَضَّأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَسَحَ عَلَى الْجَوْرَبَيْنِ وَالنَّعْلَيْنِ))

کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور موزوں اور جوتوں پر مسح کیا۔

((قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَهُوَ قَوْلُ غَيْرِ وَاحِدٍ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ، وَبِهِ يَقُولُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، وَابْنُ الْمُبَارَكِ، وَالشَّافِعِيُّ، وَأَحْمَدُ، وَإِسْحَاق، قَالُوا: يَمْسَحُ عَلَى الْجَوْرَبَيْنِ وَإِنْ لَمْ تَكُنْ نَعْلَيْنِ إِذَا كَانَا ثَخِينَيْنِ ، قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ أَبِي مُوسَى. قَالَ أَبُو عِيسَى: سَمِعْت صَالِحَ بْنَ مُحَمَّدٍ التِّرْمِذِيَّ قَال: سَمِعْتُ أَبَا مُقَاتِلٍ السَّمَرْقَنْدِيَّ، يَقُولُ: دَخَلْتُ عَلَى أَبِي حَنِيفَةَ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ، فَدَعَا بِمَاءٍ فَتَوَضَّأَ وَعَلَيْهِ جَوْرَبَانِ، فَمَسَحَ عَلَيْهِمَا، ثُمَّ قَالَ: فَعَلْتُ الْيَوْمَ شَيْئًا لَمْ أَكُنْ أَفْعَلُهُ، مَسَحْتُ عَلَى الْجَوْرَبَيْنِ وَهُمَا غَيْرُ مُنَعَّلَيْنِ.))

یہ حدیث حسن صحیح ہے، کئی اہل علم کا یہی قول ہے اور سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ، شافعی رحمۃ اللہ علیہ، احمد رحمۃ اللہ علیہ اور اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ بھی یہی کہتے ہیں کہ جوربین پر مسح کرے گرچہ اس میں جوتے کا تلانہ ہو جب کہ وہ موٹے ہوں، اس باب میں ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے بھی روایت آئی ہے، ابو مقاتل سمرقندی کہتے ہیں کہ میں ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ان کی اس بیماری میں گیا جس میں ان کی وفات ہوئی تو انہوں نے پانی منگایا، اور وضو کیا، وہ جوربین پہنے ہوئے تھے، تو انہوں نے ان پر مسح کیا، پھر کہا: آج میں نے ایسا کام کیا ہے جو میں نہیں کرتا تھا، میں نے جوربین پر مسح کیا ہے حالانکہ ان کے تلے جوتیوں جیسے نہیں

(جامع الترمذی، کتاب الطهارة، باب: دونوں پاتابوں اور جوتوں پر مسح کرنے کا بیان، حدیث نمبر:99، اس حدیث کو شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح کہا ہے۔ وسنن ابن ماجہ:559)

یعنی کہ جب جوتوں اور جرابوں (Socks) کو طہارت کرکے پہنا جائے تو ان پر مسح کرنا درست ہے اور جو لوگ اس مسئلے میں یہ کہتے ہیں کہ پائے تابے چمڑے کے ہونا ضروری ہے یا پائے تابے اون یا کتان کے ہوں تو ان کا موٹے ہونا لازم ہے ان باتوں کی کوئی بھی دلیل نہیں ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی

امت کی آسانی کے لئے موزوں، جرابوں اور جوتوں پر مسح کا حکم دیا ہے جیسا کہ سر اور کانوں کا مسح کیا جاتا ہے یہ امت کی آسانی کے لئے ہے لہذا ہمیں ان معاملات میں اپنی رائے کو مقدم نہیں کرنا چاہئے۔

❖ **نوٹ:** جرابیں اور جوتے اگر ٹخنے سے نیچے ہوں تو ان پر مسح کی اجازت نہیں البتہ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اجازت دی ہے کیونکہ مشقت کی علت باقی ہے۔

وضو سے فارغ ہونے کے بعد کی دعاء

پہلی دعاء:

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((قَالَ: مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ يَتَوَضَّأُ، فَيُبْلِغُ، أَوْ فَيُسْبِغُ الْوَضُوءَ، ثُمَّ يَقُولُ:))

"جب کوئی اچھی طرح وضو کرے اور یہ دعاء پڑھے

((أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ))

یعنی گواہی دیتا ہوں میں کوئی عبادت کے لائق نہیں سوائے اللہ کے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے ہیں اور بھیجے ہوئے (رسول) ہیں۔

((،إِلَّا فُتِحَتْ لَهُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ الثَّمَانِيَةُ، يَدْخُلُ مِنْ أَيِّهَا شَاءَ))

تو جو کوئی وضو کے بعد یہ دعاء پڑھے گا اس شخص کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور وہ جس دروازے میں چاہے جنت میں داخل ہو سکتا ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب: وضو کے بعد کی دعاء، حدیث نمبر :234[553]۔وسنن ابوداود:169)

دوسری دعاء:

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اچھی طرح وضو کرے پھر یوں کہے:

((أَشْهَدُ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللَّهُ وَحْدَهُ لاَ شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ التَّوَّابِينَ وَاجْعَلْنِي مِنَ الْمُتَطَهِّرِينَ))

”میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اس کے بندے اور رسول ہیں، اے اللہ! مجھے توبہ کرنے والوں اور پاک رہنے والوں میں سے بنادے“۔

تو اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جائیں گے وہ جس سے بھی چاہے جنت میں داخل ہو“۔

(جامع الترمذی، کتاب الطہارۃ، باب: وضو کے بعد کیا دعا پڑھی جائے؟، حدیث نمبر: 55، شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے)

دورانِ وضو کی جانے والی دعاء

دورانِ وضو احادیث صحیحہ سے کوئی بھی دعاء پڑھنا ثابت نہیں، کچھ لوگ وضو کرتے ہوئے یہ دعاء پڑھتے ہیں:

((اللّٰهُمّ اغْفِرْ لِي ذَنْبِي، وَوَسِّعْ لِي فِي دَارِي، وَبَارِكْ لِي فِي رِزْقِي))

((أَخْبَرنَا أَبُو عَبْدِ الرّحْمَنِ، حَدّثَنَا مُحَمّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى، حَدّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبّادًا - يَعْنِي: ابْنَ عَبّادِ بْنِ عَلْقَمَةَ - قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا مِجْلَزٍ، يَقُولُ: قَالَ أَبُو مُوسَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلّمَ، فَتَوَضّأَ، فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ:«اللّٰهُمّ اغْفِرْ لِي ذَنْبِي، وَوَسِّعْ لِي فِي دَارِي، وَبَارِكْ لِي فِي رِزْقِي» . قُلْتُ: يَا نَبِيّ اللهِ، لَقَدْ سَمِعْتُكَ تَدْعُو بِكَذَا وَكَذَا . قَالَ: «وَهَلْ تَرَكْنَ مِنْ شَيْءٍ؟))

اسنادہ صحیح(لیکن اس کی تحقیق آگے آرہی ہے)

(عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی، صفحہ:29، "باب ما يقول بين ظهراني وضوئه" رقم:28،
الناشر: دار القبلۃ للثقافۃ الاسلامیۃ ومؤسسۃ علوم القرآن - جدۃ / بیروت)

اس دعاء کے متعلق شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق:

((قوله في الدعاء تحت رقم 15 -: لم يثبت من أدعية الوضوء شيء عن رسول الله صلى الله عليه وسلم غير حديث أبي موسى الأشعري قال: أتيت رسول الله صلى الله عليه وسلم بوضوء فتوضأ فسمعته يدعو يقول: "اللهم اغفر لي ذنبي ووسع لي في داري وبارك لي في رزقي". فقلت: يا رسول الله سمعتك تدعو بكذا وكذا قال: "وهل تركن من شيء؟". رواه النسائي وابن السني بإسناد صحيح))

مؤلف (سید سابق) نمبر:15 کے تحت کہتے ہیں کہ دورانِ وضو سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں جو دعا مذکور ہے اس کے علاوہ کوئی دوسری دعاء دورانِ وضو ثابت نہیں ہے چنانچہ سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وضو کا پانی لیکر آیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا دورانِ وضو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دعاء پڑھتے ہوئے سنا:

((اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي ذَنْبِي، وَوَسِّعْ لِي فِي دَارِي، وَبَارِكْ لِي فِي رِزْقِي))

اے اللہ تو میرے گناہوں کی بخشش فرمادے اور میرے گھر میں وسعت فرما اور میرے رزق میں برکت عطاء فرما۔

یہ دعاء سن کر سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دعاء کرتے ہوئے سنا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ کیا اس دعاء نے کچھ باقی چھوڑا ہے۔

(شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں) امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ او امام ابن السنی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح اسناد کے ساتھ نقل کیا ہے۔

((قلت: لنا على هذا مؤاخذات:))

میں (شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہوں کہ اس میں کئی چیزیں قابلِ مواخذہ ہیں:

((الأولى: أن الحديث ليس من أذكار الوضوء وإنما هو من أذكار الصلاة بدليل رواية الإمام أحمد في "المسند" وابنه عبد الله في "زوائده" من طريق عبد الله بن محمد بن أبى شيبة: ثنا معتمر بن سليمان عن عباد بن عباد عن أبي مجلز عن أبى موسى به مختصرا بلفظ: "فتوضأ وصلى وقال: اللهم . . . "))

نمبر ایک:

یہ حدیث وضو کے اذکار میں شامل نہیں ہے بلکہ یہ دعاء نماز سے متعلق ہے جیسا کہ اس کی دلیل مسند احمد کی روایت ہے عبد اللہ بن احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہما نے اس کو (زوائد) میں نقل کیا ہے "عبد الله بن محمد بن أبى شيبة: ثنا معتمر بن سليمان عن عباد بن عباد عن أبي مجلز عن أبى موسى" کے واسطے سے اس دعاء کو مختصر بیان کیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں: "فتوضأ(ثم) وصلى وقال: اللهم . . ." نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور نماز ادا فرمائی اور یہ دعاء کے الفاظ پڑھے۔۔۔۔

وقد قال الحافظ في "أماليه على الأذكار

اور حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے أماليه على الأذكار نمبر:4 میں یہ کہا:

((رواه الطبراني في "الكبير" من رواية مسدد وعارم والمقدمي كلهم عن معتمر ووقع في روايتهم: "فتوضأ ثم صلى ثم قال: . . . " وهذا يدفع ترجمة ابن السني حيث قال: "باب ما يقوله بين ظهراني وضوئه"

لتصريحه بأنه قاله بعد الصلاة ويدفع احتمال كونه بين الوضوء والصلاة))

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو "الکبیر" میں بطریق مسدد، عارم اور المقدمی کی روایت سے نقل کیاہے اور ان سب راویوں نے معتمر سے روایت بیان کی ہے لہذا ان روایات میں یہ آیاہے کہ "فتوضأ(ثم) وصلى وقال: اللهم "نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے وضو کیا نماز ادا فرمائی اور یہ دعائیہ کلمات پڑھے۔

ابن السنی رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ الباب "باب ما يقوله بين ظهراني وضوئه" کو یہ روایت طبرانی وغیرہ کی رد کرتی ہے کیونکہ نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے یہ دعا نماز کے بعد پڑھی تھی

اوار اس میں اس بات کے احتمال کو بھی ختم کر دیتی ہے کہ یہ دعاء وضو اور نماز کے درمیان ہے اس احتمال کو ختم کر دیتی ہے۔

((الثانية: أنه أطلق عزوه للنسائي فأوهم أن الحديث في "سننه" لأنه هو الذي يفهم عند المشتغلين بالسنة عند الإطلاق ولم يروه في "السنن" بل في "عمل اليوم والليلة" كما صرح بذلك النووي في "الأذكار" ص ٣٨ فكان على المؤلف أن يقيده بذلك ولا سيما إنه نقل جل ما في هذا الفصل عن النووي وإن لم يصرح بذلك))

نمبر دو:

انہوں نے اس حدیث کے حوالہ میں نسائی کا لفظ استعمال کیا جس کی وجہ سے یہ وہم ہوتا ہے کہ یہ حدیث امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی سنن میں ہے کیونکہ مطلقاً جب "النسائی" بولا جاتا ہے تو محدثین کے نزدیک اس سے مراد سنن النسائی ہوتا ہے

حالانکہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو اپنی سنن میں نقل نہیں فرمایا بلکہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو اپنی دوسری کتاب "عمل الیوم واللیلۃ" میں نقل کیا ہے جیسا کہ

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے "الاذکار" صفحہ نمبر: 38 اس بات کی صراحت کر دی ہے مؤلف پر یہ لازم تھا کہ اس کو اسی کو ساتھ نقل کرتے خصوصًا جبکہ مؤلف نے اس فصل سے پہلے کئی چیزوں کو امام نووی رحمۃ اللہ علیہ سے اخذ کر کے نقل کیا ہے۔

((ثم رأيته في "عمل اليوم والليلة" للنسائي 172/80 وترجم له بما ترجم له ابن السني في "كتابه" 7))

اس کے بعد میں (شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ) نے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی "عمل الیوم واللیلۃ" 80/172 میں یہ پایا کہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا وہی ترجمۃ الباب رکھا ہے جو امام ابن السنی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں رکھا ہے۔

((ومثل هذا الإيهام قد تكرر من المؤلف كثيرا ولم أنبه عليه إلا نادرا لمناسبة ما لأنه لا فائدة كبرى في ذلك))

مولف (سید سابق) سے ان کی کتاب فقہ السنۃ میں اس طرح کے وہم بہت ہوتے ہیں میں نے ان اوہام پر کبھی کبھار ہی تنبیہ کی ہے کیونکہ ان اوہام پر تنبیہ کرنے سے کوئی بڑا فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔

((الثالثة: جريه مع النووي على تصحيح إسناده وليس كذلك بل هو ضعيف لانقطاعه ما بين أبي مجلز وأبي موسى ----))

نمبر تین:

مؤلف نے اس دعاء کی روایت کی اسناد کو صحیح کہنے میں امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کی متابعت کی ہے جب کے وہ ضعیف روایت ہے کیونکہ اس روایت میں ابو مجلز اور سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے درمیان انقطاع ہے اس وجہ سے یہ حدیث ضعیف ہے۔۔۔۔

((قال الحافظ ابن حجر في "الأمالي":"وأما حكم الشيخ يعني الإمام النووي على الإسناد بالصحة ففيه نظر لأن أبا مجلز لم يلق سمرة بن جندب ولا عمران بن حصين فيما قال ابن المديني وقد

تأخرا بعد أبي موسى ففي سماعه من أبي موسى نظر وقد عهد منه الإرسال عمن يلقاه"١))

امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ "الامالی" میں کہتے ہیں: امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کی سند پر صحت کا حکم لگایا ہے ان کا حکم محل نظر ہے کیونکہ امام ابن المدینی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ابو مجلز کی ملاقات نہ سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے اور نا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے حالانکہ یہ دونوں صحابہ سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کے بعد کے ہیں چنانچہ ابو مجلز کا سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں ہے بلکہ ابو مجلز کا ان لوگوں سے بھی ارسال ثابت ہے جن سے ملاقات ثابت ہے۔

((وقد وجدت للحديث علة أخرى وهي الوقف فقد أخرجه ابن أبي شيبة في "المصنف" ١ / ٢٩٧،من طريق أبي بردة قال: كان أبو موسى إذا فرغ من صلاته قال: "اللهم اغفر لي ذنبي ويسر لي أمري وبارك لي في رزقي". وسنده صحيح وهذا يرجح أن الحديث أصله موقوف وأنه لا يصح رفعه وأنه من أذكار الصلاة لو صح))

میں نے اس روایت میں ایک اور علت پائی ہے اور یہ کہ یہ روایت موقوف ہے امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے "مصنف: 1/ 927" میں ابو بردہ کے واسطے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ جب اپنی نماز سے فارغ ہوتے تو یہ دعاء پڑھتے:

"اللهم اغفر لي ذنبي ويسر لي أمري وبارك لي في رزقي"

اے اللہ تو میرے گناہوں کو معاف فرما اور میرا معاملہ آسان کر دے اور میرے رزق میں برکت عطاء فرما۔

اس حدیث کی سند صحیح ہے اور یہ حدیث "موقوف" ہے اور اس روایت کا مرفوع ہونا ثابت نہیں اور اگر یہ حدیث صحیح بھی ثابت ہے تو اس حدیث کا تعلق نماز کی دعا سے ہے ۔(دورانِ وضو کی دعا سے اس کوئی تعلق نہیں ہے)

(تمام المنۃ فی التعلیق علی فقہ السنۃ للالبانی، صفحہ: 93-96، ومن سنن الوضوء، الناشر: دار الرایۃ)

شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ کی اس تحقیق سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ دورانِ وضو کوئی دعا ثابت نہیں ہے[60] اور اگر مذکورہ موقوف روایت ثابت بھی مانی جائے تو وہ نماز کے بعد پڑھے جانے والے اذکار میں سے ہے لہٰذا وضو کرتے ہوئے دعاء پڑھنا ثابت نہیں ہے۔





[60] قال الإمام الألباني رحمه الله تعالى في (تمام المنة) (ص ٩٤) : وقد غفل عن هذا التحقيق المعلق على "زاد المعاد" فإنه صرح بأن سنده صحيح تبعا للنووي ثم تعقب مؤلف "الزاد" الذي ذكر الحديث في أدعية الصلاة فقال: "ولم نر من ذكره في أدعية الصلاة كما ذكر المصنف" ! ! نعم الدعاء الذي في الحديث له شاهد ذكرته في "غاية المرام" ص ٨٥ فالدعاء به مطلقا غير مقيد بالصلاة أو الوضوء حسن ولذلك أوردته في "صحيح الجامع" ١٢٧٦ وغفل عن هذا بعض إخواننا فأورده فيما يقال في الوضوء أو الصلاة - والشك مني - فرسالته لا تطولها الآن يدي . .

(3) وضوء کے بعد

کیا وضوء کے بعد یہ دعاء ثابت ہے؟

(اللّٰهُمّ اغْفِرْ لِي ذنبي ووسع لي في داري وبارك لي في رزقي)

تحقیق پیش کی گئی گذشتہ صفحات پر کہ یہ دعا نہ وضو کے دوران ثابت ہے نہ وضو کے بعد

وضو کے بعد شرمگاہ کی جگہ پر پانی چھڑکنا

(حدیثِ سفیان رضی اللہ عنہ)

سیدنا سفیان ثقفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((إِذَا تَوَضَّأَ أَخَذَ حَفْنَةً مِنْ مَاءٍ، فَقَالَ بِهَا هَكَذَا، وَوَصَفَ شُعْبَةُ نَضَحَ بِهِ فَرْجَهُ"، فَذَكَرْتُهُ لِإِبْرَاهِيمَ فَأَعْجَبَهُ، قَالَ الشَّيْخُ: ابْنُ السُّنِّيِّ الْحَكَمُ هُوَ ابْنُ سُفْيَانَ الثَّقَفِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ))

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب وضو کرتے تھے تو ایک چلو پانی لیتے اور اس طرح کرتے، اور شعبہ نے کیفیت بتائی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے اپنی شرمگاہ پر چھڑکتے، (خالد بن حارث کہتے ہیں) میں نے اس کا ذکر ابراہیم سے کیا تو انہیں یہ بات پسند آئی، ابن السنی کہتے ہیں کہ حکم (حکم بن سفیان بن عثمان بن عامر بن معتب) سفیان ثقفی رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں۔

(سنن النسائی، کتاب الوضوء، باب پانی چھڑکنے کا بیان، حدیث نمبر: 134، شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ تخریج الحدیث: «سنن ابی داود/الطهارة64(166،167،168)، سنن ابن ماجه/الطهارة58(461)،(تحفة الأشراف:3420)،مسند احمد3/410، 4/69،179،212،5/380،408،409(صحيح)»)

کھڑے ہو کر وضو کا بچا ہوا پانی پینا

نزال بن سبرہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں:

((سَمِعْتُ النَّزَّالَ بْنَ سَبْرَةَ يُحَدِّثُ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّهُ صَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ قَعَدَ فِي حَوَائِجِ النَّاسِ فِي رَحَبَةِ الْكُوفَةِ، حَتَّى حَضَرَتْ صَلَاةُ الْعَصْرِ، ثُمَّ أُتِيَ بِمَاءٍ فَشَرِبَ، وَغَسَلَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ، وَذَكَرَ رَأْسَهُ وَرِجْلَيْهِ، ثُمَّ قَامَ فَشَرِبَ فَضْلَهُ وَهُوَ قَائِمٌ، ثُمَّ قَالَ:" إِنَّ نَاسًا يَكْرَهُونَ الشُّرْبَ قِيَامًا، وَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَنَعَ مِثْلَ مَا صَنَعْتُ".))

امیر المؤمنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ظہر کی نماز پڑھی پھر مسجد کوفہ کے صحن میں لوگوں کی ضرورتوں کے لیے بیٹھ گئے، اس عرصہ میں عصر کی نماز کا وقت آ گیا پھر ان کے پاس پانی لایا گیا، انہوں نے پانی پیا اور اپنا چہرہ اور ہاتھ دھوئے، ان کے سر اور پاؤں (کے دھونے کا بھی) ذکر کیا، پھر انہوں نے کھڑے ہو کر وضو کا بچا ہوا پانی پیا، اس کے بعد کہا کہ کچھ لوگ کھڑے ہو کر پانی پینے کو برا سمجھتے ہیں حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یونہی کیا تھا جس طرح میں نے کیا، وضو کا پانی کھڑے ہو کر پیا۔

(صحیح البخاری، کتاب الاشربۃ، باب: کھڑے کھڑے پانی پینا، حدیث نمبر:5616)

بعد وضوء آسمان کی طرف نظر یا شہادت کے انگلی اٹھا کر دعاء کرنا

احادیث صحیحہ میں یہ بات ثابت نہیں ہے کہ وضو کرنے کے بعد آسمان کی طرف نظر کرنا یا انگلی اٹھانا یہ دونوں عمل کسی بھی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے بلکہ علمائے کرام نے اس کو بدعت قرار دیا ہے اس سلسلے میں سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی حدیث بیان کی جاتی ہے وہ حدیث بالاتفاق ضعیف ہے:

((حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ الْمُقْرِئُ، عَنْ حَيْوَةَ وَهُوَ ابْنُ شُرَيْحٍ، عَنْ أَبِي عَقِيلٍ، عَنِ ابْنِ عَمِّهِ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، نَحْوَهُ. وَلَمْ يَذْكُرْ أَمْرَ الرِّعَايَةِ، قَالَ: عِنْدَ قَوْلِهِ: فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ، ثُمَّ رَفَعَ بَصَرَهُ إِلَى السَّمَاءِ، فَقَالَ: وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِمَعْنَى حَدِيثِ مُعَاوِيَةَ.))

"اس سند سے بھی عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح روایت کی ہے ابو عقیل یا ان سے اوپر یا نیچے کے راوی نے اونٹوں کے چرانے کا ذکر نہیں کیا ہے، نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول: "فأحسن الوضوء" کے بعد یہ جملہ کہا ہے: پھر اس نے (یعنی وضو کرنے والے نے) اپنی نگاہ آسمان کی طرف اٹھائی اور یہ دعا پڑھی، پھر ابو عقیل راوی نے معاویہ بن صالح کی حدیث کے ہم معنی حدیث ذکر کی۔"

(سنن ابوداود، کتاب الطهارة ، باب: وضو کے بعد آدمی کیا دعا پڑھے؟، حدیث نمبر :170، شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو ضعیف کہاہے۔ تخريج الحديث: «تفرد به أبو داود، (تحفة الأشراف:9974)،وقد أخرجه: مسند احمد(4/150)(ضعيف)» (سند کے ایک راوی "ابن عم ابو عقیل" مبہم راوی ہے))

عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

ابن عم زہرۃ کو امام منذری رحمۃ اللہ علیہ نے مجہول قرار دیا ہے؛

(("قال معاوية" وهذا موصول بالسند المذكور، قال المنذري: وأخرجه مسلم والنسائي ابن ماجه وفي لفظ لأبي داود:فأحسن وضوء ثم رفع نظره الي السماء فقال: وفي إسناد هذا رجل مجهول ، وأخرجه الترمذي من حديث من حديث أبي إدريس الخولاني عائذ الله بن عبدالله وأبي عثمان عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه مختصراً، وفيه دعا وقال: وهذا حديث في اسناده اضطراب ولا يصح عن النبي صلي الله علييه وسلم في هذا الباب كثير شيء))

(عون المعبود علی شرح سنن ابی داود لعظیم آبادی، صفحہ :110، کتاب لطہارۃ، محقق: ابوعبداللہ نعمانی الاثری، الناشر: دارابن حزم)

❖ امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھانے والی روایات کو ضعیف قرار دیا ہے دیکھئے: التلخیص الجبیر لابن حجر عسقلانی:1/299-300، باب سنن الوضوء، الناشر :دارالکتب العلمیۃ

نیز امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے (ابن عم زھرۃ بن معبد، عن عقبۃ بن عامر) کو "اطراف المسند المعتلی باطراف المسن الحنبلی:4/378(دارابن کثیر)" میں ذکر کیا ہے۔

❖ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "جامع المسانيد والسنن الهادی لاقوم سنن:6/256(دار خضر)" میں(ابن عم زهرة بن معبد عنه)ذکر کیا ہے اور حسب بالا سنن ابو داود کی روایت ذکر کی ہے۔

نوٹ: آسمان کی طرف نظر اٹھائے بغیر اور شہادت کی انگلی اٹھائے بغیر "((أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ)) احادیث سے ثابت ہے اس کا ذکر ہم اوپر کر چکے ہیں نظر اٹھا کر یا شہادت کی انگلی اٹھا کر وضو کے بعد کی دعا پڑھنا کسی بھی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے۔

وضو کے بعد تولیہ، رومال یا کوئی کپڑا استعمال کرنا؟

وضو کرنے کے بعد اعضائے وضو کو کسی کپڑے/تولیہ/رومال وغیرہ سے پونچھنے کے بارے میں دو موقف پائے جاتے ہیں:

1) نمبر ایک موقف یہ ہے کہ وضو کرنے کے بعد اعضائے وضو کو پونچھا نہ جائے۔
2) نمبر دو موقف یہ ہے کہ وضو کے پانی کو پونچھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

پہلے موقف کے دلائل (کہ بدن سے وضو کا پانی نہ پونچھا جائے):

پہلی حدیث:

سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مجھے میری خالہ میمونہ رضی اللہ عنہا نے بتایا:

((أَدْنَيْتُ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُسْلَهُ مِنَ الْجَنَابَةِ، فَغَسَلَ كَفَّيْهِ مَرَّتَيْنِ، أَوْ ثَلَاثًا، ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فِي الإِنَاءِ، ثُمَّ أَفْرَغَ بِهِ عَلَى فَرْجِهِ وَغَسَلَهُ بِشِمَالِهِ، ثُمَّ ضَرَبَ بِشِمَالِهِ الأَرْضَ، فَدَلَكَهَا دَلْكًا شَدِيدًا، ثُمَّ تَوَضَّأَ وُضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ، ثُمَّ أَفْرَغَ عَلَى رَأْسِهِ ثَلَاثَ حَفَنَاتٍ مِلْءَ كَفِّهِ، ثُمَّ غَسَلَ سَائِرَ جَسَدِهِ، ثُمَّ تَنَحَّى عَنْ مَقَامِهِ ذَلِكَ، فَغَسَلَ رِجْلَيْهِ، ثُمَّ أَتَيْتُهُ بِالْمِنْدِيلِ فَرَدَّهُ "،))

کہ میں رسول اللہ ﷺ کے غسل جنابت کے لیے آپ ﷺ کے قریب پانی رکھا، آپ ﷺ نے اپنی دونوں ہتھیلیوں کو دو یا تین دفعہ دھویا، پھر اپنا (دایاں) ہاتھ برتن میں داخل کیا اور اس کے ذریعے سے اپنی شرم گاہ پر پانی ڈالا اور اسے اپنے بائیں ہاتھ سے دھویا، پھر اپنے بائیں ہاتھ کو زمین پر مار کر اچھی طرح رگڑا اور اپنا نماز جیسا وضو فرمایا، پھر ہتھیلی بھر کر تین لپ پانی اپنے سر پر ڈالا، پھر اپنے سارے جسم کو دھویا، پھر اپنی اس جگہ سے دور ہٹ گئے اور اپنے دونوں پاؤں دھوئے، پھر میں تولیہ آپ ﷺ کے پاس لائی تو آپ نے اسے واپس کر دیا۔

(صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب غسل جنابت کا طریقہ، حدیث نمبر :317[722]۔وصحیح البخاری:259)

دوسری حدیث:

((حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ كُرَيْبٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ مَيْمُونَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ بِالْمِنْدِيلِ فَلَمْ يَمَسَّهُ وَجَعَلَ يَقُولُ بِالْمَاءِ هَكَذَا يَعْنِي يَنْفُضُهُ))

جابر ابن عبد اللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وضو کرنے کے بعد رومال کا استعمال نہ کرو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:2/318، کتاب الطهارة، باب من كره المنديل، حدیث نمبر :1607، "صحیح"، الشیخ سعد بن ناصر بن عبد العزیز ابو حبیب الشثری حفظہ اللہ نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے ،"صحيح، أخرجه عبد الرزاق(708) وابن المنذر(426)والبيهقي 1/185"الناشر: دار کنوز اشبیلیا، ریاض، السعودیة)

❖ **نوٹ**: الشیخ سعد بن ناصر بن عبد العزیز ابو حبیب الشثری حفظہ اللہ نے مصنف ابن ابی شیبہ کی

تحقیق میں باب "فِي الْمِنْدِيلِ بَعْدَ الْوُضُوءِ-یعنی کہ جن لوگوں کے نزدیک وضو کرنے کے بعد وضو کا پانی پونچھنا درست ہے "اس باب کی تمام روایات کو ضعیف کہا ہے دیکھئے: مصنف ابن ابی شیبہ:2/315-318، "[183]في المنديل بعد الوضوء[76]"الناشر: دار کنوز اشبیلیا، ریاض، السعودیۃ۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

((وَقَدِ اخْتَلَفَ عُلَمَاءُ أَصْحَابِنَا فِي تَنْشِيفِ الْأَعْضَاءِ فِي الْوُضُوءِ وَالْغُسْلِ عَلَى خَمْسَةِ أَوْجُهٍ أَشْهَرُهَا أَنّ الْمُسْتَحَبّ تَرْكُهُ وَلَا يُقَالُ فِعْلُهُ مَكْرُوهٌ وَالثّانِي أَنّهُ مَكْرُوهٌ وَالثّالِثُ أَنّهُ مُبَاحٌ يَسْتَوِي فِعْلُهُ وَتَرْكُهُ وَهَذَا هُوَ الّذِي نَخْتَارُهُ فَإِنّ الْمَنْعَ وَالِاسْتِحْبَابَ يَحْتَاجُ إِلَى دَلِيلٍ ظَاهِرٍ وَالرّابِعُ أَنّهُ مُسْتَحَبٌّ لِمَا فِيهِ مِنَ الِاحْتِرَازِ عَنِ الْأَوْسَاخِ وَالْخَامِسُ يُكْرَهُ فِي الصّيْفِ دُونَ الشِّتَاءِ هَذَا مَا ذَكَرَهُ أَصْحَابُنَا وَقَدِ اخْتَلَفَ الصّحَابَةُ وَغَيْرُهُمْ فِي التّنْشِيفِ عَلَى ثَلَاثَةِ مَذَاهِبَ أَحَدُهَا أَنّهُ لَا بَأْسَ بِهِ فِي الْوُضُوءِ وَالْغُسْلِ وَهُوَ قَوْلُ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ وَالثّوْرِيّ وَالثّانِي مكروه فيهما وهو قول بن عمر وبن أَبِي لَيْلَى وَالثّالِثُ يُكْرَهُ فِي الْوُضُوءِ دُونَ الغسل وهو قول بن عَبّاسٍ رَضِيَ اللّهُ عَنْهُمَا وَقَدْ جَاءَ فِي تَرْكِ التّنْشِيفِ هَذَا الْحَدِيثُ وَالْحَدِيثُ الْآخَرُ فِي الصّحِيحِ أَنّهُ صَلّى اللّهُ عَلَيْهِ وَسَلّمَ(اغْتَسَلَ وَخَرَجَ وَرَأْسُهُ يَقْطُرُ مَاءً وَأَمّا فِعْلُ التّنْشِيفِ فَقَدْ رَوَاهُ جَمَاعَةٌ مِنَ الصّحَابَةِ رَضِيَ اللّهُ عَنْهُمْ مِنْ أَوْجُهٍ لَكِنّ أَسَانِيدَهَا ضَعِيفَةٌ قَالَ التّرْمِذِيُّ لَا يَصِحُّ فِي هَذَا الْبَابِ عَنِ النّبِيِّ صَلّى الله عليه وسلم شئ))

علمائے کرام کا اس مسئلے میں اختلاف ہے اور اس بارے میں پانچ اقوال پائے جاتے ہیں:

1) نمبر ایک: وضو کرنے کے بعد اعضائے وضوء کو پونچھنا مستحب ہے مکروہ نہیں ہے۔
2) نمبر دو: بعد وضو اعضائے وضو کو پونچھنا مکروہ ہے۔
3) نمبر تین: چاہے پونچھے یا نہ پونچھے دونوں برابر ہیں۔
4) نمبر چار: وضو کے بعد اعضائے وضو کو پونچھنا مستحب ہے۔
5) نمبر پانچ: بعد وضو اعضائے وضو کا پونچھنا گرمی کے موسم میں مکروہ ہے اور سردی کے موسم میں مکروہ نہیں ہے۔

مذکورہ پانچ اقوال میں سے تین اقوال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہیں یعنی کہ وضو کا پانی پونچھنا جائز ہے اس میں کوئی حرج نہیں:

1) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ وضو اور غسل دونوں میں جسم کو پونچھا جائے گا اور یہی قول سفیان الثوری رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔
2) سیدنا عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ وضو اور غسل دونوں کے بعد پونچھنا مکروہ ہے ابن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ اسی کے قائل ہیں۔
3) سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ وضو کرنے کے بعد وضو کا پانی پونچھنا مکروہ ہے اور غسل کے بعد پونچھنا مکروہ نہیں ہے۔

ممانعت کے باب میں ایک حدیث سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ہے اور دوسری حدیث میں یہ الفاظ ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غسل کے بعد باہر تشریف لائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر سے پانی ٹپک رہا تھا لہذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل کے بعد غسل کا پانی پونچھا، (امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں) اس حدیث کی سند ضعیف ہے اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اس بابت کہتے ہیں کہ اس بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ بھی ثابت نہیں ہے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ مزید کہتے ہیں:

((وَقَدِ احْتَجّ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ عَلَى إِبَاحَةِ التّنْشِيفِ بِقَوْلِ مَيْمُونَةَ فِي هَذَا الْحَدِيثِ وَجَعَلَ يَقُولُ بِالْمَاءِ هَكَذَا يَعْنِي يَنْفُضُهُ قَالَ فَإِذَا كَانَ النّفْضُ مُبَاحًا كَانَ التّنْشِيفُ مِثْلُهُ أَوْ أَوْلَى لِاشْتِرَاكِهِمَا فِي إِزَالَةِ الْمَاءِ

وَاللّٰهُ أَعْلَمُ))

چنانچہ (امام نووی رحمۃ اللہ علیہ مزید کہتے ہیں) بعض علمائے کرام نے میمونہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے یہ استدلال کیا ہے پونچھنا صحیح نہیں ہے بعض یہ کہتے ہیں کہ پونچھنا اور جھٹکنا دونوں برابر ہیں، بعض کہتے ہیں پونچھنے کے مقابلے میں جھٹکنا مباح ہے اور بعض کہتے ہیں جھٹکنا اور پونچھنا دونوں پانی کو خشک کرنے کے عمل میں شامل ہیں سب سے آخر میں یہ ہے کہ پانی پونچھنا مباح ہے اور یہ قول صحیح ہے کیونکہ اس سے اباحت تو ثابت ہوتی ہے لیکن ممانعت ثابت نہیں ہوتی، واللہ اعلم۔

(المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج للنووی:3/ 231-232، "اغتسل وخرج ورأسه يقطر ماء وأما فعل التنشيف فقد"، الناشر: داراحیاء التراث العربی، بیروت)

دوسرے موقف کے دلائل (کہ بدن سے وضو کے پانی کو پونچھنے میں کوئی حرج نہیں):

(حدیث سلمان رضی اللہ عنہ)

سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَوَضَّأَ فَقَلَبَ جُبَّةَ صُوفٍ كَانَتْ عَلَيْهِ فَمَسَحَ بِهَا وَجْهَهُ))

"کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا، اور اپنے پہنے ہوئے اون کے جبہ کو الٹ کر اس سے اپنا چہرہ پونچھ لیا۔"

(سنن ابن ماجہ، کتاب الطہارۃ، باب: وضو اور غسل کے بعد رومال استعمال کرنے کا بیان، حدیث نمبر :468، شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو "حسن" کہا ہے۔ تخریج الحدیث:"تفرد به ابن ماجه، (تحفة الأشراف: 4509، ومصباح الزجاجة: 191) (یہ حدیث مکرر ہے، ملاحظہ ہو: 3564"حسن")

نوٹ: شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے سنن ابن ماجہ حدیث نمبر:3564 کو ضعیف کہا ہے۔

سیدنا عروہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((كَانَ لَه خِرْقَةٌ يُنَشِّفُ بِهَا بَعْدَ الْوُضُوءِ))

"کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کپڑے کا ایک ٹکڑا تھا، جس سے وضو کے بعد (اعضاء) خشک کرتے تھے۔"

(سلسلۃ احادیث الصحیحۃ للالبانی، حدیث نمبر:2099)

نوٹ: یہی حدیث جامع الترمذی (حدیث نمبر:53) میں بھی موجود ہے لیکن اس کی سند کو شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے ضعیف کہا ہے سلسلۃ احادیث الصحیحۃ میں یہی حدیث دوسری سند سے نقل کی گئی ہے۔

امام ابن المنذر رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

((ذِكْرُ اخْتِلَافِ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي التَّمَسُّحِ بِالْمِنْدِيلِ بَعْدَ الْوُضُوءِ وَالْغُسْلِ اخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي التَّمَسُّحِ بِالْمِنْدِيلِ بَعْدَ الْوُضُوءِ وَالِاغْتِسَالِ، فَمِمَّنْ رُوِّينَا عَنْهُ أَنَّهُ أَخَذَ الْمِنْدِيلَ بَعْدَ الْوُضُوءِ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ وَالْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ وَأَنَسُ بْنُ مَالِكٍ وَبَشِيرُ بْنُ أَبِي مَسْعُودٍ))

اس بات میں اہل علم کا اختلاف ہے کہ وضو اور غسل کے بعد تولئے سے پونچھا جائے یا نہیں لہذا جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پونچھنے کے قائل ہیں اور ان سے روایات مروی ہے ان میں سیدنا عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ ، سیدنا حسین ابن علی رضی اللہ عنہما ، انس ابن مالک رضی اللہ عنہ اور بشیر بن ابو مسعود رضی اللہ عنہ قابل ذکر ہیں۔

(الاوسط فی السنن والاجماع والاختلاف لابن المنذر: 1/ 415، الناشر: دار طیبۃ، ریاض، السعودیۃ،)

عبید اللہ بن ابو بکر رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

((حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، ثنا حَجَّاجٌ، ثنا حَمَّادٌ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، أَنَّهُ رَأَى أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَمْسَحُ وَجْهَهُ بِالْمِنْدِيلِ بَعْدَ الْوُضُوءِ))

میں نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ وضو کے بعد تولئے سے اپنا چہرہ پونچھتے تھے۔

(الاوسط فی السنن والاجماع والاختلاف لابن المنذر:1/415، رقم :422،"وسندہ حسن"الناشر: دار طیبۃ ،ریاض، السعودیۃ، محقق: ابوحماد صغیر احمد بن محمد حنیف کہتے ہیں:" ورواہ الأثرم من طریق حماد۔کتاب السنن5/ب")

ثابت بن عبید رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

((حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، ثنا سَعِيدٌ، ثنا أَبُو مُعَاوِيَةَ، ثنا مِسْعَرٌ، عَنْ ثَابِتِ بْنِ عُبَيْدٍ، قَالَ: رَأَيْتُ بَشِيرَ بْنَ أَبِي مَسْعُودٍ وَكَانَ لَهُ صُحْبَةٌ، يَمْسَحُ بِالْمِنْدِيلِ))

کہ میں نے بشیر بن ابو مسعود رضی اللہ عنہ جو کہ صحابی ہیں ان کو تولئے سے پونچھتے ہوئے دیکھا۔

(الاوسط فی السنن والاجماع والاختلاف لابن المنذر:1/415،رقم:422،"وسندہ صحیح"الناشر: دار طیبۃ ،ریاض، السعودیۃ، محقق: ابوحماد صغیر احمد بن محمد حنیف کہتے ہیں:"رواہ "شب" عن وکیع عن مسعر:1/148،وفیہ "بشر بن أبي مسعود" وھوخطأ ، ورواہ الأثرم عن الفضل بن دکین ثنا مسعر۔کتاب السنن5/ب")

ان تمام احادیث اور آثار کے مدِ نظر بہتر عمل تو یہی ہے کہ وضو کے بعد اعضائے وضو کو نہ پونچھا جائے البتہ موقف نمبر دو کے دلیلوں سے پونچھنا بھی جائز اور مباح ہے اس میں کوئی گناہ نہیں ہے

لیکن مستحسن عمل یہ ہے کہ اعضائے وضو کو نہ پونچھا جائے۔

کیا ہر نماز کے لیے نیا وضو کرنا چاہیے؟

بعض علماء کہتے ہیں کہ مقیم انسان کو ہر نماز کے لئے وضو بنانا لازم،جمہور علمائے کرام کہتے ہیں کہ مسافر اور مقیم دونوں کے لئے ہر نماز کے لئے وضو بنانا مستحب ہے یعنی کہ ہر نماز کے لئے نیا وضو ضروری نہیں۔

فریق اول کے دلائل:

پہلی دلیل: کتاب اللہ سے

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ﴾

(سورۃ المائدۃ، سورۃ نمبر 5، آیت نمبر:6)

"اے ایمان والو! جب تم نماز کے لئے اٹھو تو اپنے منھ کو، اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھو لو اپنے سروں کا مسح کرو اور اپنے پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھو لو۔"

دوسری دلیل: (حدیثِ بریدہ رضی اللہ عنہ)

سلمان بن بریدہ رحمۃ اللہ علیہما اپنے والد سے حدیث بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ سیدنا بریدہ بن حصیب الاسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ لِكُلِّ صَلَاةٍ، فَلَمَّا كَانَ عَامُ الْفَتْحِ صَلَّى الصَّلَوَاتِ كُلَّهَا بِوُضُوءٍ وَاحِدٍ وَمَسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ ، فَقَالَ عُمَرُ: إِنَّكَ فَعَلْتَ شَيْئًا لَمْ تَكُنْ فَعَلْتَهُ . قَالَ: " عَمْدًا فَعَلْتُهُ "))

"کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے لیے وضو کرتے تھے، اور جب فتح مکہ کا سال ہوا تو

آپ ﷺ نے کئی نمازیں ایک وضو سے ادا کیں اور اپنے موزوں پر مسح کیا، عمر رضی اللہ عنہ عرض کیا کہ آپ ﷺ نے ایک ایسی چیز کی ہے جسے کبھی نہیں کیا تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے اسے جان بوجھ کر کیا ہے۔"

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

((هَذَا حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَرَوَى هَذَا الْحَدِيثَ عَلِيُّ بْنُ قَادِمٍ، عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَزَادَ فِيهِ: تَوَضَّأَ مَرَّةً مَرَّةً، قَالَ: وَرَوَى سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ هَذَا الْحَدِيثَ أَيْضًا، عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَوَضَّأُ لِكُلِّ صَلَاةٍ ، وَرَوَاهُ وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مُحَارِبٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: وَرَوَاهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ وَغَيْرُهُ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا، وَهَذَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ وَكِيعٍ، وَالْعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ، أَنَّهُ يُصَلِّي الصَّلَوَاتِ بِوُضُوءٍ وَاحِدٍ مَا لَمْ يُحْدِثْ، وَكَانَ بَعْضُهُمْ يَتَوَضَّأُ لِكُلِّ صَلَاةٍ، اسْتِحْبَابًا وَإِرَادَةَ الْفَضْلِ، وَيُرْوَى عَنْ الْأَفْرِيقِيِّ، عَنْ أَبِي غُطَيْفٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: " مَنْ تَوَضَّأَ عَلَى طُهْرٍ كَتَبَ اللَّهُ لَهُ بِهِ عَشْرَ حَسَنَاتٍ " ، وَهَذَا إِسْنَادٌ ضَعِيفٌ وَفِي الْبَاب عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ بِوُضُوءٍ وَاحِدٍ .))

یہ حدیث حسن صحیح ہے، اور اس حدیث کو علی بن قادم نے بھی سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے اور انہوں نے اس میں اتنا اضافہ کیا ہے کہ "آپ نے اعضائے وضو کو ایک ایک بار دھویا"، سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے بسند "محارب بن دثار عن سلیمان بن بریدہ" (مرسلاً روایت کیا ہے) کہ نبی اکرم ﷺ ہر نماز کے لیے وضو کرتے تھے"، اور اسے

وکیع رحمۃ اللہ علیہ نے بسند "سفیان عن محارب عن سلیمان بن بریدہ عن بریدہ" سے روایت کیا ہے، نیز اسے عبد الرحمٰن بن مہدی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے بسند "سفیان عن محارب بن دثار عن سلیمان بن بریدہ" مرسلاً روایت کیا ہے، اور یہ روایت وکیع کی روایت سے زیادہ صحیح ہے ،اہل علم کا اسی پر عمل ہے کہ ایک وضو سے کئی نمازیں ادا کی جا سکتی ہیں، جب تک "حدث" نہ ہو، بعض اہل علم استحباب اور فضیلت کے ارادہ سے ہر نماز کے لیے وضو کرتے تھے، نیز عبد الرحمٰن افریقی نے بسند "ابی غطیفعن ابن عمر" روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو وضو پر وضو کرے گا تو اس کی وجہ سے اللہ اس کے لیے دس نیکیاں لکھے گا" اس حدیث کی سند ضعیف ہے، اس باب میں جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے بھی روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک وضو سے ظہر اور عصر دونوں پڑھیں۔

(جامع الترمذی، کتاب الطہارۃ، باب: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک وضو سے کئی نمازیں پڑھنے کا بیان، حدیث نمبر:61، شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ وسنن ابن ماجہ:510)

صحیح مسلم کی روایت:

صحیح مسلم کی حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں:

((أَنّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " صَلَّى الصَّلَوَاتِ يَوْمَ الْفَتْحِ بِوُضُوءٍ وَاحِدٍ، وَمَسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: لَقَدْ صَنَعْتَ الْيَوْمَ شَيْئًا لَمْ تَكُنْ تَصْنَعُهُ؟ قَالَ: عَمْدًا صَنَعْتُهُ يَا عُمَرُ))

"سیدنا بریدہ بن حصیب الاسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کج نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن کئی نمازیں ایک وضو سے پڑھیں اور اپنے موزوں پر مسح فرمایا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے (اس مسئلے کے بارے میں) پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آج ایسا کام کیا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے کبھی نہیں کیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: عمر! میں نے عمداً ایسا کیا ہے۔"

(صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب: ایک وضو سے کئی نمازیں پڑھنے کا جواز، حدیث نمبر: 277[642]۔ وجامع الترمذی: 61۔ وسنن ابوداود: 172۔ وسنن النسائی: 133۔ وسنن ابن ماجہ: 510)

یعنی کہ ان دونوں احادیث سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ آپ ﷺ نے یہ عمل جان بوجھ کر کیا تاکہ لوگ یہ نہ سمجھ بیٹھیں کہ ایک وضو کے ساتھ دوسری نمازیں ادا نہیں کی جاسکتی، لہذا آپ ﷺ نے اپنے قول اور عمل سے امت کو یہ پیغام دے دیا کہ ایک وضو سے کئی نمازیں پڑھی جاسکتی ہیں۔

بعض علمائے کرام نے حسبِ بالا حدیث سے یہ بھی نتیجہ اخذ کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ہر نماز کے لئے تازہ وضو فرمایا اور یہ واقعہ فتح مکہ کے دن کا ہے چنانچہ اس وقت آپ حالتِ سفر میں تھے یعنی کہ مقیم نہ تھے لہذا مسافر ایک وضو سے کئی نمازیں ادا کر سکتا ہے اور جو شخص مقیم ہو گا وہ ہر نماز کے لئے نیا وضو بنائے گا، علمائے کرام نے بطورِ دلیل حسب بالا حدیث کو پیش کیا ہے۔

چنانچہ اس حدیث سے دونوں نتیجے اخذ کئے جاسکتے ہیں اسی بنیاد پر جمہور علمائے کرام کہتے ہیں کہ چاہے کوئی مسافر ہو یا مقیم ایک وضو کے ساتھ متعدد نمازیں ادا کر سکتا ہے۔

تیسری دلیل: (حدیثِ انس رضی اللہ عنہ)

عمرو بن عامر الانصاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ"، قُلْتُ: كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُونَ؟ قَالَ: يُجْزِئُ أَحَدَنَا الْوُضُوءُ مَا لَمْ يُحْدِثْ.))

"کہ رسول اللہ ﷺ ہر نماز کے لیے نیا وضو فرمایا کرتے تھے، (سیدنا انس رضی اللہ عنہ) نے کہا آپ لوگ کس طرح کرتے تھے، (اس بات پر عمرو بن عامر الانصاری رحمۃ اللہ علیہ) کہنے لگے ہم میں سے ہر ایک کو اس کا وضو اس وقت تک کافی ہوتا، جب تک کوئی وضو توڑنے والی چیز پیش نہ آجاتی۔ (یعنی پیشاب، پاخانہ، یا نیند وغیرہ)۔"

(صحیح البخاری، کتاب الوضوء باب: بغیر حدث کے بھی نیا وضو کرنا جائز ہے، حدیث نمبر: 214۔ وسنن ابو داود: 171)

فریق دوم کے دلائل:

پہلی دلیل: (حدیثِ جابر رضی اللہ عنہ)

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

((خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا مَعَهُ، فَدَخَلَ عَلَى امْرَأَةٍ مِنْ الْأَنْصَارِ، فَذَبَحَتْ لَهُ شَاةً، فَأَكَلَ وَأَتَتْهُ بِقِنَاعٍ مِنْ رُطَبٍ، فَأَكَلَ مِنْهُ ثُمَّ تَوَضَّأَ لِلظُّهْرِ وَصَلَّى ثُمَّ انْصَرَفَ، فَأَتَتْهُ بِعُلَالَةٍ مِنْ عُلَالَةِ الشَّاةِ، فَأَكَلَ ثُمَّ صَلَّى الْعَصْرَ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ))

"کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (مدینہ میں) نکلے، میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری عورت کے پاس آئے، اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک بکری ذبح کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اسے) تناول فرمایا، وہ تر کھجوروں کا ایک طبق بھی لے کر آئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے بھی کھایا، پھر ظہر کے لیے وضو کیا اور ظہر کی نماز پڑھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے واپس پلٹنے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ وہ بکری کے بچے ہوئے گوشت میں سے کچھ گوشت لے کر آئی تو آپ نے (اسے بھی) کھایا، پھر آپ نے عصر کی نماز پڑھی اور (دوبارہ) وضو نہیں کیا۔"

(جامع الترمذی، کتاب الطہارۃ، باب: آگ پر پکی ہوئی چیز سے وضو نہ ٹوٹنے کا بیان، حدیث نمبر: 80، شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو "حسن صحیح" کہا ہے)

دوسری دلیل: (حدیثِ ابو سعید الخذری رضی اللہ عنہ)

سیدنا ابو سعید الخذری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((أَنّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِغُلَامٍ وَهُوَ يَسْلُخُ شَاةً، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَنَحَّ حَتَّى أُرِيَكَ، فَأَدْخَلَ يَدَهُ بَيْنَ الْجِلْدِ وَاللَّحْمِ فَدَحَسَ بِهَا حَتَّى تَوَارَتْ إِلَى الْإِبْطِ، ثُمَّ مَضَى فَصَلَّى لِلنَّاسِ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ"، قَالَ أَبُو دَاوُد: زَادَ عَمْرٌو فِي حَدِيثِهِ يَعْنِي لَمْ يَمَسَّ مَاءً، وَقَالَ: عَنْ هِلَالِ بْنِ مَيْمُونٍ الرَّمْلِيِّ))

"کہ نبی اکرم ﷺ کا گزر ایک لڑکے کے پاس سے ہوا، وہ ایک بکری کی کھال اتار رہا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا: تم ہٹ جاؤ، میں تمہیں (عملی طور پر کھال اتار کر) دکھاتا ہوں، چنانچہ آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ کھال اور گوشت کے درمیان داخل کیا، اور اسے دبایا یہاں تک کہ آپ ﷺ کا ہاتھ بغل تک چھپ گیا، پھر آپ ﷺ تشریف لے گئے، اور لوگوں کو نماز پڑھائی اور (پھر سے) وضو نہیں کیا۔

(سنن ابو داود، کتاب الطھارۃ، باب: کچا گوشت چھونے یا دھونے سے وضو کے حکم کا بیان، حدیث نمبر :185، شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو "صحیح" کہا ہے)

تیسری دلیل: (حدیثِ نعمان رضی اللہ عنہ)

سیدنا سوید بن نعمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى خَيْبَرَ، فَلَمَّا كُنَّا بِالصَّهْبَاءِ، قَالَ يَحْيَى: وَهِيَ مِنْ خَيْبَرَ عَلَى رَوْحَةٍ دَعَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِطَعَامٍ فَمَا أُتِيَ إِلَّا بِسَوِيقٍ فَلُكْنَاهُ، فَأَكَلْنَا مِنْهُ، ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ فَمَضْمَضَ وَمَضْمَضْنَا، فَصَلَّى بِنَا الْمَغْرِبَ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ))

"کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ خیبر کی طرف (سنہ 7ھ میں) نکلے جب ہم مقام صہباء پر پہنچے، یحییٰ نے بیان کیا کہ صہباء خیبر سے دو پہر کی راہ پر ہے تو اس وقت نبی کریم ﷺ نے کھانا طلب فرمایا لیکن ستو کے سوا اور کوئی چیز نہیں لائی گئی، پھر ہم نے اسی کو سو کھا کھا لیا،

پھر نبی کریم ﷺ نے پانی طلب فرمایا اور کلی کی، ہم نے بھی کلی کی، اس کے بعد آپ ﷺ نے ہمیں مغرب کی نماز پڑھائی اور وضو نہیں کیا (مغرب کے لیے کیونکہ پہلے سے باوضو تھے)۔"

(صحیح البخاری، کتاب الاطعمۃ، "بَابُ: ﴿لَيْسَ عَلَى الأَعْمَى حَرَجٌ﴾ إِلَى قَوْلِهِ: ﴿لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ﴾ : "، حدیث نمبر :5384۔ وسنن النسائی:186۔ وسنن ابن ماجہ:492۔ ومسند الحمیدی:441)

چوتھی دلیل: (حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما)

((حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ الطَّائِيُّ، حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: قُلْتُ: أَرَأَيْتَ تَوَضُّؤَ ابْنِ عُمَرَ لِكُلِّ صَلَاةٍ طَاهِرًا وَغَيْرَ طَاهِرٍ، عَمَّ ذَاكَ ؟ فَقَالَ: حَدَّثَتْنِيهِ أَسْمَاءُ بِنْتُ زَيْدِ بْنِ الْخَطَّابِ، أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ حَنْظَلَةَ بْنِ أَبِي عَامِرٍ حَدَّثَهَا،" أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمِرَ بِالْوُضُوءِ لِكُلِّ صَلَاةٍ طَاهِرًا وَغَيْرَ طَاهِرٍ، فَلَمَّا شَقَّ ذَلِكَ عَلَيْهِ، أُمِرَ بِالسِّوَاكِ لِكُلِّ صَلَاةٍ"، فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَرَى أَنَّ بِهِ قُوَّةً، فَكَانَ لَا يَدَعُ الْوُضُوءَ لِكُلِّ صَلَاةٍ، قَالَ أَبُو دَاوُد: إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ رَوَاهُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، قَالَ: عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ.))

محمد بن یحییٰ بن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے عبد اللہ بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا: آپ بتائیں کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ہر نماز کے لیے وضو کرنے کا سبب (خواہ وہ باوضو ہوں یا بے وضو) کیا تھا؟ تو انہوں نے کہا: مجھ سے اسماء بنت زید بن خطاب رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ عبد اللہ بن حنظلہ بن ابی عامر رضی اللہ عنہ نے ان سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کو ہر نماز کے لیے وضو کرنے کا حکم دیا گیا، خواہ آپ ﷺ وضو سے ہوں یا بے وضو، پھر جب آپ ﷺ پر یہ حکم

دشوار ہوا، تو آپ ﷺ کو ہر نماز کے لیے مسواک کا حکم دیا گیا، عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا خیال تھا کہ ان کے پاس (ہر نماز کے لیے وضو کرنے کی) قوت ہے، اس لیے وہ کسی بھی نماز کے لیے اسے چھوڑتے نہیں تھے۔

(سنن ابو داود، کتاب الطہارۃ، باب مسواک کا بیان، حدیث نمبر:48، شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو "حسن" کہاہے۔تخریج الحدیث: «تفرد به أبو داود، (تحفة الأشراف:5247)،وقد أخرجہ: مسند احمد (5/225)،سنن الدارمی/الطھارة3(684)(حسن)»)

اس حدیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے لئے ہر نماز کے لئے وضو کرنا فرض تھا لیکن بعد میں اس حکم کو منسوخ کر دیا گیا چنانچہ اسلام کے اولین دور ہی سے یہ عمل رہا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک وضو سے متعدد نمازیں ادا کی البتہ ہر نماز کے لئے تازہ وضو کرنا مستحب ہے یعنی کہ یہ فضیلت والا عمل ہے جیسا کہ سیدنا عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما شوقِ عبادت میں اعلیٰ درجہ پر تھے لہذا اسی بنیاد پر وہ ہر نماز کے لئے تازہ وضو کیا کرتے تھے۔

پانچویں دلیل:(حدیثِ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((حَدَّثَنَا أَبُو عُبَيْدَةَ الْحَدَّادُ، كُوفِيٌّ ثِقَةٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي، لَأَمَرْتُهُمْ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ بِوُضُوءٍ - أَوْ مَعَ كُلِّ وُضُوءٍ بِسِوَاكٍ وَلَأَخَّرْتُ عِشَاءَ الْآخِرَةِ إِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ "))

کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر مجھے اپنی امت پر مشقت ڈالنے والا خطرہ نہ رہتا تو میں اپنی امت کو ہر نماز کے لئے تازہ وضو کرنے کا حکم دیتا اور ہر وضو کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم دیتا اور عشاء کی نماز کو ایک تہائی رات میں پڑھنے کا حکم دیتا۔

(مسند احمد، حدیث نمبر:7504[مکرر:7406] الشیخ احمد محمد شاکر رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ نیز شعیب ارناؤوط نے اس حدیث کی سند کو "حسن" کہا ہے دیکھئے: مسند احمد [طبع مؤسسۃ الرسالۃ]، حدیث نمبر:7513۔ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی سند کو "صحیح الجامع:5318" میں حسن کہا ہے۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو "سنن الکبریٰ:3027" میں نقل کیا ہے اور امام ابو داود طیالسی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند (2448) میں نقل کیا ہے۔ صحیحین اور سنن اربعہ میں بھی یہ حدیث نقل کی گئی ہے لیکن اس میں صرف مسواک کا ذکر ہے وضو کا ذکر نہیں ہے" عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ" اگر مجھے اپنی امت کو حرج اور مشقت میں مبتلا کرنے کا خطرہ نہ ہوتا تو میں انہیں ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا" صحیح بخاری:887۔ وصحیح مسلم:252[589]۔ وجامع الترمذی:22۔ وسنن ابو داود:46(سنن ابو دواد کی حدیث میں عشاء کا ذکر بھی ہے)۔ وسنن ابن ماجہ:287")

ان تمام احادیث سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ایک وضو کے ساتھ متعدد نمازین پڑھی جاسکتی ہیں اور اگر کوئی وضو ہونے کے باوجود تازہ وضو کرلیتا ہے تو یہ اس کا عمل مستحب مانا جائے گا کیونکہ جب کوئی نماز کے لئے نیا وضو کرتا ہے تو نیا وضو اس شخص کے لئے تروتازگی پیدا کرتا ہے جس کی وجہ سے عبادات میں حسن پیدا ہوتا ہے۔

اس مسئلے میں علمائے کرام کے اقوال

((حَدَّثَنَا حَفْصٌ، عَنْ يَزِيدَ مَوْلَى سَلَمَةَ عَنْ سَلَمَةَ «أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي الصَّلَوَاتِ بِوُضُوءٍ وَاحِدٍ»))

"یزید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: کہ سلمہ رحمۃ اللہ علیہ ایک وضو سے کئی نمازیں پڑھ لیا کرتے تھے"۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:2/64، کتاب الطهاة،"[29] من كان يصلي الصلوات بوضوء

واحد، "رقم:288، محقق: الشیخ سعد بن ناصر بن عبد العزیز ابو حبیب الشثری حفظہ اللہ نے اس اثر کے سند کو" صحیح "کہاہے، الناشر: دار کنوز اشبیلیا، ریاض، السعودیۃ)

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

((فَإِذَا ابْنُ أَبِي دَاوُدَ قَدْ حَدَّثَنَا قَالَ: ثنا الْوَهْبِيُّ قَالَ: ثنا ابْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: قُلْتُ لَهُ: أَرَأَيْتَ تَوَضُّؤَ ابْنِ عُمَرَ لِكُلِّ صَلَاةٍ، طَاهِرًا كَانَ أَوْ غَيْرَ طَاهِرٍ؟ عَمَّ ذَاكَ؟ قَالَ: حَدَّثَتْنِيهِ أَسْمَاءُ ابْنَةُ زَيْدِ بْنِ الْخَطَّابِ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ حَنْظَلَةَ بْنِ أَبِي عَامِرٍ حَدَّثَهَا «أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِالْوُضُوءِ لِكُلِّ صَلَاةٍ طَاهِرًا كَانَ أَوْ غَيْرَ طَاهِرٍ، فَلَمَّا شَقَّ ذَلِكَ عَلَيْهِ أَمَرَ بِالسِّوَاكِ لِكُلِّ صَلَاةٍ» وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَرَى أَنَّ بِهِ قُوَّةً عَلَى ذَلِكَ ؛ فَكَانَ لَا يَدَعُ الْوُضُوءَ لِكُلِّ صَلَاةٍ. فَفِي هَذَا الْحَدِيثِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ أَمَرَ بِالْوُضُوءِ لِكُلِّ صَلَاةٍ، ثُمَّ نُسِخَ ذَلِكَ ، فَثَبَتَ بِمَا ذَكَرْنَا أَنَّ الْوُضُوءَ يُجْزِئُ مَا لَمْ يَكُنِ الْحَدَثُ. فَإِنْ قَالَ قَائِلٌ: فَفِي هَذَا الْحَدِيثِ إِيجَابُ السِّوَاكِ لِكُلِّ صَلَاةٍ ؛ فَكَيْفَ لَا تُوجِبُونَ ذَلِكَ وَلَا تَعْمَلُونَ بِكُلِّ الْحَدِيثِ، إِذَا كُنْتُمْ قَدْ عَمِلْتُمْ بِبَعْضِهِ؟ قِيلَ لَهُ: قَدْ يَجُوزُ أَنْ يَكُونَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُصَّ بِالسِّوَاكِ لِكُلِّ صَلَاةٍ دُونَ أُمَّتِهِ. وَيَجُوزُ أَنْ يَكُونُوا هُمْ وَهُوَ فِي ذَلِكَ سَوَاءً، وَلَيْسَ يُوصَلُ إِلَى حَقِيقَةِ ذَلِكَ إِلَّا بِالتَّوْقِيفِ. فَاعْتَبَرْنَا ذَلِكَ هَلْ نَجِدُ فِيهِ شَيْئًا يَدُلُّنَا عَلَى شَيْءٍ مِنْ ذَلِكَ؟))

محمد بن یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میں نے سیدنا عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ کیا آپ نے اپنے والد کو اگرچہ کہ وضو سے ہوں یا نہ ہوں نماز کے لئے تازہ وضو کرتے دیکھا ہے اور وہ

ایسا کس وجہ سے کرتے تھے ؟ سیدنا عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جواب میں فرمایا مجھے اسماء بنت زید بن الخطاب رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ان کو عبد اللہ بن حنظلہ بن ابی عامر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو (اللہ تعالی کی طرف سے یہ) حکم دیا گیا کہ چاہے وضو سے ہوں یا نہ ہوں ہر نماز کے لئے تازہ کرلیں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اس عمل میں مشقت ہوگئی تو پھر اس کے بجائے یہ حکم ہوا کہ ہر نماز کے لئے مسواک کرلیا کریں (چنانچہ ہر نماز کے لئے تازہ وضو کا حکم منسوخ قرار پایا)۔ (امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ مزید کہتے ہیں) جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے اس سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ جب تک وضو نہ ٹوٹے اس وقت تک پہلا وضو نماز کے لئے کافی ہو جاتا ہے اور اگر کوئی یہ اعتراض پیش کرے کہ ہر نماز کے لئے وضو کا حکم منسوخ ہے لیکن مسواک کا حکم موجود ہے لہذا ہر نماز کے لئے مسواک واجب قرار پائے گا اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ہر نماز کے لئے مسواک کا حکم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص ہے یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی اس حکم میں شامل رکھا گیا لہذا اس بات کا ادراک اسی وقت ممکن ہے جب کہ اس مسئلے میں پوری بات معلوم کریں تو ہمیں یہ حدیث مل گئی:

((فَإِذَا عَلِيُّ بْنُ مَعْبَدٍ قَدْ حَدَّثَنَا قَالَ: ثنا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: ثنا أَبِي عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ قَالَ: حَدَّثَنِي عَمِّي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ يَسَارٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي رَافِعٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَلِيٍّ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ»))

عبید اللہ بن ابو رافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر میری امت پر یہ چیز مشقت والی نہ ہوتی تو میں اپنی امت کو ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔ (اخرجہ البخاری) (امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ مزید کہتے ہیں):

((حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ نَصْرٍ، قَالَ: ثنا الْفِرْيَابِيُّ، قَالَ: ثنا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، يَرْفَعُهُ. مِثْلَهُ فَثَبَتَ بِقَوْلِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ» أَنَّهُ لَمْ يَأْمُرْهُمْ بِذَلِكَ وَأَنَّ ذَلِكَ لَيْسَ عَلَيْهِمْ ؛ وَأَنَّ فِي ارْتِفَاعِ ذَلِكَ عَنْهُمْ، وَهُوَ الْمَجْعُولُ بَدَلًا مِنَ الْوُضُوءِ لِكُلِّ صَلَاةٍ، دَلِيلٌ عَلَى أَنَّ الْوُضُوءَ لِكُلِّ صَلَاةٍ لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِمْ وَلَا أُمِرُوا بِهِ وَأَنَّ الْمَأْمُورَ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دُونَهُمْ وَأَنَّ حُكْمَهُ كَانَ فِي ذَلِكَ غَيْرَ حُكْمِهِمْ. فَهَذَا وَجْهُ هَذَا الْبَابِ مِنْ طَرِيقِ تَصْحِيحِ مَعَانِي الْآثَارِ. وَقَدْ ثَبَتَ بِذَلِكَ ارْتِفَاعُ وُجُوبِ الْوُضُوءِ لِكُلِّ صَلَاةٍ. وَأَمَّا وَجْهُ ذَلِكَ مِنْ طَرِيقِ النَّظَرِ ؛ فَإِنَّا رَأَيْنَا الْوُضُوءَ طَهَارَةً مِنْ حَدَثٍ ، فَأَرَدْنَا أَنْ نَنْظُرَ فِي الطَّهَارَاتِ مِنَ الْأَحْدَاثِ كَيْفَ حُكْمُهَا؟ وَمَا الَّذِي يُنْقِضُهَا؟ فَوَجَدْنَا الطَّهَارَاتِ الَّتِي تُوجِبُهَا الْأَحْدَاثُ عَلَى ضَرْبَيْنِ: فَمِنْهَا الْغُسْلُ ، وَمِنْهَا الْوُضُوءُ ، فَكَانَ مَنْ جَامَعَ أَوْ أَجْنَبَ ، وَجَبَ عَلَيْهِ الْغُسْلُ ، وَكَانَ مِنْ بَالَ أَوْ تَغَوَّطَ ، وَجَبَ عَلَيْهِ الْوُضُوءُ. فَكَانَ الْغُسْلُ الْوَاجِبُ بِمَا ذَكَرْنَا لَا يُنْقِضُهُ مُرُورُ الْأَوْقَاتِ وَلَا يُنْقِضُهُ إِلَّا الْأَحْدَاثُ. فَلَمَّا ثَبَتَ أَنَّ حُكْمَ الطَّهَارَةِ مِنَ الْجِمَاعِ وَالِاحْتِلَامِ كَمَا ذَكَرْنَا ، كَانَ فِي النَّظَرِ أَيْضًا أَنْ يَكُونَ حُكْمُ الطَّهَارَاتِ مِنْ سَائِرِ الْأَحْدَاثِ كَذَلِكَ وَأَنَّهُ لَا يَنْقُضُ ذَلِكَ مُرُورُ وَقْتٍ كَمَا لَا يَنْقُضُ الْغُسْلَ مُرُورُ وَقْتٍ. وَحُجَّةٌ أُخْرَى أَنَّا رَأَيْنَاهُمْ أَجْمَعُوا أَنَّ الْمُسَافِرَ يُصَلِّي الصَّلَوَاتِ كُلَّهَا بِوُضُوءٍ وَاحِدٍ مَا لَمْ يُحْدِثْ. وَإِنَّمَا اخْتَلَفُوا فِي الْحَاضِرِ فَوَجَدْنَا الْإِحْدَاثَ مِنَ الْجِمَاعِ وَالِاحْتِلَامِ وَالْغَائِطِ وَالْبَوْلِ وَكُلِّ مَا إِذَا كَانَ مِنَ الْحَاضِرِ كَانَ حَدَثًا يُوجِبُ بِهِ عَلَيْهِ طَهَارَةً ، فَإِنَّهُ إِذَا كَانَ مِنَ الْمُسَافِرِ ، كَانَ كَذَلِكَ

أَيْضًا وَجَبَ عَلَيْهِ مِنَ الطَّهَارَةِ مَا يَجِبُ عَلَيْهِ لَوْ كَانَ حَاضِرًا. وَرَأَيْنَا طَهَارَةً أُخْرَى يُنْقِضُهَا خُرُوجُ وَقْتٍ وَهِيَ الْمَسْحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ ؛ فَكَانَ الْحَاضِرُ وَالْمُسَافِرُ فِي ذَلِكَ سَوَاءً ؛ يَنْقُضُ طَهَارَتُهُمَا خُرُوجُ وَقْتٍ مَا ؛ وَإِنْ كَانَ ذَلِكَ الْوَقْتُ فِي نَفْسِهِ مُخْتَلِفًا فِي الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ. فَلَمَّا ثَبَتَ أَنَّ مَا ذَكَرْنَا كَذَلِكَ ؛ وَإِنَّمَا يَنْقُضُ طَهَارَةُ الْحَاضِرِ مِنْ ذَلِكَ يَنْقُضُ طَهَارَةُ الْمُسَافِرِ ، وَكَانَ خُرُوجُ الْوَقْتِ عَنِ الْمُسَافِرِ لَا يَنْقُضُ طَهَارَةً ، كَانَ خُرُوجُهُ عَنِ الْمُقِيمِ أَيْضًا كَذَلِكَ ، قِيَاسًا وَنَظَرًا عَلَى مَا بَيَّنَّا مِنْ ذَلِكَ. وَهَذَا قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ ، وَأَبِي يُوسُفَ ، وَمُحَمَّدٍ ، رَحِمَهُمُ اللهُ تَعَالَى. وَقَدْ قَالَ: بِذَلِكَ جَمَاعَةٌ بَعْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ))

امام اعرج رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث بیان کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح فرمایا:

((لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ))

کہ اگر میری امت پر یہ چیز مشقت والی نہ ہوتی تو میں اپنی امت کو ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔

لہذا اصل بات تو یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کوئی حکم نہیں دیا اور یہ ان پر ضروری بھی نہیں مسواک میں یہ بات ہے کہ یہ وضو کا بدل ہے لہذا اس قول میں اس بات کی دلیل موجود ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر نماز کے لئے وضو لازم نہیں تھا اور جو کچھ حکم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تھا وہ حکم دوسروں کے لئے نہیں تھا چنانچہ ہر نماز کے لئے وضو کرنے کا حکم بھی ختم ہو جاتا ہے یہ بات اس طرح سے بھی ثابت کی جاسکتی ہے کہ وضو دراصل پاکیزگی کا کام کرتا ہے لہذا جب ہم حدث سے طہارتیں پانے پر غور وفکر کرتے ہیں کہ طہارت کا حکم کیا ہے اور وہ کون سی چیز ہے جو طہارت کو ختم کرتی ہے تو ہمیں ایسی طہارتیں

ملی جن کی وجہ سے حدث لازم ہو جاتی ہے لہذا ان کی دو قسمیں ہیں، نمبر ایک غسل ہے اور نمبر دو وضو ہے چنانچہ جس نے بھی جماع کیا یا اگر کسی کو احتلام ہو گیا تو اس پر غسل واجب ہو جاتا ہے اور جو کوئی حدث (اصغر) پیشاب پاخانے سے فارغ ہوا اس پر وضو فرض ہو جاتا ہے لہذا یہاں پر بات یہ ہے کہ ایک عرصہ گزرنے کے باوجود کسی کا غسل نہیں ٹوٹ تا غسل کو توڑنے والی چیز صرف حدث ہیں لہذا غسل کا حکم جماع اور احتلام کی حالت میں ہے اس بات پر غور کرنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ طہارتوں کو حکم احداث پر ہے وقت گزر جانے سے غسل اور طہارت نہیں ٹوٹتی اور ہم نے علمائے کرام کا اس بات پر اتفاق پایا ہے کہ ایک مسافر اس وقت تک ایک وضو سے نمازیں ادا کرے جب تک کہ اس کو کوئی حدث لاحق نہ ہو جائے اور مقیم کے بارے میں علمائے کرام کے اقوال مختلف ہیں ہم نے اس پر بھی مزید غور کیا تو یہ بات معلوم ہوئی کہ جماع، احتلام، پیشاب اور پاخانہ یہ تمام چیزیں احداث ہیں اور اگر ان میں سے کوئی ایک بھی چیز مقیم پر آئے گی تو اس پر طہارت لازم قرار پائے گی اور اسی طرح یہی چیزیں مسافر پر بھی لازم آئیں گی اور مسافر پر اسی طرح طہارت بھی لازم آئے گی جیسا کہ ایک مقیم شخص پر طہارت لازم ہے لہذا جب ایک مقیم شخص مسافر ہو گا تو اس کو اسی طرح طہارت لازم ہو گی جس طرح مقیم ہونے پر تھی اس دوران ہمیں یہ بھی چیز ملی کہ اس میں مقیم اور مسافر دونوں برابر ہیں وقت کے چلتے ان کی طہارت ختم نہیں ہوتی اگرچہ کہ مقیم اور مسافر کا وقت الگ الگ ہی کیوں نہ ہو لہذا جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے اس سے یہ بات ثابت ہو گئی اور اسی طرح جو چیز مقیم کی طہارت کو توڑتی ہے وہی چیز مسافر کی طہارت کو بھی توڑتی ہے اسی طرح وقت کے نکلنے سے مسافر کی طہارت ختم نہیں ہوتی اسی طرح مقیم کی طہارت بھی وقت ختم ہونے سے نہیں ٹوٹتی یہ تمام باتیں ہماری بیان کی تصدیق کرتی ہیں چنانچہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد بن حسن الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مسلک ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی قول ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم کی جماعت نے بھی یہی کہا ہے۔

(شرح معانی الآثار للطحاوی:1 / 41-44،کتاب الطہارۃ،باب الوضوء هل يجب لكل صلاة أم لا ؟،الناشر:عالم الکتب)

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

((يَجُوزُ الْجَمْعُ بَيْنَ الصَّلَوَاتِ بِوُضُوءٍ وَاحِدٍ عِنْدَ عَامَّةِ أَهْلِ الْعِلْمِ، وَتَجْدِيدُ الْوُضُوءِ مُسْتَحَبٌّ إِذَا كَانَ قَدْ صَلَّى بِالْوُضُوءِ الأَوَّلِ صَلاةً، وَكَرِهَهُ قَوْمٌ إِذَا لَمْ يَكُنْ قَدْ صَلَّى بِالْوُضُوءِ الأَوَّلِ صَلاةً، فَرْضًا أَوْ تَطَوُّعًا))

اہل علم کے نزدیک ایک وضو سے کئی نمازیں پڑھنا جائز ہے البتہ کسی نے اگر وضو کیا اور نماز پڑھ لی اب اگر دوسری نماز کے لئے نیا وضو کرنا مستحب ہے بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اگر پہلے وضو کوئی فرض یا نفل نماز ادا نہ کی اور نیا وضو کیا تو یہ عمل مکروہ ہے۔

(شرح السنۃ للبغوی:1 / 449،کتاب الطہارۃ، باب استحباب الوضوء لكل صلاة،الناشر: المکتب الاسلامی، دمشق، بیروت)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

((وَجَوَازُ الصَّلَوَاتِ الْمَفْرُوضَاتِ وَالنَّوَافِلِ بِوُضُوءٍ وَاحِدٍ مَا لَمْ يُحْدِثْ وَهَذَا جَائِزٌ بِإِجْمَاعِ مَنْ يُعْتَدُّ بِهِ وَحَكَى أَبُو جَعْفَرٍ الطَّحَاوِيُّ وَأَبُو الْحَسَنِ بْنُ بَطَّالٍ فِي شَرْحِ صَحِيحِ الْبُخَارِيِّ عَنْ طَائِفَةٍ مِنَ الْعُلَمَاءِ أَنَّهُمْ قَالُوا يَجِبُ الْوُضُوءُ لِكُلِّ صَلَاةٍ وَإِنْ كَانَ مُتَطَهِّرًا وَاحْتَجُّوا بِقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فاغسلوا وجوهكم الْآيَةَ وَمَا أَظُنُّ هَذَا الْمَذْهَبَ يَصِحُّ عَنْ أَحَدٍ وَلَعَلَّهُمْ أَرَادُوا اسْتِحْبَابَ تَجْدِيدِ الْوُضُوءِ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ وَدَلِيلُ الْجُمْهُورِ الْأَحَادِيثُ الصَّحِيحَةُ مِنْهَا هَذَا الْحَدِيثُ

وَحَدِيثُ أَنَسٍ فِي صَحِيحِ الْبُخَارِيِّ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ وَكَانَ أَحَدُنَا يَكْفِيهِ الْوُضُوءُ مَا لَمْ يُحْدِثْ وَحَدِيثُ سُوَيْدِ بْنِ النُّعْمَانِ فِي صَحِيحِ الْبُخَارِيِّ أَيْضًا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الْعَصْرَ ثُمَّ أَكَلَ سَوِيقًا ثُمَّ صَلَّى الْمَغْرِبَ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ وَفِي مَعْنَاهُ أَحَادِيثُ كَثِيرَةٌ كَحَدِيثِ الْجَمْعِ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ بِعَرَفَةَ وَالْمُزْدَلِفَةِ وَسَائِرِ الْأَسْفَارِ وَالْجَمْعُ بَيْنَ الصَّلَوَاتِ الْفَائِتَاتِ يَوْمَ الْخَنْدَقِ وَغَيْرُ ذَلِكَ وَأَمَّا الْآيَةُ الْكَرِيمَةُ فَالْمُرَادُ بِهَا وَاللهُ أَعْلَمُ إِذَا قُمْتُمْ مُحْدِثِينَ وَقِيلَ إِنَّهَا مَنْسُوخَةٌ بِفِعْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهَذَا الْقَوْلُ ضَعِيفٌ وَاللهُ أَعْلَمُ قَالَ أَصْحَابُنَا وَيُسْتَحَبُّ تَجْدِيدُ الْوُضُوءِ وَهُوَ أَنْ يَكُونَ عَلَى طَهَارَةٍ ثُمَّ يَتَطَهَّرَ ثَانِيًا مِنْ غَيْرِ حَدَثٍ وَفِي شَرْطِ اسْتِحْبَابِ التَّجْدِيدِ أَوْجُهٌ أَحَدُهَا أَنَّهُ يُسْتَحَبُّ لِمَنْ صَلَّى بِهِ صَلَاةً سَوَاءٌ كَانَتْ فَرِيضَةً أَوْ نَافِلَةً وَالثَّانِي لَا يُسْتَحَبُّ إِلَّا لِمَنْ صَلَّى فَرِيضَةً وَالثَّالِثُ يُسْتَحَبُّ لِمَنْ فَعَلَ بِهِ مَا لَا يَجُوزُ إِلَّا بِطَهَارَةٍ كَمَسِّ الْمُصْحَفِ وَسُجُودِ التِّلَاوَةِ وَالرَّابِعُ يُسْتَحَبُّ وَإِنْ لَمْ يَفْعَلْ بِهِ شَيْئًا أَصْلًا بِشَرْطِ أَنْ يَتَخَلَّلَ بَيْنَ التَّجْدِيدِ وَالْوُضُوءِ زَمَنٌ يَقَعُ بِمِثْلِهِ تَفْرِيقٌ وَلَا يُسْتَحَبُّ تَجْدِيدُ الْغُسْلِ عَلَى الْمَذْهَبِ الصَّحِيحِ الْمَشْهُورِ وَحَكَى إِمَامُ الْحَرَمَيْنِ وَجْهًا أَنَّهُ يُسْتَحَبُّ وَفِي اسْتِحْبَابِ))

علمائے کرام کا اس بات پر اجماع ہے یعنی کہ جمہور علمائے کرام نے اس بات کے جواز کو مانا ہے اور اجازت دی ہے کہ ایک وضو کے ساتھ متعدد فرض اور نفل نمازیں ادا کی جاسکتی ہیں جب تک کہ حدث (اصغر) لاحق نہ ہو جائے امام طحاوی اور امام بطال نے شرح صحیح بخاری للبطال میں کہا کہ ایک جماعت سے یہ بھی منقول ہے کہ ان کے نزدیک ہر نماز کے لئے نیا وضو لازم ہے یہاں تک کہ اگر کوئی باوضو تب بھی نماز ادا کرنے کے لئے نیا وضو

بنائے گا ان کی دلیل یہ ہے جیسا کہ قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ﴾

(سورۃ المائدۃ، سورۃ نمبر 5، آیت نمبر:6)

جب تم نماز کے لئے اٹھو تو اپنے منہ کو، اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھو لو اپنے سروں کا مسح کرو اور اپنے پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھو لو۔

لیکن جمہور علمائے کرام کی دلیل احادیثِ صحیحہ ہیں حالانکہ ان احادیث میں ایک حدیث سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی بھی ہے جو صحیح بخاری (حدیث نمبر:214) میں موجود ہے:

"(سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں) کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے لئے نیا وضو فرمایا کرتے تھے۔"

لیکن ہم لوگوں کو جب تک حدث نہ ہو جائے متعدد نمازوں کے لئے ایک ہی وضو کافی ہو جایا کرتا تھا اور دوسری حدیث بھی صحیح بخاری (میں اسی باب کی اگلی حدیث، حدیث نمبر :215) ہے اور اس کے راوی سیدنا سوید بن نعمان رضی اللہ عنہ ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عصر کی نماز پڑھائی، جب نماز پڑھ چکے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے منگوائے، مگر (کھانے میں) صرف ستو ہی لایا گیا، سو ہم نے (اسی کو) کھایا اور پیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کی نماز کے لیے کھڑے ہو گئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کلی کی، پھر ہمیں مغرب کی نماز پڑھائی اور (نیا) وضو نہیں کیا۔

اس طرح کی بہت سی احادیث اس بارے وارد ہیں اسی طرح وہ احادیث بھی ہیں جس میں نمازوں کو جمع کرنے کا بیان آیا ہے عرفہ اور مزدلفہ اور خندق کا واقعہ بھی اس میں شامل ہیں قرآنِ مجید کی آیت کا مفہوم یہ ہے کہ جب تم (سو) کر نماز کے لئے اٹھو تو اپنے منہ دھو لو، بعض علمائے کرام کہتے ہیں کہ یہ آیت منسوخ ہے، ہمارے اصحاب نے کہا کہ باوضو ہونے کے باوجود نماز کے لئے وضو کرنا مستحب ہے جب کوئی اس وضو سے فرض نماز

ادا کرے، یا تیسرے یہ ہے کہ وضو بنا کر وہ کام کرے جو بغیر وضو صحیح نہیں جیسا کہ قرآنِ مجید کو چھونا، سجدہ تلاوت کرنا اور باوضو ہونے کے باوجود اگر کوئی تازہ وضو کرتا ہے تو یہ مستحب مانا جائے گا اگرچہ کہ مذکورہ کام کرے یا نہ کرے اس میں شرط یہ ہے کہ ایک وضو سے دوسرے وضو کے بیچ میں اتنا عرصہ نہ گزرے کہ جس کی وجہ سے ایک وضو دوسرے وضو سے الگ ہو جائے، امام الحرمین کے نزدیک یہی مذہب صحیح اور مشہور ہے اور اس میں ایک قول استحباب کا بھی نقل کیا جاتا ہے۔

(المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج للنووی: 3/178، کتاب الطہارۃ، "باب کراھۃ غمس المتوضئ وغیرہ یدہ المشکوک في"، الناشر: دار احیاء التراث العربی، بیروت)

﴿ إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ﴾

(سورۃ المائدۃ، سورۃ نمبر 5، آیت نمبر: 6)

"جب تم نماز کے لئے اٹھو تو اپنے منہ کو، اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھولو اپنے سروں کا مسح کرو اور اپنے پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھولو۔"

بظاہر اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے جب بھی نماز ادا کی جائے گی وضو کر لیا جائے گا یعنی کہ وضو ہو یا نہ ہو نماز سے پہلے وضو کر لینا لازم ہے لیکن احادیثِ صحیحہ اور اجماع سے یہ بات ثابت ہے کہ نماز کے لئے وضو اس وقت ہی فرض ہے جب کہ کوئی باوضو نہ ہو اگر پہلے ہی سے وضو ہے تو ہر نماز کے لئے نیا وضو کرنا فرض نہیں ہے یہاں پر غور طلب بات یہ ہے کہ باوضو ہونے کے باوجود اگر کوئی وضو کرتا ہے تو سب سے پہلے یہ پانی اسراف کہلائے گا لیکن اس کے باوجود اگر کوئی تازہ وضو کرتا ہے تو یہ مستحب ہے اور جائز ہے لیکن نیا وضو فرض نہیں ہے کیونکہ نبی کریم کی موجودگی میں صحابہ کرام وضو ٹوٹنے تک پہلے وضو کئی نمازیں ادا کر لیا کرتے تھے۔

پاک وصاف پانی وضو کی ایک شرط ہے

شروط وضوء میں سے ایک شرط ہے کہ،وضوء کے لئے پاک وصاف پانی ہونا چاہئے

جیسا کہ سورۃ النساء سورۃ نمبر 4 کی آیت نمبر 43 میں اس کا حکم ہے نیز سورۃ المائدۃ سورۃ نمبر 5 کی آیت نمبر 6 میں بھی اس کا ذکر موجود ہے۔

نوٹ: پانی کے علاوہ دودھ یا کوئی شربت اور بنیذ سے وضوء کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ پانی کے حکم میں شامل نہیں ہیں اور نہ ان چیزوں سے وضوء کرنا کسی حدیث سے ثابت ہے۔[61]

---

[61] امام ابن المنذر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

((وأجمعوا على أنه لا يجوز الاغتسال، ولا الوضوء بشيء من هذه الأشربة سوى النبيذ))

اس بات پر اجماع ہے کہ نبیذ کے علاوہ کسی اور مشروب سے غسل یا وضو کرنا جائز نہیں۔

(الاجماع لابن المنذر، صفحہ:34، اجماع رقم:9، کتاب الوضوء، "باب ما أجمعوا عليه في الماء"، محقق: فواد عبد المنعم، الناشر: دار المسلم)

کتاب الاجماع لابن المنذر کے محقق فواد عبد المنعم احمد کہتے ہیں کہ یحیٰی بن (ہبیرہ بن) محمد بن ہبیرہ الذہلی الشیبانی ابو مظفر، عون الدین (متوفی 560ھ) اپنی کتاب (الافصاح عن معانی الصحاح) میں کہتے ہیں:

((أجمعوا على أنه لا يجوز التوضؤ بالنبيذ على الإطلاق إلا أبا حنيفة: فإن الرواية اختلفت عنه. فروي عنه: أنه لا يجوز ذلك كالجماعة، وهي اختيار أبي يوسف. وروي عنه: أنه يجوز الوضوء بنبيذ التمر المطبوخ في السفر عند عدم الماء. وروي عنه: أنه يجوز الوضوء به، ويضيف التيمم، وهي اختيار محمد بن الحسن".))

اس بات پر بالاتفاق تمام کا اجماع ہے کہ نبیذ سے وضو کرنا جائز نہیں ہے اس مسئلے میں صرف امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے مختلف ہے اس مسئلے میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے کئی مختلف رائیں اور اقوال نقل کئے جاتے ہیں:

1) نمبر ایک قول یہ کہ نبیذ سے وضو کرنا جائز نہیں یہ ایک جماعت کا کہنا ہے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کو اختیار کیا ہے۔

2) نمبر دو: بحالتِ سفر اگر پانی میسر نہ ہو تو کھجور کی بنی ہوئی نبیذ سے وضو جائز ہے۔

3) نمبر تین: نبیذ سے وضو کرنا اس حال میں جائز ہے جبکہ نبیذ سے وضو کرنے والا تیمم بھی کرلے اس کو امام محمد بن حسن الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار کیا ہے۔

(الاجماع لابن المنذر، صفحہ:34، اجماع رقم:9، کتاب الوضوء، "باب ما أجمعوا عليه فى الماء"، محقق: فواد عبد المنعم، الناشر: دار المسلم)

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

((حَدَّثَنَا رَبِيعٌ الْمُؤَذِّنُ ، قَالَ: ثنا أَسَدٌ قَالَ: ثنا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا بْنِ أَبِي زَائِدَةَ قَالَ: ثنا دَاوُدُ بْنُ أَبِي هِنْدٍ عَنْ عَامِرٍ ، عَنْ عَلْقَمَةَ ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: هَلْ كَانَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْجِنِّ أَحَدٌ؟ فَقَالَ: لَمْ يَصْحَبْهُ مِنَّا أَحَدٌ ، وَلَكِنْ فَقَدْنَاهُ ذَاتَ لَيْلَةٍ ، فَقُلْنَا: اسْتُطِيرَ أَوِ اغْتِيلَ فَتَفَرَّقْنَا فِي الشِّعَابِ وَالْأَوْدِيَةِ نَلْتَمِسُهُ ، وَبِتْنَا بِشَرِّ لَيْلَةٍ بَاتَ بِهَا قَوْمٌ نَقُولُ: اسْتُطِيرَ ، أَمِ اغْتِيلَ. فَقَالَ: «إِنَّهُ أَتَانِي دَاعِي الْجِنِّ ، فَذَهَبْتُ أُقْرِئُهُمُ الْقُرْآنَ فَأَرَانَا آثَارَهُمْ» فَهَذَا عَبْدُ اللهِ قَدْ أُنْكِرَ أَنْ يَكُونَ كَانَ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْجِنِّ. فَهَذَا الْبَابُ إِنْ كَانَ يُؤْخَذُ مِنْ طَرِيقِ صِحَّةِ الْإِسْنَادِ ، فَهَذَا الْحَدِيثُ ، الَّذِي فِيهِ الْإِنْكَارُ أَوْلَى ، لِاسْتِقَامَةِ طَرِيقِهِ وَمَتْنِهِ ، وَثَبْتِ رُوَاتِهِ. وَإِنْ كَانَ مِنْ طَرِيقِ النَّظَرِ ، فَإِنَّا قَدْ رَأَيْنَا الْأَصْلَ الْمُتَّفَقَ عَلَيْهِ ، أَنَّهُ لَا يُتَوَضَّأُ بِنَبِيذِ الزَّبِيبِ ، وَلَا بِالْخَلِّ ، فَكَانَ النَّظَرُ عَلَى ذَلِكَ أَنْ يَكُونَ نَبِيذُ التَّمْرِ أَيْضًا كَذَلِكَ. وَقَدْ أَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ أَنَّ نَبِيذَ التَّمْرِ إِذَا كَانَ مَوْجُودًا فِي حَالِ وُجُودِ الْمَاءِ ، أَنَّهُ لَا يُتَوَضَّأُ بِهِ لِأَنَّهُ لَيْسَ بِمَاءٍ. فَلَمَّا كَانَ خَارِجًا مِنْ حُكْمِ الْمِيَاهِ فِي حَالِ وُجُودِ الْمَاءِ ، كَانَ كَذَلِكَ هُوَ فِي حَالِ عَدَمِ الْمَاءِ. وَحَدِيثُ ابْنِ مَسْعُودٍ الَّذِي فِيهِ التَّوَضُّؤُ بِنَبِيذِ التَّمْرِ إِنَّمَا فِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ بِهِ ، وَهُوَ غَيْرُ مُسَافِرٍ لِأَنَّهُ إِنَّمَا خَرَجَ مِنْ مَكَّةَ يُرِيدُهُمْ ، فَقِيلَ إِنَّهُ تَوَضَّأَ بِنَبِيذِ التَّمْرِ فِي ذَلِكَ الْمَكَانِ ، وَهُوَ فِي حُكْمِ مَنْ هُوَ بِمَكَّةَ ، لِأَنَّهُ يُتِمُّ الصَّلَاةَ ، فَهُوَ أَيْضًا فِي حُكْمِ اسْتِعْمَالِهِ ذَلِكَ النَّبِيذَ هُنَالِكَ فِي حُكْمِ اسْتِعْمَالِهِ إِيَّاهُ بِمَكَّةَ. فَلَوْ ثَبَتَ هَذَا الْأَثَرُ أَنَّ النَّبِيذَ مِمَّا يَجُوزُ التَّوَضُّؤُ بِهِ فِي الْأَمْصَارِ وَالْبَوَادِي ، ثَبَتَ أَنَّهُ يَجُوزُ التَّوَضُّؤُ لَا بِهِ فِي حَالِ وُجُودِ الْمَاءِ ، وَفِي حَالِ عَدَمِهِ. فَلَمَّا أَجْمَعُوا عَلَى تَرْكِ ذَلِكَ ، وَالْعَمَلِ بِضِدِّهِ ، فَلَمْ يُجِيزُوا التَّوَضُّؤَ بِهِ فِي الْأَمْصَارِ ، وَلَا فِيمَا حُكْمُهُ حُكْمُ الْأَمْصَارِ ، ثَبَتَ بِذَلِكَ

تَرْكُهُمْ لِذَلِكَ الْحَدِيثِ ، وَخَرَجَ حُكْمُ ذَلِكَ النَّبِيذِ ، مِنْ حُكْمِ سَائِرِ الْمِيَاهِ. فَثَبَتَ بِذَلِكَ أَنَّهُ لَا يَجُوزُ التَّوَضُّؤُ بِهِ فِي حَالٍ مِنَ الْأَحْوَالِ ، وَهُوَ قَوْلُ أَبِي يُوسُفَ ، وَهُوَ النَّظَرُ عِنْدَنَا ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ))

علقمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ سیدنا عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے پوچھا کہ کیا لیلۃ الجن (سنن ابن ماجہ: 384، ضعیف للالبانی) میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے بھی کوئی موجود تھے؟ تو سیدنا عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم میں سے کوئی بھی اس رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وہاں پر موجود نہ تھا البتہ ایک رات ہم نے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں پایا تو ہم لوگوں نے سمجھا کہ کسی جن نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اٹھالیا ہے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی جن نے دھوکہ سے شہید کر دیا ہے لہذا ہم سب نے مل کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت ڈھونڈا وہ رات ہمارے لئے بڑی پریشانی والی رات تھی پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان آگئے اور فرمایا کہ میرے پاس جنات کا داعی آیا تھا تو میں نے اس کو قرآنِ مجید کی تعلیم دی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنات کے نشانات دکھائے۔

(امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں) سیدنا عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس بات کا انکار کر رہے ہیں کہ لیلۃ الجن میں وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے لہذا سند کا اعتبار کیا جائے تو انکار والی حدیث سند کے لحاظ سے صحیح حدیث ہے اب اس بات پر غور کرتے ہیں کہ کشمش سے بنی ہوئی نبیذ سے وضو نہ کیا جائے اسی اعتبار سے کھجور سے بنی ہوئی نبیذ بھی اسی حکم میں داخل ہے اور کھجور کی نبیذ کشمش کی نبیذ سے مختلف نہیں ہے چنانچہ علمائے کرام اس بات پر اتفاق رکھتے ہیں کہ جب پانی موجود ہو تو کھجور کی نبیذ سے وضو نہ کیا جائے کیونکہ وہ مطلقاً پانی کے حکم میں شامل نہیں ہے لہذا پانی کی موجودگی میں نبیذ اصل پانی کے حکم میں شامل نہیں ہے تو پانی نہ ہونے کی صورت میں بھی نبیذ اپنے اصلی حکم میں ہی رہے گی، اور جس روایت میں کھجور کی نبیذ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کرنے کا ذکر ملتا ہے وہ سفر کی حالت کا وقت نہیں تھا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت جنات کی تبلیغ میں تھے چنانچہ اس روایت پر یہ کہا جائے گا کہ جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کی نبیذ سے وضو کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت مکہ ہی میں موجود تھے لہذا یہ حکم مکہ میں ہی وضو کرنے کے حکم میں آتا ہے اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وضو کے بعد نماز بھی ادا کی اگرچہ یہ روایت ثابت ہو جائے تو نبیذ ان اشیاء میں داخل ہو جائے گی جس سے شہروں، وادیوں اور جنگلوں میں وضو کرنا درست ہو جاتا ہے حالانکہ ان جگہوں پر پانی موجود ہوتا ہے لہذا جب تمام علمائے کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ پانی کی موجودگی میں نبیذ سے وضو نہیں کیا جائے گا بلکہ پانی کی موجودگی میں صرف پانی سے وضو کیا جائے گا لہذا شہر اور شہر کے حکم میں آنے والے علاقوں میں جب نبیذ سے

وضو کرنا جائز نہیں تو اس بات سے یہ ثابت ہو گیا کہ نبیذ پانی کے حکم میں داخل نہیں بلکہ نبیذ پانی کے حکم سے خارج ہے چنانچہ اس بنیاد پر کھجور کی نبیذ سے آپ ﷺ کے وضو کرنے والی روایت کو ترک کر دیا جائے نیز اس سے یہ بات بھی ثابت ہو جائے گی کہ نبیذ سے کسی حال اور کسی وقت بھی اور کسی جگہ پر بھی وضو کرنا جائز نہیں ہے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے یہی منقول ہے اور ہماری نظر میں بھی یہی بات معتبر ہے۔ واللہ اعلم

(شرح معانی الآثار للطحاوی: 1/96، کتاب الطہارۃ، " باب الرجل لا يجد إلا نبيذ التمر , هل يتوضأ به , أو يتيمم ؟"، الناشر: عالم الکتب)

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

((وَأَجْمَعُوا عَلَى أَنَّ الْوُضُوءَ وَالِاغْتِسَالَ لَا يَجُوزُ بِشَيْءٍ مِنَ الْأَشْرِبَةِ سِوَى النَّبِيذِ عِنْدَ عَدَمِ الْمَاءِ، وَقَوْلُهُ تَعَالَى: (فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا) يَرُدُّهُ. وَالْحَدِيثُ الَّذِي فِيهِ ذِكْرُ الْوُضُوءِ بِالنَّبِيذِ رَوَاهُ ابْنُ مَسْعُودٍ، وَلَيْسَ بِثَابِتٍ، لِأَنَّ الَّذِي رَوَاهُ أَبُو زَيْدٍ، وَهُوَ مَجْهُولٌ لَا يُعْرَفُ بِصُحْبَةِ عَبْدِ اللهِ، قَالَهُ ابْنُ الْمُنْذِرِ وَغَيْرُهُ))

علمائے کرام کا اس بات پر اجماع ہے کہ وضو اور غسل کے لئے پانی نہ ملے تو اس صورت میں اس وقت نبیذ کے علاوہ کسی اور مشروب سے وضو یا غسل کرنا جائز نہیں، جیسا کہ اللہ تعالی نے قرآنِ مجید میں ارشاد فرمایا:

(فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا)

(سورۃ النساء، سورۃ نمبر 4، آیت نمبر: 43)

"اگر تمہیں پانی نہ ملے تو تم تیمم کر لو۔"

اس آیتِ مبارکہ سے نبیذ سے وضو یا غسل کرنے کا رد ثابت ہوتا ہے لہٰذا وہ حدیث جس میں نبیذ سے وضو کرنے کا ذکر ہے جس کے راوی سیدنا عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں وہ حدیث ثابت نہیں ہے اس میں ابو زید نامی راوی ہے جو مجہول ہے اس راوی کا سیدنا عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ملنا ثابت نہیں ہے امام ابن المنذر رحمۃ اللہ علیہ کا یہی قول ہیں۔

(الجامع الاحکام القرآن (تفسیر القرطبی): 5/230، الناشر: دار الکتب المصریۃ، القاہرۃ)

حسبِ بالا دلائل اور جمہور علمائے کرام کے اقوال کے پیشِ نظر نبیذ پانی کے حکم میں نہیں ہے اور اس مسئلے کے لئے قرآنِ مجید میں صریح حکم موجود ہے:

﴿ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا ﴾

(سورۃ النساء، سورۃ نمبر 4، آیت نمبر: 43)

نبیذ سے وضو کرنے کا مسئلہ

ایک ضعیف حدیث میں ہے:

((حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنْ أَبِي فَزَارَةَ، عَنْ أَبِي زَيْدٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: سَأَلَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " مَا فِي إِدَاوَتِكَ؟ فَقُلْتُ: نَبِيذٌ ، فَقَالَ: تَمْرَةٌ طَيِّبَةٌ وَمَاءٌ طَهُورٌ، قَالَ: فَتَوَضَّأَ مِنْهُ))

"عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تمہارے مشکیزے میں کیا ہے؟" تو میں نے عرض کیا: نبیذ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کھجور بھی پاک ہے اور پانی بھی پاک ہے" تو آپ رضی اللہ عنہ نے اسی سے وضو کیا۔"

(جامع الترمذی، کتاب الطہارۃ، باب: نبیذ سے وضو کرنے کا بیان، حدیث نمبر: 88، شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔ وسنن ابوداو: 84۔ وسنن ابن ماجہ: 384 نیز ان دونوں احادیث کو بھی شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے ضعیف کہا ہے)[62]

"اور تمہیں پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمم کر لو۔"

لہذا جب پانی میسر نہ ہو تو نبیذ یا کسی شربت سے وضو کرنے کے بجائے تیمم کرنا چاہئے کیونکہ اس مسئلے میں وارد حدیث سخت ضعیف ہے جو استدلال اور حجت کے قابل نہیں ہے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی راجح موقف ہے کہ جب کسی کے پاس پانی نہ ہو اور نبیذ (شربت) موجود ہو تو وہ شربت سے وضو نہ کرے بلکہ تیمم کر لے اور امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس روایت کی تمام سندوں کو ضعیف قرار دیا ہے اور یہ کہا کہ کسی بھی حال میں نبیذ سے وضو کرنا جائز نہیں ہے اور امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی موقف کو اختیار کیا ہے

[62] اس روایت میں ابوزید القرشی مجہول راوی ہے ابوزید القرشی کا تعارف ملاحظہ فرمائیں:

الأسم : أبو زيد،الشهرة : أبو زيد القرشي ،الكنيه: أبو زايد, أبو زيد ،النسب : المديني, المخزومي, الكوفي, القرشي،الرتبة : مجهول،عاش في : المدينة, الكوفة،مولى : مولى عمرو بن حريث المخزومي

ابوزید القرشی کے بارے میں ائمہ محدثین کے اقوال

❖ أبو أحمد الحاكم : رجل مجهول لا يوقف على صحة كنيته ولا اسمه، ولا يعرف

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

((وَإِنَّمَا رُوِيَ هَذَا الْحَدِيثُ، عَنْ أَبِي زَيْدٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَبُو زَيْدٍ رَجُلٌ مَجْهُولٌ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ، لَا تُعْرَفُ لَهُ رِوَايَةٌ غَيْرُ هَذَا الْحَدِيثِ، وَقَدْ رَأَى بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ الْوُضُوءَ بِالنَّبِيذِ، مِنْهُمْ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَغَيْرُهُ، وقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ: لَا يُتَوَضَّأُ بِالنَّبِيذِ، وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ، وَأَحْمَدَ، وَإِسْحَاق ، وقَالَ إِسْحَاق: إِنِ ابْتُلِيَ رَجُلٌ بِهَذَا فَتَوَضَّأَ بِالنَّبِيذِ وَتَيَمَّمَ أَحَبُّ إِلَيَّ . قَالَ أَبُو عِيسَى: وَقَوْلُ مَنْ

له راويا غير أبي فزارة

- ❖ أبو أحمد بن عدي الجرجاني : مجهول
- ❖ أبو جعفر النحاس : لا يعرف ولا يدرى من أين هو
- ❖ أبو حاتم بن حبان البستي : روى عن ابن مسعود ما لم يتابع عليه، ليس يدري من هو، ولا يحتج به، روى خبرا خالف فيه الكتاب والسنة والإجماع والقياس والنظر والرأي
- ❖ أبو زرعة الرازي : مجهول لا يعرف، لا أعرف كنيته، ولا أعرف اسمه
- ❖ أبو عيسى الترمذي : رجل مجهول عند أهل الحديث لا يعرف له رواية غير هذا الحديث
- ❖ أحمد بن حنبل : مجهول
- ❖ إبراهيم بن إسحاق الحربي : مجهول
- ❖ ابن حجر العسقلاني : مجهول
- ❖ ابن عبد البر الأندلسي : اتفقوا على أن أبا زيد مجهول وحديثه منكر
- ❖ محمد بن إسماعيل البخاري : مجهول لا يعرف بصحبة عبد الله، ولا يصح حديثه

يَقُولُ: لَا يُتَوَضَّأُ بِالنَّبِيذِ أَقْرَبُ إِلَى الْكِتَابِ، وَأَشْبَهُ لِأَنَّ اللّٰهَ تَعَالَى قَالَ: فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا سورة النساء آية ٤٣.))

ابوزید محدثین کے نزدیک مجہول آدمی ہیں اس حدیث کے علاوہ کوئی اور روایت ان سے جانی نہیں جاتی۔ بعض اہل علم کی رائے ہے نبیذ سے وضو جائز ہے انہیں میں سے سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ ہیں، بعض اہل علم نے کہا ہے کہ نبیذ سے وضو جائز نہیں یہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے، اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اگر کسی آدمی کو یہی کرنا پڑ جائے تو وہ نبیذ سے وضو کر کے تیمم کرلے، یہ میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ مزید کہتے ہیں:

جو لوگ نبیذ سے وضو کو جائز نہیں مانتے ان کا قول قرآن سے زیادہ قریب اور زیادہ قرین قیاس ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا ﴾

(سورۃ النساء، سورۃ نمبر 4، آیت نمبر:43)

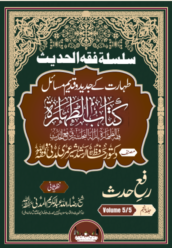
اور تمہیں پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمم کرلو۔

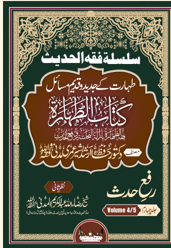


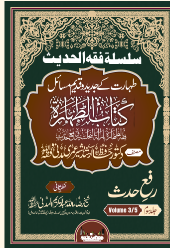
اس کتاب کو تیار کرنے کے لئے 6 سال کیوں لگے؟

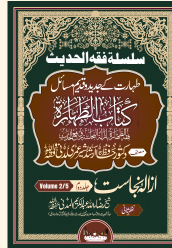
اسکے جواب کا اندازہ اسی وقت ہو گا جب 5 جلدوں کی اس ضخیم کتاب کو گہرائی کے ساتھ پڑھا جائیگا، ان شاء اللہ، کئی ماہ تو دن کے ساتھ مکمل راتیں بھی لگ گئیں الحمدللہ، چار مسالک کے فقہی اقوال جمع کر کے اردو میں ترجمہ کرنا مقارنہ اور ترجیح تک پہنچنے کے لئے سارے جدید اور قدیم مصادر و کتب کا مطالعہ کرنا یہ کافی محنت طلب کام ہے، اللہ ہی کا فضل کہ یہ اس کی توفیق سے ممکن ہو سکا۔﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا﴾

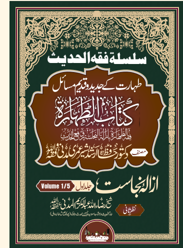
اس کی ایک اور وجہ یہ ہے کہ اس کام کے ساتھ ساتھ دیگر آسک اسلام پیڈیا کے پراجکٹس پر بھی کام جاری ہے اور اس کے علاوہ تفسیر کے پراجکٹس اور فقہ کے پرجکٹس پر بھی کام جاری ہے لہذا الگ الگ پراجکٹس کے لئے بھی وقت کو تقسیم کرنا پڑتا ہے، تاخیر کے لیے میں معذرت خواہ ہوں ان حضرات سے جو کتاب الطہارۃ کے منتظر تھے۔ شکریہ













www.abmqurannotes.com I www.askislampedia.com I www.askmadani.com

Dr. Shaikh Arshad Basheer Umari Madani

Hafiz, Alim, Fazil (Madina University, K.S.A), M.B.A.;
Founder & Director of AskIslamPedia.com
Chairman: Ocean The ABM School, Hyderabad, TS, INDIA.
+91 92906 21633 (WhatsApp only)